کی ہنرک پر اوس چھوٹے سے گاؤں میں پہنچا جہاں اوس نے باپ سے لڑائی کی تھی - اور جس جگہ بقول بعض مؤرخین سوشخ بایزید نے اوسکو بددعا دی تھی - دنبل کی حدت سے جسکے مفسد مادہ سے تمام جسم پر پھوڑے نکل آئے تھے اوسے سخت بخار ہوگیا - اور مرض کی بیکلی اور تکلیف اس قدر بڑھ گئی کہ اوسکو رک جانا پڑا - قسطنطنیہ سے روانگی کی ساتویں رات حسن شان جو سلیم سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا - سلیم کے بستر کے قریب جو سوتے جان کنی کی حالت میں تھا - قرآن شریف پڑھ رہا تھا - اور سلیم کے ہونٹوں کی حرکت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ خود بھی آیات قرآنی کو دہراتا جارہا ہے - مگر جب حسن شان اس آیت پر پہنچا جسکے معنی یہ ہیں کہ "خدا کا کلام نجات ہے" تو سلیم نے اچانک آنکھیں بند کرلیں اور جان مالک ارواح کو سپرد کردی - یہ واقعہ ۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ء کو ہوا -

یہ نامور سلطان اپنے عہد حکومت کے نویں برس ۵۴ برس کی عمر میں رہگرائے عالم جاودانی ہوا - اوس کی زندگی کا بڑا اصول یہ تھا کہ خونخوار دلیر اور مستقل مزاج رہو - مگر اسکے ساتھ ہی اوسکی اعلیٰ انتظامی اور جنگی قابلیتوں سے کوئی انکار نہیں کرسکتا - اور گو مذہب میں سخت متعصب تھا - لیکن ریاکار نہ تھا - اور سب مانتے ہیں کہ اوسے اپنے اعتقادات پر کامل یقین تھا - اوسکی بےنظیر علمی لیاقت اور فیاضانہ علم دوستی کے مخالف موافق کل مداح ہیں - اوسکے زمانہ کے مشہور مفتیوں میں سے ایک مفتی جمالی تھا - اس نے ہر چند یک قدر بر سلطان کو مصر پر چڑھائی کرنے کی اجازت دیدینے سے گو اپنی ناموری کو کسی قدر بٹا لگا لیا - مگر جس بہادری اور استقبازی کے ساتھ وہ متواتر سلیم کے ظالمانہ احکام کا مقابلہ کرتا رہا - اوسکی یورپین مؤرخ تک تعریف کرتے ہیں وہ اسبارہ میں سلیم کے بھی از حد ثناخوان ہیں کہ یہ اوسی شیر دل بادشاہ کا کام تھا کہ اپنی ایک رعیت کی ملامت اور زجر و توبیخ پر اوس نے اپنے نہ ٹلنے والے عزائم کو بسا اوقات روک لیا - اور اوس کشت و خون سے جسپر وہ تلا ہوا تھا محترز رہا - ایک موقعہ پر سلطان نے ۱۵۰ ملازمان خزانہ کو کسی خفیف خطا پر قتل کر دینے کا حکم دیا - جمالی فوراً سلطان کے روبرو کھڑا ہوگیا - اور کہا "مفتی کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسری دنیا میں سلطان المسلمین کی بہتری کا نگران رہے - بنا بریں میں تجھسے ان ۱۵۰ آدمیوں کی جانیں مانگتا ہوں - جنکو تو نے ناحق قتل کرنے کا حکم دیدیا ہے" - سلطان نے جواب دیا "علماء کو سلطنت کے معاملات سے کوئی واسطہ نہیں - علاوہ بریں عوام الناس سختی ہی سے درست رہتے ہیں" - جمالی نے جواب دیا "یہ اس دنیا کی مصلحت کا مسئلہ نہیں - بلکہ دوسرے جہان کی مصلحت کا - جہاں رحم کا تو ابدی انعام ملتا ہے - اور ناحق سختی کی دائمی سزا" - سلیم نے مفتی کی بات مان لی اور نہ فقط اون لوگوں کی جان بخشی کی بلکہ اون کو اپنے عہدوں پر بھی بحال کردیا -

ایک دفعہ اوس نے ایران کے ساتھ ریشم کی تجارت کی ممانعت کردی - اور چار سو سوداگروں کو جو یہ تجارت کرتے تھے گرفتار کراکر اون کی جائیداد ضبط کرلی - اور اون کے قتل کر دیئے جانے کا حکم دیدیا - سلطان اس

وقت ایڈریانوپل کو جارہا تھا اور جمالی اوسکے ساتھ سوار تھا۔ اوس نے اُن اسیروں کے لئے شفاعت کی تو سلیم غضب آلود ہو کر پکار اُٹھا "کیا دنیا کے دو تہائی باشندوں کو باقی ایک تہائی کی بہتری کے لئے قتل کر دینا جائز نہیں ہے" مفتی نے کہا "ہاں بشرطیکہ یہ دو تہائی دنیا میں فساد عظیم برپا کرنے والے ہوں"۔ سلیم نے جواب دیا "بادشاہ کی عدول حکمی سے بڑھکر کونسا فساد یا شرارت ہو سکتی ہے؟ جو ملک اپنے حکام کی تابعت چھوڑ دیتا ہے وہ سیدھا تباہی کی خندق میں گرتا ہے" بہادر جمالی نے عرض کیا "اس معاملہ میں عدول حکمی ثابت نہیں۔ ریشم کی تجارت کی پہلے سے ممانعت نہیں ہوئی تھی" سلیم نے کمال برافروختہ ہو کر حکم دیا "سرکاری معاملات میں مداخلت کرنے سے محترز رہو" اس سے مفتی سخت ناراض ہوا۔ اور اپنی خفگی کو چھپانے کی بجائے معمولی آداب بجا لانے کے بغیر ہی سلیم سے رخصت ہو گیا۔ اسپر سلیم کا تعجب اوسکے غضب سے بھی بڑھ گیا۔ اوس نے گھوڑے کو روک لیا۔ اور کچھ عرصہ کے لئے زین پر بیٹھا ہوا غور و فکر میں غرق ہو گیا مگر آخر کار اس فاتح بادشاہ نے اپنے نفس پر بھی فتح پالی۔ اور جب قسطنطنیہ واپس آیا تو سوداگروں کا مال اون کے حوالہ کر کے اونکو رہا کر دیا۔ اور جمالی کو خط لکھکر اپنی خوشنودی مزاج کا اظہار اس طرح کیا کہ اوسکو سب سے اعلیٰ عدالتی عہدہ یعنی اناطولیہ اور رومیلیا دونوں حصوں کا جج (قاضی عسکر) بنا دیا۔ جمالی نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر بھی سلطان کی مہربانی اوسپر بدستور مبذول رہی۔ شیعوں کے قتل عام کے بعد سلیم نے ممالک محروسہ سے ہر ایک قسم کے الحاد و بیدینی کی بیخ کنی کا ارادہ کر کے کل عیسائیوں کو قتل کر دینے اور اون کے گرجوں کو مساجد بنا دینے کا پختہ عزم کر لیا۔ مگر اپنا عندیہ صاف لفظوں میں ظاہر کرنے کی بجائے مفتی جمالی سے ان مجمل سے الفاظ میں استفتاء کیا "خدا کے نزدیک کونسا کام زیادہ مستحسن ہے۔ کل دنیا کو فتح کرنا یا قوموں کو مسلمان بنانا؟" مفتی نے جواب دیا "کفار کو مسلمان بنانا زیادہ مستحسن اور خدا کو زیادہ پسند ہے"۔ یہ فتوے حاصل کر کے سلطان نے وزیر اعظم کو اسیوقت کل گرجوں کو مساجد بنا دینے اور تمام عیسائیوں کو جو مسلمان ہونیسے انکار کریں قتل کر دینے کا حکم دیا۔ وزیر اعظم نے (جس بیچارہ کو کیا معلوم تھا کہ ابھی گریہ مسکین عیسائیوں کی اولاد آخر ش کیا کیا رنگ لائیگی)، اس حکم کے نتائج سے مخوف ہو کر جمالی سے جو بیساختہ اصل بات بیخبر ہونے کی وجہ سے یہ فتویٰ دیچکا تھا مشورہ کیا۔ جمالی نے جد و جہد کر کے بمشکل تمام یونانی بطریق کو سلطان کی خدمت میں باریابی دلا دی۔ اور اُس نے بمقام قسطنطنیہ دیوان (سلطان مجلس وزراء) کے روبرو سلطان محمد فاتح کے قول و اقرار اور قرآن شریف کی وہ آیات جن میں بجبر مسلمان کرنیکی ممانعت اور جزیہ ادا کرنے والے اہل کتاب کو مذہبی آزادی دینے کا حکم ہے پیش کر کے سلطان سے اس حکم کی منسوخی کی التجا کی۔ اور آخر سلطان کو اس ارادہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر سلطان نے چند عالیشان کنیسوں کو پھر

بھی مسجدیں بنالیا۔ اور اون کے عوض عیسائیوں کو نئے گرجے معمولی حیثیت کے بنا دیئے۔
سُلطان سلیم کی جنگی و بحری تیاریوں کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ جن سے اسکو تو موت نے کام نہ لینے دیا۔ مگر والئے مقدونیا فیلقوس کی طرح یہ سامان اوسکے فرزند رشید کے لئے جو فتوحات و جہانگیری میں سکندر پر بھی فوقیت لے گیا بہت کار آمد ثابت ہؤا۔

سلیمان صاحبقران کا عہد حکومت

سلطان سلیمان سلیم کا اکلوتا فرزند تھا اسلئے اوسکو اپنے باپ کیطرح تخت نشین ہونے پر اپنے کسی عزیز کے خون سے ہاتھ رنگنے نہ پڑے۔ اوسنے ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک جہانبانی کی یہ زمانہ صرف عثمانیہ تاریخ میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بھی نہایت مشہور اور معرکہ کا گذرا ہے۔ یورپ کی بڑی بڑی عیسائی طاقتیں فیوڈل طریقہ کی بد انتظامی اور بربادی سے اسوقت نہ فقط اپنا وجود سلامت لیکر اُبھر آئی تھیں بلکہ اپنی طاقت کے وسائل کو مجتمع اور اپنی قوت کو پختہ کر چکی تھیں۔ سلطان سلیم کی تخت نشینی کیوقت یورپ کی عیسائی طاقتوں کو ترکی حملوں سے محفوظ رہتے چلے آتے چالیس برس ہو گئے تھے۔ بایزید کے زمانہ میں عیسائیوں سے برائے نام مقابلہ ہوتا رہا۔ اور سلیم کے عہد میں انسے مطلقاً کوئی لڑائی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ ان دونوں فرمانرواؤں کے عہد میں یورپ کی موجودہ دول عظام طفولیت سے نشو و نما پا کر خاصی جوان ہو گئی تھیں ہسپانیہ اس دوران میں جزیرہ نمائے اندلس سے عرب فاتحین کا نام و نشان تک معدوم کر چکا تھا۔ اور اُس نے پوپ کی کئی بادشاہیوں کو ایک خاندان میں جمع کر لیا ہؤا تھا۔ فرانس نے اپنے تین جنگی بادشاہوں چارلس ہشتم[۱]۔ لوئی دوازدہم[۲]۔ اور فرانسس اوّل[۳] کے زیر فرمان اپنے وسائل اور طاقتوں کو جو عرصہ مدید سے باہمی جھگڑوں اور تنازعوں اور خانہ جنگیوں میں صرف ہو رہی تھیں یکجا کر کے بیرونی فتوحات پر لگانا سیکھ لیا تھا۔ فرانس کی مختلف ریاستوں اور امارتوں کو شاہ لوئی یازدہم[۴] نے اپنے زیر فرمان کیا تھا۔ انگلستان اور آسٹریا بھی اسیطرح ترقی کے میدان میں بہت کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔

---

[۱] چارلس ہشتم خوش خلق لقب فرزند لوئی یازدہم ۱۴۷۰ء میں پیدا ہؤا۔ ۱۴۸۳ء میں تخت نشین ہو کر ۱۴۹۸ء میں فوت ہؤا۔ اس نے اٹلی کو فتح کیا۔ مگر وہ جلد اس کے قبضے سے نکل گئی ✠ [۲] لوئی دوازدہم ابوالرعایا ۱۴۶۲ء میں پیدا ہؤا ۱۴۹۸ء میں تخت نشین ہؤا۔ ۱۵۱۵ء میں فوت ہؤا۔ اس نے ریاست وینس (جسے عرب بندق کہتے ہیں) لڑائی کی۔ ✠

[۳] فرانسس اول ۱۴۹۴ء میں پیدا ہؤا ۱۵۴۷ء کو فوت ہؤا۔ فرانس میں سب سے پہلے اس نے ڈاک خانے قائم کئے۔ یہ لوئی دوازدہم کا داماد تھا جسکے لاولد ہونے پر ۱۵۱۵ء میں تخت نشین ہؤا۔ اس کا لقب ابوالعلم تھا ۱۵۲۵ء میں شاہ ہسپانیہ نے سے قید کر لیا۔ مگر آخر کار اپنے حق میں معاہدہ صلح لکھا کر اوسکو آزاد کر دیا ✠ [۴] لوئی یازدہم فرزند چارلس ہفتم فاتح ۱۴۲۳ء میں پیدا ہؤا ۱۴۶۱ء میں تخت نشین ہؤا ۱۴۸۳ء میں فوت ہؤا ✠

علاوہ بریں پندرھویں صدی کے آخیر سے عیسوی دنیا میں صنعت وحرفت اور فنون کو جو قوموں کی آراستگی اور خوشحالی کا اصلی باعث ہیں بہت فروغ حاصل ہوگیا تھا - اور جنگی فن کی طرف تو سب سے بڑھ کر توجہ ہوگئی تھی - اب اون میں مستقل فوجیں رکھنے کا رواج ہوگیا تھا - اور ہر ایک نے اعلیٰ قواعد دان اور بخوبی مسلح فوج پیدل تیار کرلی تھی - آتشبار اسلحہ بالخصوص توپخانہ کے استعمال اور بنانے کا ڈھب اچھی طرح سے سیکھ لیا - اور اونکی بالعموم مشق کیجاتی تھی - اندلسیہ کے فاتح قرطبہ سالار[1] کپتان گونسالو کی لڑائیوں کی طفیل اور اوس کی زیر نگرانی اکثر عیسائی کمانڈر آزمودہ کار اور فنون حربیہ میں ماہر ہوگئے تھے - اور اسطرح سے عیسائی طاقتوں میں لائق افسرونکا سلسلہ شروع ہوگیا تھا - آسٹریا اور فرانس میں اٹلی کے قبضہ کے لئے جنگ شروع ہوجانے کے علاوہ اور بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آئے جن سے ظاہر ہوگیا کہ یورپ زمانہ وسطیٰ کی تاریکی سے نکل کر زمانہ حال کے میدان میں قدم رکھتا ہے - یہ کل واقعات گو جنگ وجدال سے متعلق نہ تھے - تاہم اس قسم کے ضرور تھے جن سے عیسائی اقوام میں بے اندازہ شجاعت ودلیری پیدا ہوگئی اور وہ مسلمان رقیب سلطنتوں کے مقابلہ کے لئے کافی مضبوط وتوانا ہوگئے - نئی دنیا اور جزائر اور بلاد شرقی میں پرتگیزوں اور ہسپانیہ والوں کے دور دراز بحری سفر طے کرکے عظیم الشان ممالک کو معلوم کرنا - علوم قدیمہ کا تازہ ہونا - علوم جدیدہ کا آغاز - فن چھاپہ کی ایجاد سے آزادانہ تحقیقات - بحث ومباحثہ اور تہذیب وشائستگی کو تحریک ملنا ان سب نے مل ملاکر عیسائیوں کو بہت زیادہ بلند ہمت - مشکلات میں متحمل اور راسخ العزم اور مستقل مزاج بنا دیا تھا - ان ترقیوں کے ساتھ ہی عیسائیوں میں مذہبی جوش کو بھی بیحد تحریک ہوگئی تھی بحری سیاحوں - فلاسفروں - مدبروں - سپاہیوں - اور طلبا سب اسلئے اپنے کام میں بڑی مستعدی سے مصروف تھے کہ جس طرح بن پڑے صلیب کو ہلال پر غالب کیا جائے - کولمبس کو نامعلوم بحر ذخار کے درمیان بھی ہر وقت یہی امید ڈھارس بندھاتی تھی کہ ان دریائی سیاحتوں اور سفروں سے خزائن بیشمار حاصل کرکے اونکو ارض مقدس کا فروں (یعنی مسلمانوں) کے ناپاک قبضہ سے چھڑانے پر خرچ کرونگا - چارلس ہشتم کو سوئٹزرلینڈ کے سلسلہ کوہ الپس کی پرخطر گھاٹیوں اور دشوار گذار چوٹیوں سے گذرتے ہوئے اور نیپلز کے میدان ہائے جنگ میں عیسائی رقیبوں سے نبرد آزما ہوتے وقت بھی ہمیشہ یہی خیال رہتا تھا کہ اٹلی کی فتح سے فارغ ہوکر میں قسطنطنیہ کو ترکوں کے تصرف سے آزاد کراؤنگا -

عیسائیوں کی طاقت کا پلڑا اس وجہ سے بھی اسلامی طاقت سے بھاری ہوگیا تھا کہ ایک عیسائی بادشاہ کے ماتحت کئی زبردست ریاستیں جمع ہوگئی تھیں - یعنی ایمپراطور چارلس[1] پنجم اس قدر وسیع سلطنت پر

[1] چارلس پنجم فلپ آرچ ڈیوک آسٹریا اور جوانا دختر فرڈیننڈ وایزبیلا فاتحان غرناطہ کا بیٹا تھا - سنہ ۱۵۱۶ء میں اپنے نانا

حکمران تھا جو رقبہ میں تو شارل مین[۵۱] کی سلطنت کے برابر اور طاقت و ثروت میں اوس سے چہار چند زیادہ تھی
ہالنڈ و بلجیم۔ ریاستہائے آسٹریا۔ اندلسیہ کی دونوں متفقہ سلطنتیں، اور نیپلز و سسلی کے زرخیز ممالک اوسکو وراثت
میں ملے۔ جرمنی کا قیصر انتخاب کے رو سے ہوا۔ اودھری سیاحین کورٹیز[۵۲] اور پیزارو[۵۳] کی جانفشانیوں سے
اوسکو امریکہ کے ممالک میکسیکو و پیرو جن میں سونے اور چاندی کی بیحد افراط تھی حاصل ہوئے تھے۔ اس
زبردست بادشاہ کو ترکوں کا مقابلہ کرتے وقت فرانس کی رقابت اور جرمنی کی مذہبی خانہ جنگیوں سے
رکاوٹ پیدا ہونی لازمی امر تھا۔ مگر ویسی ہی عثمانی ایرانیوں کی رقابت شیعہ سنیوں کے باہمی بغض و عناد اور
مصر و شام میں بغاوت ہو جانیکے اندیشہ سے اپنی پوری طاقت عیسائیوں کے مقابلہ پر نہیں لا سکتے تھے۔

الغرض عیسائی خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس قدر مضبوط اور متحد ہو گئے تھے کہ خاندان عثمان کیلئے
سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ مگر وہ اس خطرہ سے سلامت ہی نہیں رہا۔ بلکہ سولہویں صدی کے کل دوران میں
اوس کا ستارۂ اقبال دن بدن عروج پکڑتا گیا اور اُس نے عیسائیوں سے بیشمار زرخیز اور دلفریب صوبے
چھین کر اپنے وسیع ممالک محروسہ میں اضافہ کر لئے۔ اس کامیابی کا بڑا باعث بلاشبہ ترکی فوجی انتظام کا
ہنوز نقص و عیوب سے مبرا رہکر برابر زبردست اور عثمانی قوم کا اعلےٰ قومی ترقی کے جوش میں سرمست ہونا
اور اون کے مقبوضات کا قدرتی محل وقوع تھا جو بیرونی حملوں سے بہت کچھ محفوظ تھا۔ لیکن اس زمانہ میں ثانیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۸ فرڈینینڈ کی جگہ ہسپانیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اور ۱۵۱۹ء میں قیصر میکسمیلن کے بعد جرمنی کا قیصر ہوا۔ فرانسس
شاہ فرانس نے جو نیز جرمنی کے تخت کا امیدوار تھا چارلس سے لڑائی کی۔ آخر شکست کھا کر مقید ہوا۔ ۱۵۰۰ء میں پیدا ہوا۔ ۱۵۵۶ء
میں تاج و تخت اپنے بیٹے فلپ کے حوالہ کر کے خود گوشہ تنہائی اختیار کیا اور ۱۵۵۸ء میں مر گیا۔ یہ رومن کیتھولک مذہب رکھتا تھا جرمن کے
پروٹسٹنٹ شہزادوں نے کئی دفعہ بغاوت کی مگر شکست یاب ہوئے۔ شاہ ہنری ہشتم کے ساتھ ملکر کئی دفعہ فرانس سے لڑائی کی۔

۵۱ شاہ فرانس و بانی سلطنت جرمن ۸۰۰ء میں خود مختار بادشاہ ہوا۔ ۸۱۴ء میں فوت ہوا۔ خلیفہ ہارون رشید کا ہمعصر اور دوست
تھا۔ اوس کا عہد حکومت زیادہ تر لڑائی ہنگاموں میں صرف ہوا۔ وہ لڑائی میں کچھ ایسا بہادر نہ تھا۔ مگر متقن اور علم دوست اعلےٰ
درجہ کا تھا۔

۵۲ ہرنندو کورٹیز فاتح میکسیکو اندلس کے ایک شریف مگر معمولی حیثیت کے خاندان کا لڑکا تھا۔ ۱۴۸۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ نامور امیر البحر کئی برس شاہی خدمت
کرنے کے بعد شاہ چارلس پنجم کی بدسلوکی و سرد مہری سے دل برداشتہ ہو کر چھ برس کنج عزلت میں بسر کرنیکے بعد ۱۵۴۷ء میں مر گیا۔

۵۳ فرانسس پیزارو دریافت کنندہ و فاتح پیرو (واقع جنوبی امریکہ) وہ ایک افسر کا حرامی بیٹا تھا۔ اور اوائل عمر میں سور چرایا کرتا تھا
بالغ ہونے تک بالکل ناخواندہ رہا۔ آخر بحری فوج میں بھرتی ہو کر یاوری بخت اور شیروئی بازو سے رفتہ رفتہ جنوبی امریکہ کے ہسپانوی
مقبوضات کا خود مختار نائب السلطنت ہو گیا اور ۱۵۴۱ء میں چند سازشیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ ۱۴۷۱ء میں ہسپانیہ کے شہر ٹرکسلو میں پیدا ہوا تھا

عظمت و اقتدار کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ سلطنت پر ایک صاحب تدبیر اور زبردست دل گردہ کا بادشاہ اور بڑا آدمی فرمانروا تھا۔ اوسکی بڑائی اسوجہ سے نہیں تھی کہ اوسکو مناسب اور مفید مطلب حالات و موقعوں کی موجودگی اور اجتماع کے دوران میں کام کرنا پڑا۔ اور نہ اسوجہ سے کہ وہ اپنے زمانے کے حسب حال مناسب مواقع کو تاڑ جانے اور اون سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت اور مستعدی رکھتا تھا۔ بلکہ وہ فی الواقع اور بذاتہ بڑا آدمی تھا جو زمانہ حال کا بے نظیر منتظم اور بعید بیں نبض شناس اور زمانہ استقبال کے لئے خطا نہ کرنیوالا واضع و مقنن تھا۔

سلطان سلیمان اول کو یورپین مورخین نے "سلطان اعظم" "سلیمان عالیشان" اور ترکی وقائع نگاروں نے "سلیمان قانونی" و "سلیمان صاحبقران" کا لقب دیا ہے۔ یہ زمانہ گویا قابل بادشاہوں کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ ایمپراطور چارلس پنجم[1]۔ شاہ فرانسس اول۔ پوپ لیو دہم[2]۔ ہنری ہشتم[3]۔ واسیلی[4] ایوانووک جس نے روس کی مستقبلہ عظمت کی بنیاد قائم کی +

سجس منڈ[5] اول والی پولنڈ۔ اینڈریاس گرٹی ریاست وینس کا فرزانہ پریسیڈنٹ۔ شاہ اسمعیل ایران کی متفرق اجزا کا

---

[2] گوینی ڈی میڈی سی پوپ لیو دہم لارنزو عالیشان امیر فلورنس کا دوسرا بیٹا ۱۴۷۵ء میں پیدا ہوا۔ لوئیس نہم شاہ فرانس نے ۷ سال کی عمر میں اوسکو آرچ بشپ بنایا تیرہ برس کی عمر میں کارڈینل (پوپ کے چھوٹا عہدہ) بنا۔ اور ۱۵۱۳ء میں پوپ ہوا۔ یہ شخص مذہبی لیاقت کی وجہ سے اتنا مشہور نہیں جس قدر کہ رزم آرائی اور علم دوستی کیوجہ سے ۱۵۲۱ء میں فوت ہوا۔

[3] انگلستان کا مشہور بادشاہ اپنے باپ ہنری ہفتم کے بعد ۱۹ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا پروٹسٹنٹ مذہب کا بانی لوتھر اسکا ہمعصر تھا ہنری نے اوسکے برخلاف ایک کتاب لکھی جسپر پوپ نے خوش ہوکر اوسکو محافظ دین کا خطاب دیا۔ مگر ہنری کی آزاد طبعی کے باعث پوپ کے ساتھ زیادہ عرصہ صفائی نہ رہی۔ یہ بہت قابل اور منتظم شخص تھا۔ مگر اوسکی شہوت پرستی سے کوئی عورت اور اوسکے غصہ سے کوئی شخص نہیں بچا تھا۔ مذہبی عقائد میں وہ پہلے پکا رومن کیتھولک تھا۔ مگر پھر پروٹسٹنٹ یا رومن کیتھولک کچھ بھی نہ رہا۔ اور پورا لامذہب ہو گیا۔ پہلی بیوی کو طلاق دیکر پے در پے چار عورتوں سے شادی کرکے تین کو قتل کرا دیا۔ اور اونمیں سے ایک جو ایڈورڈ ششم کی ماں تھی شہزادہ کو جنتے وقت مر گئی۔ اوسکی چھٹی بیوی اوسکے بعد زندہ رہی۔ یہ انگلستان کی مشہور ملکہ ایلزبتھ کا باپ تھا۔ ایلزبتھ کی ماں این بولین اوسکی دوسری ملکہ تھی جو بجرم زنا قتل کرا دی گئی تھی۔ ۱۴۹۱ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۵۴۷ء میں فوت ہوا۔

[4] ایوان چہارم ملقب بہ ظالم چار برس کی عمر میں ۱۵۳۳ء میں تخت نشین ہوا۔ اوس کی ماں ولیہ مقرر ہوئی۔ ۱۵۴۴ء میں بالغ ہوا سویڈن۔ پولنڈ اور تاتاریوں پر چڑھائی کرکے اون کو مغلوب کیا۔ اور ان ممالک کے باشندوں اور خود اپنی رعیت پر بے حد ظلم و ستم کئے۔ بڑے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ مگر تہذیب کی بنیاد اسی نے روس میں قائم کی۔ اور "زار" و "خودمختار" کا لقب بالاستقلال اسی نے اختیار کیا۔ ۱۵۸۴ء میں فوت ہوا۔

[5] سجس منڈ اول ملقب بہ اعظم ۱۴۶۷ء میں پیدا ہوا۔ ۱۵۰۶ء میں پولنڈ کا بادشاہ منتخب ہوا اوسنے روسیوں اور والیشیوں کو اپنے ملک سے بزور شمشیر خارج کیا۔ اور ترکوں کے برخلاف ہنگریا والوں کو بڑی مدد دی

۱۵۴۸ء تک حکومت کی

جامع - اور ہندوستان کے خاندان مغلیہ کا سرتاج جلال الدین اکبر[1] یہ سب اُسوقت دنیا کے سواد کو اپنے وجود سے تاباں کر رہے تھے × × × × × × × × × مگران ناموروں میں سے ایک بھی عثمانیہ سلطان کی شان و شوکت اور عظمت و جلالت کے ساتھ لگا نہیں کھا سکا ۔ سلیمان بایزید کے زمانہ میں ہی جبکہ وہ بہت کم عمر تھا صوبوں کی گورنری پر مامور ہوتا رہا ۔ حملہ ایران کے وقت جب سلیم اوسکو نائب السلطنت بنا گیا اوس وقت اوس کی عمر بیس برس کی تھی ۔ فتح مصر کے وقت وہ ایڈریانوپل کا گورنر تھا ۔ اور سلیم کے عہد کے آخری دو برس صوبہ سروخن کا گورنر رہا چنانچہ ۲۶ برس کی عمر میں جب وہ تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوا تو امور سلطنت اور حکمرانی سے ناواقف نہ تھا ۔ زمانہ شہزادگی میں وہ اعلیٰ قابلیت ولیاقت کے لئے ہی مشہور نہ تھا بلکہ شرافت طبعی اور رحمدلی کیوجہ سے ہر دلعزیز بھی بہت تھا ۔ اور رعایا نے جو سلیم یاوز کی سخت گیری سے بہت تنگ آگئی تھی ۔ اس نوجوان کی تخت نشینی پر جو ذاتی رعب و وقار ۔ جسمانی طاقت ۔ نرم دلی ۔ انصاف پسندی اور دانائی میں شہرۂ آفاق ہو رہا تھا بے اندازہ مسرت کا اظہار کیا ۔ اوس کے ابتدائی افعال سے ہی رعیت پر واضح ہو گیا کہ سچی انصاف پسندی اور فیاضانہ علو حوصلگی اوس کے عہد حکومت کے نمایاں اصول ہونگے ۔ اون چھ سو مصریوں کو جنکو سلیم نے قسطنطنیہ میں بجبر آباد کیا تھا ۔ گھروں کو واپس جانے کی اجازت دی گئی ۔ جن سوداگروں کی جائدادیں سلیم نے ایران سے تجارت کرنے کے جرم میں ضبط کر لی تھیں اونکو معاوضہ میں زر خطیر عطا کیا گیا ۔ اور کئی اعلیٰ عہدہ داران ملکی و بحری پر جنپر ظلم شعاری اور ایذا دہی کے الزام عائد ہوئے باضابطہ مقدمات قایم کئے گئے ۔ اور مجرم ثابت ہونے پر اونکو قتل کی سزا دی گئی ۔ اور تمام گورنروں کو تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ امیر و غریب ۔ مسلمان اور غیر مُسلم سب کو ایک نظر سے دیکھکر ہر ایک خطا کار اور ظالم کو خواہ وہ کوئی ہو عبرت بخش سزا دی جائے اور انصاف و عدالت میں کسی کی طرفداری نہ کی جائے سلطان کے یہ کارنامے اور احکام فی الفور تمام مُلک میں مشہور ہو گئے ہر ایک طرف سے اوسے آفرین و تحسین ہونی شروع ہو گئی ۔ اور رعایا کو یقین ہو گیا کہ اب ہم پر ایک ایسا سُلطان حکمران ہے جو رحمدلی کے ساتھ ہی ظلم و ستم کی بیخکنی کی بھی پوری طاقت اور خواہش رکھتا ہے ۔ چنانچہ سلیم کی وفات پر تمام مُلک میں امن قائم رہا ۔ صرف شام میں کسی قدر فساد ہوا ۔ اور وہ بھی ایک قدیمی غدار کی وجہ سے ۔ سلیم نے غدار مملوک سردار غزالی کو اپنے آقا بہ نعمت اور مُلک کی نمکحرامی کے صلہ میں شام کا گورنر مقرر کیا تھا جس نے اب دوبارہ نمک حرامی سے کام لیکر سلیمان کے تخت نشین ہونے پر آزاد ہونے کی کوشش کی ۔ مگر سلیمان نے فی الفور اوسکی سرکوبی کے

[1] ۱۵۴۲ء میں بمقام امرکوٹ ریگستان بیکانیر میں پیدا ہوا ۔ تیرہ برس کی عمر میں ۱۵۵۶ء میں ہمایوں کے بعد تخت نشین ہو کر ۱۶۰۵ء میں فوت ہوا ۔

لئے فوج روانہ کردی۔ جس کے شکست یاب ہوکر دتل ہو جانے سے نہ فقط شام میں امن قایم ہوگیا۔ بلکہ شاہ اسمٰعیل بھی جو سرحد پر فوجیں جمع کرکے ترکوں کی کمزوری سے فایدہ اٹھانے کے لئے تیار بیٹھا تھا اپنے مخالفانہ ارادوں کی تکمیل سے رُک گیا۔ مگر سلیمان کو اپنی جنگی قابلیت دکھانے کے لئے زیادہ عرصہ تک منتظر نہ رہنا پڑا اُسنے سب سے پہلے ہنگریوں کو اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھلائے۔ سلیم کی سلطنت کے آخری حصہ میں سرحد پر ہنگریا والوں اور ترکوں میں تھوڑی بہت چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی تھی جسپر دوسری خطا ہنگریا کے بیوقوف بادشاہ لوئیس دوم نے یہ کی کہ سلیمان کے سفیر کو بےحرمت کرکے قتل کرا دیا۔ سلطان کا پیمانہ غضب اس گستاخی سے لبریز ہوگیا۔ اور وہ فوراً سپہ جرار اور عظیم توپخانہ لیکر سرحد کیطرف روانہ ہو پڑا۔ رستہ میں سامان رسد اور گوداموں کے باقاعدہ پہنچتے رہنے اور باربرداری کا نہائیت معقول انتظام کیا گیا۔ جس سے ثابت ہوگیا کہ سلیم کا بیٹا جس طرح شجاعت میں باپ سے کم نہیں۔ اوسی طرح دور اندیشی اور انتظامی قابلیت میں اُسکا ہم پلہ ہے۔ فوج کمال بشاشت اور مستعدی سے اوسکے زیرکمان دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہوئی۔ فوج اوسکے مبارک، وسعود نام اور ہر ایک چیز میں جو اوسکے متعلق تھی دس کا عدد آنیکی وجہ سے اوسکی فتح وفیروزی پر کامل یقین رکھتی تھی۔ ترک دس کے عدد کو بہت مبارک اور سعد خیال کرتے ہیں۔ سلیمان خاندان عثمانیہ کا دسواں سلطان تھا۔ دسویں صدی ہجری کا افتتاح اوسکے پیدا ہونے پر ہوا۔ اور اسی طرح اور کئی باتوں میں دس کا عدد اوس سے متعلق ہوتا تھا۔ جس سے اوسکے نیلے دلی اوسکو "تکمیل کنندہ عشرہ کاملہ" بھی پکارتے تھے۔ سپاہ اوسکو محبوب الٰہی سمجھ کر اوسکے فرمان پر فتح کا کامل یقین رکھکر خدا کی راہ میں دشمن پر حملہ آور ہوتی تھی۔ وہ اپنے شہنشاہ کے دشمنوں کے حق میں حضرت سلیمان کے خط بنام بلقیس ملکہ سبا سے جو قرآن شریف کی ستائیسویں سورہ میں ہے فال نکالا کرتے تھے۔ اور ان آیات کو اکثر پڑھا کرتے "اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ" ایسی پیشینگوئیوں کا جہاں پر ہی نہیں بلکہ فوج پر بھی بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ اُس میں ایسی روح پھونک دیتی ہیں کہ ایک طرح سے اپنے پورا ہونیکا خود موجب ہوجاتی ہیں۔ سلطان کو کفار کے برخلاف اپنی پہلی مہم میں کامل کامیابی نصیب ہوئی۔ اوسکے جرنیلوں نے سبتز اور ہنگریا کے کئی دیگر شہر فتح کرلئے۔ سلیمان فوج کا بڑا حصہ لیکر خود بلگریڈ (بلغراد) پر جو ترکی سیلاب کے برخلاف عیسائیوں کو مدت تک سد سکندری کا کام دیتا تھا اور جس کے مقابل فاتح قسطنطنیہ کو سخت ہزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔ حملہ آور ہوا۔ اور ۹ر اگست ۱۵۲۱ء کو اُسے فتح کرکے گرجۂ اعظم کو مسجد بنایا۔ فصیلوں اور برجوں کو مرمت کرایا۔ اور شہر میں ترکی فوج کی رہائش کا انتظام کرکے بفتح وشادمانی اپنی پہلی مہم سے فارغ ہوکر قسطنطنیہ کو مراجعت فرما ہوا۔

دارالخلافت کو واپس آکر سلطان نے سلطنت کے تمام بڑے بڑے شہروں میں باشندوں کی فرحت و

تفریح اور صُلح وجنگ میں کام آنیکے لئے بسرعت تمام عالیشان نئی عمارتیں تعمیر کرائیں قسطنطنیہ کا کارخانہ جہازسازی اور اسلحہ خانہ وسیع کیا گیا۔ اور نئے بیڑوں اور بحری وجنگی سامانوں کی تیاری پر ہزاروں آدمی مامور کئے گئے۔ محمد فاتح کو مزید عیسائی ممالک کی فتح کرنے میں دو موانع درپیش آتے تھے۔ بلغراد کی فتح سے ایک تو دور ہو گیا۔ اور اب دوسرے کی فکر کی گئی۔ رہوڈس[1] کا عیسائیوں کے قبضہ میں رہنا گو پہلے بھی عثمانیوں کیلئے کچھ کم تکلیف کا باعث نہ تھا۔ مگر جب سے مصر اور شام ممالک محروسہ میں داخل ہوئے۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ عثمانیہ جہازوں کی آزادانہ آمد و رفت کیلئے ہر وقت خطرہ کا موجب بنگیا۔ الغرض ۱۸ جون ۱۵۲۲ء کو تین سو جہاز قسطنطنیہ سے رہوڈس کو روانہ کئے گئے جنپر اونکے ملاحوں اور جنگی سامانوں کی مقدار کثیر کے علاوہ آٹھ ہزار چیدہ سپاہی اور دو ہزار سرنگ لگانے والے سوار تھے۔ بیڑہ کی روانگی کے ساتھ ہی سلیمان ایک لاکھ فوج لیکر ایشیا کوچک کے مغربی ساحل کے کنارہ کنارہ روانہ ہو پڑا۔ اور فوج و بیڑہ کے ایک دوسرے کو ملنے کی جگہ خلیج مارمرائس مقرر کی گئی۔ اس موقعہ پر سینکڑوں برس بعد ۱۸۰۱ء میں فرانسیسوں سے مصر کو پھر فتح کرنیکے لئے انگریزی فوج اور بیڑہ جہازات ترکوں کی مدد کے لئے سر رلیف ایبر کرامبی کے ماتحت جمع ہوئے تھے۔

رہوڈس کا گرینڈ ماسٹر اس وقت ایک فرانسیسی نائٹ ولیئر ڈی لسلی آدم تھا۔ جس کی شجاعت و قابلیت مسلمہ تھی۔ قلعہ رہوڈس کی باقاعدہ فوج تعداد میں پانچہزار تھی۔ جس میں سے چھ سو نائٹ تھے۔ انکے علاوہ بندرگاہ کے ملاحین کی پلٹن تیار کی گئی۔ شہر کے جوان باشندوں کو فوج میں بھرتی کر کے مسلح کیا گیا جو دہقانی ترکی فوج سے ڈر کر شہر میں چلے آئے تھے۔ اونکو سرنگیں لگانے کا کام سکھایا گیا اور غلاموں کو فصیلیں اور مورچے تیار کرنے پر لگا دیا گیا۔ سلطان محمد الفاتح کے سپہ سالار کے حملہ کے بعد فصیلوں کو بہت مضبوط کر دیا گیا تھا۔ اور بیرونی فصیل کے علاوہ ایک اور اندرونی فصیل بھی تیار کر لی گئی تھی۔ ماسوا ازیں کئی محل اپنی اپنی فصیلیں اور مورچے رکھتے تھے کہ اگر باقیماندہ شہر غنیم کے قبضہ میں بھی آجائے تو بھی اونکا مقابلہ کیا جاتا رہے۔

[1] رہوڈس ایشیا کوچک کے جنوب مغربی گوشہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر بحیرہ روم کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ اس کا طول ۵۰ میل اور زیادہ سے زیادہ عرض ۲۰ میل ہے۔ اسکی سرزمین کوہستانی ہے اور ایک سلسلۂ کوہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلا گیا ہے۔ جسپر صنوبر کے بیشمار گھنے جنگل ہیں۔ اس درخت کی لکڑی جہازوں کے کام آتی ہے۔ رقبہ ۵۰ میل۔ آبادی ۳۲ ہزار جسکی تفصیل ہے۔ ترک ۱۰ ہزار۔ یہودی دو ہزار۔ باقی یونانی۔ اسکے صدر مقام کا نام بھی رہوڈس ہے۔ ۱۸۵۶ء میں بجلی سے بارود کے میگزین کے اڑنے سے ایک ہزار گھر اس شہر کے منہدم ہو گئے تھے۔ اور ۱۸۶۳ء میں زلزلہ سے دو ہزار گھر مسمار ہوئے۔ آبادی ۲۰ ہزار کے قریب ہے۔ شہر کے دونوں سروں پر سمندر کے کنارہ پر جنکا درمیانی فاصلہ ۸۰۰ فٹ ہے۔ دو عظیم الشان برج ہیں۔ اور گھاٹ کے وسط میں ۱۲۰ فیٹ بلند ایک مینار ہے۔

سلیمان ۲۸ جولائی ۱۵۲۲ء کو رہوڈس پر اُترا - اور یکم اگست کو محاصرہ شروع ہوگیا - جو محافظین کی دلاوری اور شجاعت کی وجہ سے پانچ ماہ تک رہا - محاصرین کو توپوں اور سرنگوں سے جنکو اکثر محصورین خود سرنگیں لگاکر سطح زمین کے نیچے ہی نیچے بارود اُٹھائے جانے یا بھگو جانے سے بیکار کر جاتے تھے ستمبر کے شروع میں دیوارِ شہر میں چند شگاف ہوگئے - اور حملہ آوروں نے شہر پر بڑی سختی سے حملہ کرکے اوسکے رستہ داخل ہونیکی کوشش کی - مگر آخر پسپا کر دیئے گئے - اس کے بعد ۱۲ اکتوبر - ۲۳ - و ۳۰ - نومبر کو تین اور حملے کئے گئے - ان میں بھی ترکوں کو واپس ہٹ آنا پڑا - اسپر ترکی کمانڈروں نے شہر کو حملہ کرکے فتح کرنے کی کوشش چھوڑ دی اور سرنگوں اور توپخانہ سے اوسکو مفتوح کرنے کا عزم کر لیا - چنانچہ تبدریج پیشقدمی کی ترکیب پر کاربند ہوکر جس کو اوس وقت سے بعد بالعموم استعمال کیا جاتا ہے - مگر اُس سے پہلے کسی نے استعمال نہ کیا تھا - یا بہر حال جس باقاعدگی سے ترکوں نے اس موقعہ پر اُس سے کام لیا - ویسی باقاعدگی پہلے کسی معرکہ میں نہیں پائی گئی تھی - ترک اپنے مورچوں اور خندقوں کو آگے بڑھاتے گئے - جس سے اونکی توپیں شہر سے قریب ہوتی گئیں اور اونکے گولے قرب کی نسبت سے فصیلوں کو منہدم کرنے میں زیادہ مؤثر ہوگئے - حتی کہ ترکی سپاہی اپنے مورچونکو بڑھاتے ہوئے محصورین کے مورچوں کی پہلی صف میں داخل ہوگئے - اس وقت سلیمان صاحبقران نے محصورین کی حالت پر رحم کھاکر قلعہ حوالہ کر دینے کے لئے چند شرائط پیش کیں - جنکو منظور کر لینا زیادہ مناسب سمجھا گیا - عیسائیوں کے پاس ابھی اپنی حفاظت کے وسایل اور سامان موجود تھے - مگر باہر سے کسی مدد پہنچنے کی کوئی امید نہ تھی اور شہر کا آخر کار فتح ہو جانا یقینی امر تھا - انہوں نے سوچا کہ سلطان اسوقت تو باعزت شرائط پیش کر رہا ہے بڑی بات یہی ہے کہ جزیرہ چھوڑنا پڑیگا - سو کوئی اور جگہ ڈھونڈلی جاسکتی ہے - لیکن اگر آخری دم تک مقابلہ کیا گیا اور بزور شمشیر مفتوح ہوئے تو غضب آلود ترکی سپاہیوں سے توقع ہے کہ وہ قتل عام سے کبھی دریغ نہ کرینگے اور اس طرح سے سینٹ جان کا طبقہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو جائیگا - نائیٹوں کا یہ فیصلہ جیسا کہ اونکے حق میں مبارک نکلا ویسا ہی ترکوں کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا - یہ لوگ رہوڈس سے نکل کر جزیرہ مالٹا کو جو کئی سو برس عربوں کے ماتحت رہنے کے بعد نارمن عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا - چلے گئے اور اوسکو نارمن لوگوں سے چھین کر اپنا تسلط قائم کر لیا - اور بتدریج اسکے بندرگاہوں کو ایسا مضبوط بنا لیا کہ سلطان سلیمان کی فوج کو وہاں ویسی ہی زک اٹھانی پڑی جیسی کہ سلطان محمد کی فوج کو انہی نائیٹوں کے ہاتھوں رہوڈس میں

ـــــــــــــــ

لہ محاصرہ پلیونا میں بھی جب روسی حملے سے اوسکو فتح کرنے سے عاجز آگئے تو اسی ترکیب سے کام لیا گیا تھا - کرنل چیسنی اپنی کتاب ٹرکی کے صفحہ ۲۶ میں تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقہ کے موجد ترک ہی ہیں - اس محاصرہ میں ترکوں نے اب پہلی مرتبہ پھٹنے والے گولے بھی استعمال کئے تھے - دیکھو وان ہیمر جرمن مورخ کی تاریخ ٹرکی جلد ۲ صفحہ ۳۲ + مؤلف

اس شکست کا چنداں بُرا اثر گو اسوقت محسوس نہ ہوا۔ مگر وسط سمندر میں ایک ایسے مضبوط مقام کے عیسائیوں کے تصرف میں رہنے کی بدولت سلطنت عثمانیہ کو آخرکار اپنے شمالی افریقہ کے اکثر مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑا۔ مغلوب دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جس سے وہ پھر بھی کبھی نقصان پہنچانے کے قابل رہجائے ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جسپر کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف تو انسانیت۔ شائستگی و تہذیب اور سب سے بڑھکر اسلامی احکام کا یہ منشا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مغلوب کے ساتھ نرمی سے سلوک کیا جائے۔ مگر اس کا ثمرہ آخرکار فاتح کو ایک دن یہ ملتا ہے کہ وہی مغلوب قوم کسی دن برسر مقابلہ ہوکر اوس کا نام و نشان تک مٹا دیتی ہے۔ ہسپانیہ و سرویا اور دیگر ترکی صوبجات اس امر کی زندہ نظیریں۔ اے سامنے موجود ہیں۔ برخلاف اسکے جن فاتحین نے مغلوب دشمنوں کو بالکل معدوم یا مطلقاً بیدست و پا کردیا وہ ایسے صدمات کے گزند سے بالکل محفوظ نظر آتے ہیں۔ لیکن ہم اس بحث کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ مسلمان اگر سختی و تشدد اور غیر مذاہب کی رعایا کو معدوم کرنے سے پرہیز کرتے رہے ہیں تو بیشک یہ اسکی طفیل ہے کہ باوجود بیشمار اعدا کی موجودگی اور اون کی ہمت و کوشش کے خداوند کریم نے اونکے وجود اور حکومت کو قائم رکھا ہوا ہے۔ برخلاف اسکے گو ہسپانیہ کی عیسوی سلطنت مسلمانوں کو اور امریکہ کے عیسائی اصلی باشندوں کو معدوم کردینے سے اونکی طرف سے بالکل امون ہوگئے ہیں۔ لیکن اور طرح سے جو مصائب گوناگون اونپر وارد ہورہے ہیں وہ اسلامی سلطنتوں کی مصیبتوں سے کچھ کم نہیں۔ اور اگر اسلامی ریاستوں اور بالخصوص سلطنت عثمانیہ کو موجودہ یا آزاد شدہ عیسائی رعایا سے ایک دن چین نصیب نہیں ہوتا تو مغلوب دشمن یا غیر مذہب کی رعایا کو معدوم کرنے والی عیسوی سلطنتوں کو دوسری قسم کی مشکلات اور خود اپنے ہمذہب کی رعایا کی خودسری سے ایک لحظہ کے لئے آرام نہیں ملتا۔

سلطان سلیمان نے اپنی شرائط سے اپنے مخالفین کی ناکامیاب بسالت وجرأت کی عزت افزائی ہی نکی بلکہ اونسے اسلامی صداقت۔ رحمدلی اور خود نامور فاتح کی عالی حوصلگی اور فیاضی کا بین ثبوت مل رہا ہے۔ نائیٹوں کو اپنے اسلحہ اور جائداد ساتھ لیکر بارہ دن کے اندر خود اپنی کشتیوں پر سوار ہوکر جزیرہ چھوڑ دینے کی اجازت دی گئی۔ اور بشرط ضرورت باربرداری کیلئے خود سلطانی جہاز اونکو دیئے جانیکا وعدہ کیا گیا۔ باشندگان رہوڈس کو سلطانی رعیت ہو جانے پر کامل مذہبی آزادی دیگئی۔ پانچ برس کے لئے اونکو محاصل معاف کئے گئے۔ اونکی اولاد کو فوجی خدمت اور گرجوں کو مسلمانوں کے تصرف سے محفوظ کیا گیا۔ یہ شرائط فریقین میں ۲۵ دسمبر ۱۵۲۲ء کو ہوئیں۔ اور عیسائی مورخ معترف ہیں کہ ان کی تعمیل نہایت دیانتداری سے کیگئی۔ ترکوں کی صادق الوعدی اور اونکا بہادروں کی سچی عزت کرنا اس سے ظاہر ہے کہ باوجودیکہ کئی سو برس گذر چکے ہیں۔ نائیٹوں کے خاندانی نشان اور نقش رہوڈس کی سرکاری عمارت میں اب تک موجود ہیں۔ اور ترکوں نے اب تک محو نہیں کیا۔ سلطان نے روانگی

سے پہلے گرینڈ ماسٹر کو شرف باریابی عطا کیا - اور ترجمان کی معرفت اوس سے تسلی آمیز گفتگو کرکے وزیر اعظم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا "میں اس بہادر آدمی کو پیرانہ سالی میں اوسکے گھر سے نکال تو رہا ہوں مگر اسکا مجھے بہت رنج و افسوس ہے"۔ کیا کسی عیسائی فاتح کو بھی فتح کے موقعہ پر ایسا خیال دل میں گذرا ہے؟

فتح رہوڈس سے فارغ ہو کر سلیمان دارالخلافہ کو لوٹ گیا اور ۱۸ - ماہ تک اندرونی نظم و نسق سلطنت میں مصروف رہا - اور پھر کچھ عرصہ کے لئے متواتر کوششوں سے ذرا سستانے کیلئے ۱۵۲۵ء کے موسم خزاں میں ایڈریانوپل جاکر سیر و شکار میں مشغول ہو گیا - اس اثنا میں کسی دوسرے ملک پر چڑھائی نہ کیگئی البتہ احمد پاشا کی بغاوت فرو کرنیکے لئے جو خیر بے کی جگہ مصر کا گورنر مقرر ہوا تھا عثمانیہ فوج کا ایک حصہ مصر کو روانہ کیا گیا اور جب نمک حرام شکست پاکر کیفر کردار کو پہنچ گیا تو سلطان نے اپنے پیارے وزیر اعظم ابراہیم پاشا کو وہاں کا انتظام درست کرنے کے لئے مصر بھیجدیا تھا - ینگچری فوج مسلسل تین برسوں کی بیکاری سے اکتا گئی - وہ سلطان کی رزم آرائی کو بھلا دینے سے بگڑنے لگی اور آخر کار علانیہ بغاوت کرکے وزیروں اور دوسرے لوگوں کے مکان لوٹنے شروع کر دیئے - سلطان یہ خبر پاتے ہی قسطنطنیہ کو گیا اور اس طوفان کو اپنی موجودگی سے فرو کرنے کی کوشش کی - وہ کمال دلاوری سے سرکش فوج کے سامنے چلا گیا اور اپنے ہاتھ سے دو سرغنہ باغیوں کے قتل کئے - مگر اوسے آخر فوج کو انعام و اکرام دیکر راضی کرنا پڑا - گو بعد میں اُس نے چند افسر جنکو جنکی نسبت اوسے شک تھا کہ انہوں نے بغاوت کی تحریک کی ہے یا بدامنی کو روکنے میں غفلت کی ہے قتل کرا کر کسی قدر اونکی سرکشی کا عوض لے لیا - اسکے بعد سلطان نے ابراہیم کو مصر سے واپس بلا لیا اور اوس کے مشورہ سے ہنگری پر جس سے گو بلغراد کی مہم کے بعد کوئی معرکہ کی لڑائی نہ ہوئی تھی لیکن جنگ برابر جاری تھی - چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا - شاہ فرانسس اول بھی اپنے رقیب چارلس پنجم کی طاقت کو منقسم کرنیکے لئے اس وقت سلطان سے ہنگری پر چڑھائی کرنے کی بالحاح پے در پے درخواست کر رہا تھا - اور دوسری طرف شاہ ایران نے چارلس اور شاہ ہنگریا کے پاس ترکوں کے برخلاف حربی و اتحادی معاہدہ کرنے کیلئے سفیر روانہ کر دیا ہوا تھا ✢

۱۵۲۶ء میں سلطان نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج اور تین سو توپوں سے ہنگریا پر فوجکشی کی - اپنے باپ اور پردادا سلیم و محمد کی طرح اوسکو توپخانہ کی طرف خاص توجہ تھی جسکے طفیل اوسکے عہد حکومت میں ترکی

ؔ طبقہ سینٹ جان (یوحنا) کے نائٹ جو صلیبی لڑائیوں میں قائم ہوا تھا - دو سو بارہ برس جزیرہ پر متصرف رہے ۔ وہاں کا محلہ اور مکانات اب تک قائم ہیں - جن پر نائیٹوں کے نشانات برابر موجود ہیں - یہ مکان بالکل خالی پڑے ہیں - مؤلف ✢

توپخانہ توپوں کی تعداد اور اونکی فرمانبرداری اور نیز سامان ضروریہ کی تکمیل و درستی اور گولہ اندازوں کی لیاقت و مشاقی میں کل دوسری قوموں کے توپخانہ پر فوقیت رکھتا تھا۔ لوئیس شاہ ہنگریا نے باوجود قلیل فوج رکھنے کے بیوقوفی سے سلطانی عساکر کا مقابلہ کر دیا۔ ہنگریا کے شہ سواروں نے اپنی حسب معمول شجاعت و مردانگی سے غنیم پر حملہ کیا۔ اور اونکی ایک چیدہ جماعت صفوں کو چیرتی ہوئی عین اُس مقام پر پہنچ گئی جہاں سلطان سلیمان ینگچری فوج کو لئے ہوئے کھڑا تھا۔ سلطان کی جان اوسکی زرہ نے بچالی۔ مجروح شہ سوار کا نیزہ اوس سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ اور وہ خود بھی وہیں کھیت رہا۔ الغرض ہنگریا کے شہ سواروں کی دلیری کثرت تعداد۔ عمدہ اسلحہ۔ و باقاعدہ نظام کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ اور دو گھنٹوں سے بھی تھوڑے عرصہ میں ہنگریا کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ شاہ لوئیس۔ آٹھ بشپ بیشمار سردار اور ۲۴ ہزار دیگر سوار اس لڑائی میں قتل ہوئے۔ شاہ مقتول کی لاش میدان جنگ کے قریب ایک نالہ کے کنارہ پر دستیاب ہوئی۔ سلیمان کو اپنے حریف بادشاہ کی جوانامرگ پر جو عمر میں اوس کے برابر تھا سخت افسوس ہوا۔ اور بے اختیار یہ الفاظ اوس کی زبان سے نکل گئے۔ "الٰہ العالمین۔ اس مرحوم پر رحم فرما اور اون لوگوں کو سزا دے جنہوں نے اسکی ناتجربہ کاری سے فائدہ اُٹھا کر اوسکو دھوکا دیا۔ میں بیشک اوسکے ساتھ لڑائی کرنے آیا تھا۔ مگر میری یہ خواہش کبھی نہ تھی کہ اوسکا نخل حیات اس جوانی میں جبکہ اوس نے زندگی اور بادشاہی کے مزے ابھی چکھے بھی نہ تھے اس طرح سے کاٹ دیا جاوے۔" یہ لڑائی مہاٹش[۵] کے مقام پر ۲۹۔ اگست سنہ ۱۵۲۶ء کو ہوئی اور ابتک "مہاٹش کی تباہی" کے نام سے مشہور ہے۔

اس فتح کے بعد سلیمان دریائے ڈینوب کے کنارہ کنارہ دریا ہنگریا کے توام شہروں بودا (جسے جرمن آفن کہتے ہیں) اور پسٹ[۶] کی طرف جو دریا کے دونوں کناروں پر بالمقابل آباد ہیں بڑھا۔ اور ہنگریا کا دار الخلافہ بلا مزاحمت سلطانی تصرف میں آگیا۔ لیکن سلیمان کا منشاء اس علاقہ کو قلمرو عثمانی میں داخل کرنے کا نہیں تھا جان زپولیا کو ہنگریا کا بادشاہ بنا کر ستمبر کے آخیر پر اُس نے گھر کی طرف مراجعت شروع کر دی۔ ترکی فوج کو

---

۵ یہ شہر دریائے ڈینوب کی مغربی شاخ پر شہر پسٹھ سے بجانب جنوب و مغرب ایک سو دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کی آبادی تیرہ ہزار ہے۔ سنہ ۱۶۸۷ء میں ترکوں کو بھی اس مقام پر شکست فاش ملی۔ مہاٹش ہنگریا میں مویشی کی مشہور منڈی ہے۔ اور اس میں کالج کے علاوہ سٹیمروں کا بھی ایک کارخانہ ہے جو دخانی جہاز اس کارخانہ میں بنائے جاتے ہیں وہ دریائے ڈینوب کی جہاز رانی کے کام آتے ہیں۔ مؤلف۔

۶ پسٹ دریا کے بائیں کنارہ پر آباد ہے۔ اور آہنی پل آویزاں کے ذریعہ سے جسکا طول پندرہ سو فیٹ ہے بودا سے ملا ہوا ہے یہ پل سنہ ۱۸۴۹ء میں بنایا گیا تھا۔ پسٹ اور بودا دونوں ملک ہنگریا کا دار الخلافہ ہیں۔ دونوں کی مجموعی آبادی ۵ لاکھ ۰ ہزار ہے اور ویانا سے بجانب جنوب مشرق ایک سو چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ مؤلف۔

اس مہم میں بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ایک لاکھ عیسائی مرد و عورت اور بچے اسیر ہوئے جو قسطنطنیہ کے بازاروں میں فروخت کئے گئے۔ سلطان کو ایشیائے کوچک میں فساد ہو جانے کی وجہ سے ہنگریا سے بزودی تمام واپس آنا پڑا تھا۔ مگر وہ تیسرے برس پہلے سے زیادہ تیاری کرکے ہنگری پر حملہ آور ہوا۔ اس دفعہ تنازعہ آسٹریا کیساتھ تھا سابقہ معاہدوں کے رو سے ہنگری و آسٹریا میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ موجودہ خاندان کے خاتمہ پر چارلس کا بھائی فرڈیننڈ والئے آسٹریا ہنگریا کا بادشاہ ہو۔ سلطان کے واپس آتے ہی ہنگریا کے پارلمنٹ نے فرڈیننڈ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرکے زپولیا[1] کو غاصب قرار دیدیا۔ اور اوسکو فرڈیننڈ نے شکست فاش دی۔ اسپر اوس نے سلطان سے امداد کی التجا کی۔ اور سلطان نے اوس کی درخواست قبول کرکے فرڈیننڈ پر فوجکشی کردی۔ اوسکی یہ تیسری فوجکشی جس میں پہلی مرتبہ وائنا کا محاصرہ کیا گیا۔ ترکی اور جرمنی تواریخ میں سب سے مشہور اور اہم مہم ہے۔

سلیمان ۱۰ مئی ۱۵۲۹ء کو اڑھائی لاکھ فوج اور تین سو توپیں لیکر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ کثرت بارش کی وجہ سے بڑی آہستگی اور دقت کے ساتھ منزلیں طے کی گئیں اور بمشکل تمام ۳ ستمبر کو سلطان بوڈا پہنچ سکا۔ اسپر فرڈیننڈ کی فوج نے پچھلے برس سے زپولیا کو شکست دیکر قبضہ کرلیا ہوا تھا۔ ترکی فوج نے اوسکو چھ دن میں فتح کرکے خاندان ارپاڈ کے قدیم تخت پر جان زپولیا کو متمکن کیا۔ اوسکے بعد سلطان صاحبقران اپنے باجگذار بادشاہ ہنگریا اور اون ہنگریوں کی فوج کو جو زپولیا کی طرفدار تھی ہمراہ لیکر وائنا[2] کی طرف بڑھا۔ اور ساون کی گھٹا کی طرح ترکی بے قاعدہ فوج دا کنجی کے دستے وائنا کی دیواروں کے ارد گرد تمام ملک میں چھا گئے۔ یہ اکنجی شمار میں تیس ہزار تھے۔ اور میکائیل او غلو جو عثمان غازی کے عیسائی دوست میکائیل مخروطریش کی اولاد میں سے تھا ان کا اعلےٰ افسر تھا۔ ان سواروں کو کوئی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ انہوں نے دریائے امس[3] تک آسٹریا کی تمام سرزمین میں تباہی برپا کردی۔ عیسائی ولی سینٹ ونیسلاس کے تیوہار یعنی ۲۷ ستمبر کی شام کو صاحبقران لشکر کا بڑا حصہ لیکر فصیل شہر کے نیچے پہنچ گیا۔ اور موضع سمی زنگ کے مغربی میدان کی مرتفع زمین پر اپنا ہیڈ کوارٹر نصب کیا۔ سلطان کے خیمہ کے گرد بارہ ہزار ینگچری بہادروں کا پہرہ تھا۔ فوج سات حصوں میں تقسیم کی گئی۔ جنکے فرودگاہ شہر کے گرداگرد اس طرح سے بنائے گئے کہ وہ ایک طرح پورے محاصرہ میں ہو گیا شہر کے غرب کی طرف اوسکے بلند ترین مینار پر کھڑے ہوئے بھی جہانتک نگاہ کام کرسکتی تھی ترکی خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ دریائے ڈنیوب اور اوسکی شاخوں کے جزیروں اور آبی مرغزاروں پر بھی ترکی فوج قابض

[1] ہنگریا کی بادشاہت کا بانی جس نے ۱۵۲۶ء میں باپ کی جگہ ڈیوک ہو کر متفرق ریاستوں کو یکجا کیا ۱۵۴۰ء میں فوت ہوا۔

[2] دارالخلافہ آسٹریا۔ اس کا محیط سولہ میل ہے۔ گھروں کی تعداد گیارہ ہزار ہے۔ آبادی ۱۳ لاکھ ۷۵ ہزار ہے۔

[3] یہ دریا جرمنی میں واقع ہے طول ۲۱۰ میل بحیرہ شمالی کی خلیج ڈولارٹ میں گرتا ہے۔

ہو گئی - اور دریا کی طرف سے شہر کی نگرانی کرنے اور محصورین کی آمد و رفت کو روکنے کے لئے چالیس کی جہاز جن کے ملاح اور افسر نہایت قابل اور ماہر تھے مامور کئے گئے -

وائینا کے محافظ فوج صرف سولہ ہزار تھی - اور جسوقت یہ مہم شروع ہوئی تھی - اوسوقت شہر کے گرد صرف ایک فصیل تھی جس میں برج کوئی نہ تھا - اوسکی چوڑائی تقریباً دو گز تھی - اور کل ۷۲ توپیں اوسپر موجود تھیں - شاہزادہ فرڈیننڈ نے دوسرے عیسائی بادشاہوں سے امداد کی درخواست کی - مگر اوسکا بھائی چارلس اٹلی کی فتح کے منصوبوں میں مستغرق تھا اور جرمنی کے دوسرے والیانِ ریاست مذہبی جھگڑوں میں مصروف تھے آخر جب اونکو ہوش آیا اور فوج روانہ کی تو ترک اُسوقت آسٹریا میں داخل ہو چکے تھے اور اونکی کمک بھی کچھ معمولی سی تھی - فرڈیننڈ سلیمان کے خوف سے خود برسر مقابلہ آنیکی جرات نہ کرسکا - اور وائینا سے دور رہا - لیکن جرمنی اور ہسپانیہ کے چیدہ دستے شہر کے کلیتاً محصور ہو جانے سے پہلے کچھ فوج لیکر شہر میں داخل ہو گئے اور اُنسے محصورین کو بہت مدد ملی - محافظین شہر نے حملہ آوروں کے قریب پہنچنے سے پہلے شہر کی فصیل کو مرمت کر کے زائد دمدمے تیار کر لئے - مضافات کو بالکل صاف کر دیا فصیل کے اندر ایک اور دیوار بنالی - دریا کے کنارہ پر لکڑی کی باڑیں قایم کر دیں - شہر میں خوراک اور دیگر سامان وافر جمع کر لئے - اور عورتوں بچوں اور ایسے مردوں کو جو بطور سپاہی یا مزدور کے کام نہیں دے سکتے تھے شہر سے باہر نکال دیا - عیسائیوں کی خوش قسمتی سے کثرت باران نے سڑکوں کو دلدل بنا دیا - جس سے حملہ آوروں کو اپنا قلعہ شکن توپخانہ ہنگریا میں چھوڑ جانا پڑا - اور فصیلوں کو توڑنے کے لئے اونکو سرنگوں پر انحصار رکھنا پڑا - لیکن محافظین کی قلت اور سرد جوشی سے شہر کا فتح ہو جانا بظاہر اٹل معلوم ہوتا تھا -

جانبین سے شجاعت و مردانگی اور ہنر و لیاقت کے خوب جوہر دکھلائے گئے - حملہ آوروں کی سرنگوں کو محصورین خود اپنی طرف سے سرنگیں لگا کر اکثر بیکار کر دیتے رہے - ترکی انجینئر آخر چند سرنگوں کے اڑانے میں کامیاب ہو گئے - جن سے دیوارہائے شہر میں بڑے بڑے رخنے ہو گئے - اور ۱۰ - ۱۱ - و ۱۲ اکتوبر کو متواتر تین روز حملہ آوروں نے نہایت سختی کے ساتھ شہر پر حملہ کیا - مگر محصورین نے بکمال دلاوری سخت خونریزی کے ساتھ اونکو پسپا کر دیا - ان ہزیمتوں کے ساتھ ہی قلت رسد اور موسم کی ناموافقت بھی اب اپنا رنگ دکھانے لگ گئی - اور ترکی دلاوروں کی ہمتیں سرد پڑ گئیں - تاہم ۱۴ - اکتوبر کو آخری حملہ کرنے کی صلاح کی گئی - سلطان نے انعام بکثرت تقسیم کر کے فوج کے دل کو بڑھایا - وزیر اعظم اور دیگر اعلےٰ عہدہ دار حملہ آوروں کے ساتھ گئے - اور فوج نے تین دستوں میں ہو کر فصیل کے رخنوں پر حملہ کیا - لیکن عیسائیوں نے اس ثابت قدمی سے مقابلہ کیا کہ اونکو مجبوراً پیچھے ہٹ آنا پڑا - سہ پہر کیوقت ترکی انجینئروں نے دو اور سرنگیں اوڑائیں - جن

سے فصیل کا اور بہت سا حصہ گر گیا - اور ترکوں نے دوبارہ شگاف دیوار پر حملہ کیا - اس کا انجام بھی پہلے حملوں
ایسا ہوا - اور ترک ناکام واپس لوٹ آئے - محصورین کی روح رواں پیرانہ سال کونٹ سالم تھا - محاصرہ
کے اس آخری دن وہ زخمی ہوا - اور اس زخم سے فوت ہوگیا - اہلی شہر کو اس ناموربہادر کی موت
کا رنج ہی برداشت نہ کرنا - اون کے اکثر دیگر سردار بھی مارے گئے - اور بیشمار سپاہی ترکی توپ تفنگ اور سرنگوں
کے اُڑنے سے ہلاک ہوئے - مگر اونکی ہمت و استقلال میں دن بدن زیادتی ہوتی گئی حتیٰ کہ سلیمان نے فتح کو ناممکن
الحصول خیال کرکے اس ارادہ کو ترک کردیا - اور اس معرکہ کے بعد پہلی ہی رات کو اپنی فوج واپس ہٹالی - ۱۴ اکتوبر
کا دن عیسائیوں میں اس واقعہ اور کئی دیگر مشہور واقعات کی وجہ سے اب تک یادگار ہے - آدھی رات کو ینگچریوں نے
سلطان کے حکم سے خیمے اکھاڑ لئے وہ تمام اسباب غنیمت اور دیگر سامان جو اٹھایا نہ جاسکا شعلوں کی نذر کردیا گیا
اور بیشمار عیسائی قیدیوں پر جنہیں اکنجی علاقجات ملحقہ سے پکڑ لائے تھے اس ناکامی کا غصہ نکالا گیا - خوبصورت لڑکوں
اور لڑکیوں کو علیحدہ رکھکر باقی سب تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے - اس سے فارغ ہوکر فوج نے مراجعت
شروع کردی - سلیمان کے درباریوں نے خفت مٹانے کے لئے اوس کو فتح کی مبارکباد دی - اور اوس
نے خود فاتح کا لقب اختیار کرکے مشہور کیا کہ میں نے بھگوڑے فرڈینینڈ اور اوس کی فوج کو بالکل تباہ کرنا مناسب
نہ سمجھ کر صرف گوشمالی کردینے پر اکتفا کیا ہے - لیکن دراصل اس ناکامی کا اوسکو ساری عمر سخت صدمہ رہا - اور کہا
جاتا ہے کہ اوس نے اپنی اوس اولاد کے حق میں جو پھر کبھی وائینا کی فتح کا ارادہ کرے لعنت بھیجی تھی - بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ وزیر ابراہیم رشوت لیکر محصورین کو درپردہ اطلاع پہنچا دیتا رہا تھا - اور اوس کی غداری کے باعث
حملہ آوروں کی کوئی پیش نہ گئی - مگر یہ الزام بالکل بے بنیاد ہے - سلطان کے ناکام رہنے کی دو بڑی وجوہات
کثرت بارش و قلت رسد اور ینگچریوں کی بیقراری و تلون مزاجی ہیں - اور محصورین کی شجاعت و دلاوری بھی
کچھ کم باعث نہیں - بہرحال باعث خواہ کچھ ہو اس ہزیمت سے یورپ ترکوں کی دستبرد سے محفوظ ہوگیا - اور ترکی
فتوحات کے سیلاب کی آخری حد وائینا مقرر ہوگیا جس سے اسلامی فتوحات کی لہر یکدفعہ پھر جا ٹکرائی
مگر اس دفعہ بھی اس چٹان نے اوسکو واپس لوٹا دیا - اور ایسا لوٹایا کہ اب بہت تھوڑے لوگوں کو اس سیلاب
سے پھر کبھی وہاں تک پہنچنے کی امید باقی رہگئی ہے -

وائینا سے واپس آنے پر فریقین میں لڑائی کا خاتمہ نہ ہوا - وہ برابر جاری رہی - اور ۱۵۳۲ء میں سلطان
سلیمان پہلے سے زیادہ فوج لیکر جرمنی پر حملہ آور ہوا - دوسری طرف قیصر چارلس نے مقابلہ کے لئے اپنی
عظیم الشان سلطنت کے تمام حصوں سے فوج جرار جمع کی اور کل دنیا اسلام و عیسویت کے ان دو ناموربہادروں
میں فیصلہ کن لڑائی کی منتظر ہو بیٹھی - لیکن ایک چھوٹے سے قصبہ گونز کے جانتوڑ مقابلہ نے سلطان کی پیشقدمی

میں وقفہ ڈالدیا۔ اور آخر ۲۹ ۔ اگست ۱۵۳۲ء میں جب اس مقام کی بہادر فوج نے قابل عزت شرائط پر شہر حوالہ کردیا۔ تو سلیمان یہ دیکھکر کہ چارلس آگے بڑھنے کی بجائے وائینا کے قریب ہی ڈیرے ڈالے پڑا ہے۔ شہر مذکور کی سڑک چھوڑکر دوسری طرف ہوگیا۔ اور صوبہ سٹائیرا کو برباد کرکے اپنی قلمرو کو واپس چلاگیا۔ دونوں بادشاہوں میں سے ہر ایک غالبًا اپنی زندگی اور سلطنت اور نیز اتنے برسوں کی مشقتوں اور غور و پرداخت کے شاندار ثمروں کو ایک دن کی خونخوار جنگ کے پانسہ پر چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اور دونوں کے لڑائی کے پہلو سے گریز کرجانے سے ایک دوسرے کو جنگ نہ کرنے کا کافی بہانہ مل گیا۔ مگر فرڈیننڈ نے آخرکار نہایت عجز و الحاح کرکے سُلطان سے اپنے مفید مطلب چند شرائط حاصل کرلیں۔ اور ۱۵۳۳ء میں سلیمان نے اوس سے صُلح کا معاہدہ کرکے ہنگریا کو زپولیا اور فرڈیننڈ دونوں میں مساوی تقسیم کردیا۔

ہنگریا اور آسٹریا کے ساتھ ابھی صُلح نہ ہوئی تھی کہ ایرانیوں نے سرحد پر پھر چھیڑ چھاڑ شروع کردی ان دونوں اسلامی سلطنتوں کے باہمی جنگ و جدال نے اسلام کی فتوحات کو جو نقصان پہنچایا۔ اوس پر پہلے مفصل بحث ہوچکی ہے۔ اس موقعہ پر صرف چند ایک عیسائیوں کے قول نقل کردینے کافی ہیں۔ بسبی کوبس جو فرڈیننڈ کی طرف سے صاحبقران کے دربار میں سفیر تھا حسب ذیل لکھتا ہے:۔

"یہ ایرانی ہی ہیں جو کامل تباہی اور ہمارے درمیان حائل ہیں۔ ترک نوفی الفور ہم پر چھپٹ پڑیں۔ مگر ایرانی اونکو روکے ہوئے ہیں۔ مگر اونکی یہ باہمی لڑائی ہم کو صرف تھوڑی سی مہلت دے رہی ہے وہ ہماری کامل نجات و مخلصی کا باعث نہیں ہوسکتی" سر جان میسون انگریزی سفیر متعینہ دربار فرانس بھی اس امر کو اپنے خطوط میں جو مسٹر ٹائیلر نے اپنی کتاب "ایڈورڈ ششم و میری کے عہد حکومت" میں درج کئے ہیں۔ (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۶۰ و جلد ۲ صفحہ ۳۵۲) تسلیم کرتا ہے۔

سُلطان نے وزیر ابراہیم کو فوج دیکر ایرانیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا جس نے کئی مشہور قلعوں کو فتح کرکے تبریز پر بلا مزاحمت قبضہ کرلیا۔ اور شہر کو سپاہیوں کی تاخت و تاراج سے بچانے میں کامیاب رہا۔ فرڈیننڈ سے صُلح ہوجانے پر سلیمان بھی لشکر جرار لیکر اپنے وزیر سے جاملا۔ اور کوہستان آرمینیا سے یلغار کرتا ہوا بغداد پر حملہ آور ہوا۔ رستہ میں موسم کی خرابی اور سڑکوں کی ناہمواری سے سپاہ کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ بغداد کی ایرانی فوج ترکوں کو دیکھتے ہی شہر چھوڑکر بھاگ گئی۔ اور سُلطان نے بلا مقابلہ اُسپر تصرف کرلیا۔ اس فتح کی خوشی کے دوران میں وزیر ابراہیم نے سلطان سے اپنے نامور رقیب اسکندر چلپی کے قتل کا حکم حاصل کرلیا وزیر مذکور اس کے اقتدار سے ہر وقت مخوف رہتا تھا۔ لیکن اس شرارت سے اُسکے اپنے اقتدار میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ بلکہ اپنی بربادی کے لئے رستہ صاف کردیا۔ اسکندر کے قتل کی بعد کی رات سُلطان نے اوسکو خواب میں

دیکھا۔ اور اس نے سلیمان کو بیگناہ قتل کرنے اور وزیر کی چالوں سے غافل رہنے پر سخت ملامت کی سُلطان کے دل پر اس سے بہت اثر ہوگیا اور اسی دن سے اوس کے دل میں وزیر کیطرف سے گرہ بیٹھ گئی اس مہم کے بعد جو سنہ ۱۵۲۳ء میں ہوئی پھر پانچ دفعہ (سنہ ۱۵۳۴ء، سنہ ۱۵۳۵ء، سنہ ۱۵۴۸ء، سنہ ۱۵۵۲ء، سنہ ۱۵۵۴ء) ایران پر فوجکشی کی گئی۔ ان میں عثمانیہ فوجکو مخالف کی دلاوری و مستعدی اور نیز اون ممالک کی قدرتی مشکلات سے جن میں سے ہوکر اونکو گذرنا پڑا سخت نقصان اُٹھانے پڑے۔ لیکن ساتھ ہی سلطان کو کئی ایک وسیع صوبے مل گئے۔ صوبجات آرمینیا و میسوپوٹیمیا میں ترکی مقبوضات وسیع ہو گئے۔ اور اریوان۔ وان۔ موصل اور دارالسلام بغداد کے مشہور شہر عثمانیہ علاقہ میں داخل کر لئے گئے۔

سلطان سلیمان کے زمانہ میں خاندان عثمانیہ کی عظمت وجبروت اسقدر کمال کو پہونچگئی تھی کہ چھوٹی عیسائی سلطنتیں تو درکنار بڑی سے بڑی عیسائی سلطنت کو اوس کے سامنے سرِ نیاز خم کرنا پڑتا تھا۔ سنہ ۱۵۳۹ء میں زپولیا کے مرجانے سے ہنگری میں لڑائی پھر شروع ہوگئی تھی۔ زپولیا کی وفات پر فرڈیننڈ نے کل ہنگریا کا دعوے کیا۔ اسپر زپولیا کی بیوہ نے سلطان سے اپنے یتیم لڑکے کی امداد کی درخواست کی۔ سُلطان نے فوج روانہ کردی۔ سنہ ۱۵۴۱ء اور سالہائے مابعد میں بذات خود ملک متنازعہ میں موجود رہا اُس نے بظاہر تو اپنا یہ منشا دبتایا کہ میں معصوم زپولیا کو بالغ ہونے پر ہنگریا اور ٹرین سلونیا کے تخت پر بٹھا دونگا۔ مگر دوسری طرف آفن اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں ترکی فوجوں کی چھاؤنیاں قایم کردیں۔ تمام ملک کو سنجقوں میں تقسیم کرکے اونپر ترکی گورنر متقرر کردیئے گئے اور بالعموم ترکی نظم ونسق جاری کردیا گیا۔ اس جنگ میں ترکوں نے گران۔ سٹاہل وسین برگ اور کئی دیگر مضبوط مقامات فتح کئے۔ اور گو اونکو مسلسل فتح نصیب ہوتی رہی تاہم اونکا پلڑا اسقدر بھاری رہا کہ سنہ ۱۵۴۲ء میں چارلس اور فرڈیننڈ نے سُلطان سے صلح کی التجا کرنی شروع کردی۔ اور سنہ ۱۵۴۵ء میں پانچ برس کے لئے صلح کا معاہدہ ہُوا جس کے رو سے تقریبًا تمام ہنگری اور ٹرین سلونیا سلطان کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے۔ اور فرڈیننڈ نے تیس ہزار ڈیوکٹ سالانہ بابجائی کو ادا کرنیکا اقرار کیا۔ آسٹریا والے تو اس رقم کو ہدیہ کہتے تھے۔ مگر ترکوں کا اوسکو خراج پکارنا زیادہ درست تھا اس معاہدہ میں قیصر چارلس۔ پوپ۔ شاہ فرانس اور وینس کی جمہوری ریاست بھی بطور فریق معاہد شامل تھیں۔ گویا اس معاہدہ سے عیسائیوں نے بھی سلطان کے لقب صاحبقرانی کی پوری تصدیق کردی۔ آسٹریا والے تو پہلے ہی اسقدر دبے ہوئے تھے کہ سنہ ۱۵۳۳ء میں صلح کی درخواست کرتے وقت شاہ فرڈیننڈ نے اپنے تئیں ابراہیم وزیر کا بھائی لکھکر اپنا رتبہ عثمانیہ وزیر کے رتبہ کے برابر تسلیم کیا تھا۔ فرانسس اوّل نے کئی دفعہ نہایت عاجزی وانکسار کے ساتھ سلطان سے امداد مانگی تھی۔ اور سلیمان نے ہنگریا اور جرمنی پر فوجکشی کر کے جس سے قیصر کو اپنی فوج کا

حصہ کثیر فرانس کے مقابلہ سے ہٹا لینا پڑتا تھا اور نیز شاہ فرانس کے دشمنوں پر حملہ آور ہونیکے لئے بحیرہ روم کو جنگی بیڑہ جہازات روانہ کرکے ایک سے زیادہ مرتبہ اوسکی اعانت کی۔ شاہ موصوف جب ۱۵۲۵ء میں بمقام میڈرڈ اسیر تھا تو اوس وقت بھی اوسکی طرف سے سلطان سلیمان سے مدد کی التجا کی گئی تھی سلطان نے اس کے جواب میں جو خط تحریر کیا تھا وہ فرانس کے شاہی کاغذات میں ابتک محفوظ پڑا ہے۔ اوسمیں سلطان فرانس کو حوصلہ دلاتے ہیں کہ اب اوسکو اپنے دشمن سے کوئی خطرہ نہیں کرنا چاہئے۔ اوسکی عرضی جہاں پناہ کے حضور میں گذر چکی ہے اور اوس کے دشمن اب اوسکا بال تک بیکا نہیں کر سکینگے۔ شاہ مذکور نے پھر ۹۳۵ھ کے ماہ محرم میں یروشلیم کے رومن کیتھولک عیسائیوں کے حق میں چند سفارشیں کرکے اون کیلئے کچھ رعائتیں مانگیں۔ سلطان نے اسکے جواب میں جو خط ۱۵۲۹ء میں تحریر کیا وہ بھی اب تک محفوظ ہے اور عیسائی مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ اوس سے سلطان کی ایسی معدلت گستری اور بے تعصبی ظاہر ہورہی ہے کہ کم از کم اوس زمانہ میں اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ سلیمان کے زمانہ میں انگلستان کو خارجی امداد کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر سلیمان کے پوتہ کے زمانہ میں اس ملک نے بھی جبکہ ہسپانیہ اوسکو پامال کرنے پر تُلا بیٹھا تھا۔ ایسی لجاجت و انکسار سے امداد و حفاظت کی التجا کی کہ متکبر سے متکبر مسلمان بادشاہ بھی اُس سے زیادہ خوشامد و الحاح کی خواہش نہیں کرسکتا۔

ترکی بری فتوحات کے سلسلہ کو یہاں تھوڑی دیر ملتوی کرکے اونکے بحری کارناموں کا کسی قدر مفصل ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے سلیمان کے عہد میں عثمانیہ سلطنت کا رعب وداب عیسائی اقوام پر صرف ترکی افواج کی فتوحات کی وجہ سے ہی غالب و مستولی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ عثمانیہ بحری طاقت کا بھی اسمیں کچھ کم حصہ نہ تھا جس نے بحیرہ روم کے تمام ساحل اور بحیرہ قلزم اور بحیرہ ہند کے دور دراز مقامات تک سلطان سلیمان کی شہرت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ سلطان کے والد اور دادا نے بحری فوج کی درستی اور تیاری پر زر خطیر صرف کیا تھا۔ لیکن سلیمان اس بارہ میں سب سے گو نے سبقت لیگیا۔ اور اوسکے امرائے بحر کی بہادری او قابلیت نے عثمانیہ علم کو سمندر پر بھی ایسا ہی زبردست اور دہشت ناک بنا دیا تھا جیسا کہ وہ خشکی پر تھا۔ اوسکے زمانہ کا[۱]

---

[۱] اس زمانہ کی بحری لڑائی کے متعلق مسٹر ہلم نے اپنی کتاب تواریخ ٹرکی میں مفصل حالات تحریر فرمائے ہیں۔ جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔ اوس صدی کے جنگی جہاز جو بحیرہ روم میں استعمال کئے جاتے تھے تین قسم کے ہوتے تھے انگریزی میں اونکے نام گیلے۔ گیلی آن اور گیلی آس ہیں۔ آخرالذکر دونوں قسموں کے جہاز اکثر اوقات ۱۵۰ سو سے لیکر دو ہزار ٹن تک ہوتے تھے۔ وہ ایک سے زیادہ منزلیں رکھتے تھے۔ توپیں نچلی اور بالائی منزلوں پر نصب ہوتی تھیں۔ جن کی نالوں کے سامنے گولوں کے لئے جہاز کے تختوں میں سوراخ کئے ہوئے تھے۔ جہاز کی سب سے بالائی چھت پر اگلے اور پچھلے حصہ

سب سے مشہور امیر بحر خیرالدین پاشا باربروسا ثانی تھا۔ شمالی افریقہ کی چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں جنکا پیشہ بحری قزاقی تھا زیادہ تر اوسی کی طفیل سلطان کی حفاظت میں آگئیں۔ اور اوسی کی طفیل الجزائر ٹیونس اور طرابلس کے دلیر و ماہر قزاق اور مضبوط و زبردست بیڑے بمضبوط قلعے اور وسیع بندرگاہ سلطان کے تصرف میں آئے +

خیرالدین جزیرہ مٹی لین میں پیدا ہوا۔ اس جزیرہ کو جب سلطان محمد ثانی نے فتح کیا تو اوسکا باپ جو رومیلیا کا ایک سپاہی تھا وہیں آباد ہوگیا۔ بعض عیسائی مؤرخ خیرالدین کے باپ کو عیسائی یونانی لکھنے میں غلطی پر ہیں۔ خیرالدین چار بھائی تھے۔ بڑا بھائی اسحاق جزیرہ میں تجارت کرتا تھا۔ باقی تینوں الیاس۔ ہروش اور خضر جس نے بعد میں خیرالدین نام رکھ لیا بایزید ثانی اور سلیم کے زمانہ میں تجارت اور قزاقی دونوں کام کرتے رہے الیاس رہوڈس کے نائٹوں کے ساتھ سمندر میں لڑائی کرتا ہوا شہید اور ہروش قید ہوگیا۔ مگر شہزادہ قورقود نے جو اسوقت کرمانیہ کا گورنر تھا اوسکو رہا کرادیا۔ اسکے بعد ہروش اور خضر سلطان محمد والئے ٹیونس کے پاس

میں بھی توپیں چڑھادی جاتی تھیں۔ یہ جہاز چپوں سے بھی چلائے جاتے تھے۔ مگر انکا زیادہ تر دار مدار بادبانوں اور مستولوں پر رہتا تھا۔ لڑائی زیادہ تر پہلی قسم کے جہاز دنیسر جو ایک طرحکی بڑی کشتیاں ہوتی تھیں کیجاتی تھی۔ یہ عموماً چپوں کے ذریعہ چلائی جاتی تھیں۔ اور اس کام پر بالعموم غلام یا اسیران جنگ لگائے جاتے تھے۔ یہ کشتیاں لمبی بہت اور چوڑی تھوڑی ہوتی تھیں۔ بڑی گیلی ۱۶۰ فیٹ لمبی ہوتی تھی مگر عرض صرف ۳۲ فیٹ ہوتا تھا۔ عرب ان کو غراب دکوے، کہتے تھے۔ سپاہیوں اور افسروں کے لئے چھت پر پچھلی طرف کمرہ بنا ہوتا تھا۔ کشتی چلانے والوں کے لئے کشتی کے دونوں بازوؤں کے ساتھ ساتھ بنچیں جڑی ہوتی تھیں۔ اور ان بنچوں کے ساتھ غلاموں کے ایک ایک پاؤں کو زنجیر سے باندھ دیا جاتا تھا۔ بڑی کشتی کے ہر ایک طرف ۲۶ چپے ہوتے تھے کشتی کے درمیانی حصہ میں ایک ایک بڑی توپ اور تین چار چھوٹی توپیں ہوتی تھیں۔ چھوٹی کشتیوں پر جنکو فرانسیسی فرگاٹا (انگریزی فرائی گیٹ) اور ترک فرقتہ اور عرب جفن و شلتی پکارتے تھے۔ ہر ایک چپے پر ایک ایک دو دو آدمی اور درمیانی کشتیوں پر جنکو ترک معونہ کہتے تھے پانچ یا چھ اور معمولی کشتیوں پر جن کو ترک لشتر دا پکارتے اور صرف وہی اونکو استعمال کرتے تھے۔ فی چپا تین آدمی ہوا کرتے تھے ان میں دو مستول ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ بڑے بڑے بادبان ہوتے تھے۔ یہ مستول حسب مرضی بلند یا نیچے کئے جا سکتے تھے۔ اونکو صرف اوسی وقت استعمال کیا جاتا تھا جب ہوا نہایت لطیف اور سمندر صاف ہوتا تھا۔ شمالی افریقہ کے مسلمان اپنی کشتیوں پر سوار ہوکر بحیرہ روم میں چکر لگاتے رہتے تھے۔ اور جس شہر کو لوٹنے کا ارادہ ہوتا دن کے وقت اوس کے قریب جاکر چھپ رہتے۔ جب آدھی رات ہوتی بندرگاہ میں داخل ہوکر کل مال و متاع کو لوٹ کر طلوع فجر سے پہلے سمندر کو واپس چلے جاتے۔

چلے گئے اور کچھ عرصہ اوسکے ماتحت قزاقی کرتے رہے ہروش کو عیسائی باربروسا پکارتے ہیں جسکی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اوسکی ڈاڑھی سُرخ تھی۔ مگر دراصل یہ بابا ہروش کا بگڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں بھائیوں کو تھوڑی ہی مدت کے بعد شمالی افریقہ کے مُسلمان بادشاہوں کی کمزوری معلوم ہوگئی۔ اور چونکہ اونکو سلطنت عثمانیہ کی طاقت و عظمت سے جو بالخصوص اوسکو سلطان سلیم کے زیر فرمان حاصل ہوئی تھی بخوبی واقفیت تھی اونہوں نے چند نادر تحایف قسطنطنیہ کو بھیجکر بابعالی سے اونکو حمایت میں لینے کی درخواست کی۔ اسکے جواب میں اونکو دو کشتیاں اور اعزازی خلعت موصول ہوئے۔ اس اثنا میں انہوں نے شمالی افریقہ کے ساحل پر چند چھوٹے چھوٹے قصبات پر قبضہ کر لیا۔ وہاں اونکا بھائی اسحاق بھی سٹی لین سے اونکو آملا اوسکی روپیہ کی امداد سے اونہوں نے اپنے بیڑہ کو اور بڑھا لیا۔ اور بزور شمشیر یا بکر و حیل قلعجات ٹمنیز۔ تل مسان اور الجزائر کے صدر مقام الجیریا پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵۱۸ء میں اسحاق اور ہروش ہسپانیہ والوں سے لڑائی کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اور خضر کل فتوحات کا اکیلا مالک و قابض رہگیا۔ اوس نے باضابطہ طور پر سلطان کی تابعداری قبول کر لی۔ اور سلطان سلیم نے اوسکو الجزائر کا بیلربے مقرر کر کے اس عہدہ کا باضابطہ نشان شمشیر۔ گھوڑا۔ اور علم ارسال کر دیا۔ خیر الدین ہسپانویوں اور آزاد عرب قبائل سے جنگ جدال کر کے اپنے مقبوضات کو برابر وسیع کرتا رہا۔ اوس نے اوّل الذکر سے ایک چھوٹا سا جزیرہ جو بندرگاہ الجیریز کے سامنے چودہ برس سے اوکے قبضہ میں تھا چھین لیا۔ اور جو ہسپانوی بیڑہ وہاں کی فوج کی کمک کو آیا تھا اوسے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ خیر الدین جو بڑے بھائی کی وفات کے بعد باربروسا ثانی کے نام سے پکارا جاتا تھا اپنے افعال اور کارروائیوں کی باقاعدہ اطلاع بابعالی کو روانہ کرتا رہتا تھا۔ اور جب فرانس نے ٹرکی سے بروئے معاہدہ اتحاد کر لیا تو وہاں کے ساحل یا جہازات پر حملہ کرنا ترک کر دیا۔ قیصر چارلس کے بحری افسروں میں ڈوریا سب سے ممتاز و دلاور تھا جسوقت قیصر نے اوسکو ٹرکی جزائر پر حملہ کرنے پر مامور کیا تو سُلطان سلیمان نے اوس کے مقابلہ کے لئے خیر الدین سُرخ ریش کو بلا بھیجا جس نے ڈوریا کو جزیرہ جربل کے قریب شکست فاش دیکر بھگا دیا اور پھر دوسرے مشہور بڑے قزاق ستان کے بیڑہ کو اپنے ساتھ ملا کر ریاست جنوا کے ساحل پر گشت کر کے اوسکو تباہ و برباد کر دیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر وہ اندلسیہ کو گیا اور وہاں سے ستر ہزار مظلوم و ستم دیدہ عربوں کو نکال کر اپنے افریقی مقبوضات کی تقویت کے لئے الجیریا کو لے گیا۔ و رینولا ڈوریا نے ترکوں سے قصبہ کردن واقع موریا چھین لیا جسپر سلطان نے صرف خیر الدین ہی کو اس جنوی سپہ سالار کا مقابل پاکر اوسے دار الخلافہ کو بلا بھیجا وہ بہ تعمیل ارشاد ۱۵۳۳ء میں ۸ جنگی جہاز لیکر جن میں سے پانچ قزاقوں کے تھے اور انہوں نے بطوع و رغبت سلطان کی خدمت کرنیکی خواہش ظاہر کی تھی روانہ ہو پڑا۔ اور راستہ میں ڈوریا کے دو جہاز بھی پکڑ لیگیا۔ بابعالی نے نہائیت اعزاز و اکرام سے اوسکا استقبال کیا۔ اور راہ سکی

ذاتی نگرانی میں قسطنطنیہ کے ترس خانوں میں ۸۴ جنگی جہاز اور اونکے لوازمات ضروریہ تیار کئے گئے۔ یہ زبردست بیڑہ لیکر خیرالدین ۱۵۳۴ء کے موسم بہار میں جبکہ سلیمان ایران سے جنگ کر رہا تھا اٹلی کو روانہ ہو گیا اورعلاں کے ساحلی قصبات ریگیو۔ سٹرارو۔ سپرلونگا اور فونڈی کو تاخت و تاراج کیا۔ آخرالذکر شہر پر جو نیپلز کے قریب واقع ہے اوس نے زیادہ تر زمانہ کی مشہور و معروف حسین عورت[1] جیولا گونزاگا زوجہ وس پے سی ان گونزاگا ڈیوک شہر کو اچانک حملہ آور ہو کر گرفتار کرنیکے لئے دھاوا کیا تھا۔ وہ اس عورت کو بطور تحفہ سلیمان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ باربروسا کے ملاح رات کے وقت نہایت خاموشی کیساتھ خشکی پر اُترے اور اس تیزی سے فونڈی پر حملہ کیا کہ خوبصورت جیولا صرف یہ شور و غوغا سنکر خواب ناز سے بیدار ہوئی کہ ترک محل میں داخل ہو گئے ہیں۔ ایک اطالین شہسوار اوسکو اوسی وقت خوابگاہ سے نکال کر باہر لیگیا اور اوسی لباس شب خوابی میں اوسکو اپنے برابر بٹھا کر ایک محفوظ مقام پر لیگیا۔ ترکوں نے تعاقب تو بہت کیا مگر اطالین کا گھوڑا بازی لے گیا۔ اس عفت مآب مہ جبین نے بعد میں اپنے بچانے والے کو قتل کرا دیا۔ اسکی وجہ جرمنی مؤرخ وان ہیمر یہ لکھتا ہے کہ اوس نے اوس رات یا تو اندازہ سے زیادہ آزادی و گستاخی سے کام لیا ہوگا یا اُس بیچارہ کا فقط اسی قدر قصور ہوگا کہ چونکہ جیولا ایک طرح سے نیم برہنہ تھی اوسکی نظر حسینہ کے جسم کے اکثر حصوں پر پڑ گئی اور وہ اس خفت کو گوارا نہ کر سکی۔

ساحل نیپلز کی لوٹ مار سے فارغ ہو کر خیرالدین افریقہ کو گیا اور ٹیونس کو فتح کر لیا۔ یہ اوسکی مدت سے آرزو تھی۔ لیکن اس ملک کو وہ پانچ ماہ سے زیادہ اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکا۔ عرب سلطان نے جو ملک بدر کر دیا گیا تھا چارلس پنجم سے مدد مانگی وہ ۱۵۳۵ء میں بذات خود اسقدر جرار فوج اور زبردست بیڑہ لیکر ٹیونس پر حملہ آور ہوا کہ خیرالدین پاشا کچھ عرصہ کمال لیاقت اور بہادری سے مقابلہ کرنیکے بعد آخر شہر کو چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ باربروسا کے چلے جانیکے بعد عیسائی فوج نے جو بظاہر حقدار سلطان کی مدد کو آئی تھی بے پناہ اور بیگناہ باشندگان شہر کو ایسی بیرحمی سے قتل اور اونکی جائیدادوں کو تاخت و تاراج کیا کہ اب تک عیسائی مؤرخ بھی اونپر نفرین بھیج رہے ہیں۔ یہ ملک پھر ۱۵۷۴ء میں ترکی حکومت کے تابع ہوا۔ ٹیونس گو خیرالدین کے قبضہ سے نکل گیا۔ مگر الجزائر میں اسکی طاقت بخوبی مضبوط تھی ٹیونس سے وہ وہاں چلا گیا۔ اور پھر اس بندرگاہ سے ستر جنگی جہازوں سے جزیرہ منورکا کو لوٹ کر سپانیہ سے اپنا بدلہ لیلیا اس کے بعد وہ قسطنطنیہ کو چلا گیا اور وہاں سلطان نے اوسکو اعلے ترین بحری عہدہ کپتان پاشا کا عطا کر دیا۔ ۱۵۳۷ء میں اُس نے دوبارہ اٹلی کے سواحل کو برباد کیا۔ اور جب وینس کی جمہوری ریاست بھی باربری کے دشمنوں کیساتھ

[1] جیولا مشہور پارسا عورت جو ناتاف اراگان کی بہن تھی۔ جس کی تصویریں اب تک روما پیرس اور داروک کیسل میں موجود ہیں ◆

شامل ہوگئی تو باربروسا نے اوس کے تمام جزیرے جو مجمع الجزائر میں موجود تھے - اور نیز قصبات ناپولی ڈی رومانیا اور کسٹیل نووو چھین لئے - اور ہسپانیہ والوں سے قصبہ کرون کو بھی پھر فتح کر لیا -

۲۸ ستمبر ۱۵۳۸ء کو اوس نے بندر پریویسا کے قریب پوپ - ریاست وینس اور قیصر چارلس کے متفقہ بیڑوں سے مقابلہ کیا - ترک امیر البحر اس بحری معرکہ میں کمال دلاوری سے دشمن کے جہازوں کی صفوں کو چیر دینے کی چال پر کاربند ہوا - یہ وہی ترکیب ہے جس کی طفیل انگلستان کے نامی امیر البحر راڈنی - سنٹ ونسنٹ اور نلسن نے انگریزی بحری طاقت کی دھاک کل دنیا میں باندھ دی تھی ترکی بیڑہ مخالف کے بیڑوں سے جہازوں کی جسامت اور تعداد اور نیز توپوں کے وزن کے لحاظ سے بہت کمزور تھا - مگر خیر الدین کی بہادری اور بحری مہارت نے سب کمیوں کو پورا کر دیا - اور اوس کو دشمنوں پر کامل فتح حاصل ہوگئی - لیکن رات پڑ جانے سے اکثر عیسائی جہازوں کو بچ کر بھاگ جانے کا موقعہ مل گیا -

۱۵۴۱ء میں چارلس پنجم نے الجزیر پر حملہ کیا - سلطان المعظم نے اوس کی حفاظت کے لئے ترکی بیڑہ بابا حسن و غش کے زیر کمان بندر نوار کو روانہ کیا ہوا تھا - مگر فریقین میں ابھی پورا مقابلہ نہ ہوا تھا کہ طوفان عظیم نے حملہ آور کے جہازوں کو تباہ و منتشر کر دیا - اور اسی طوفان کی وجہ سے ترکی جہاز بندرگاہ سے کھلے سمندر میں نہ جا سکے ۱۵۴۳ء میں خیر الدین معہ ترکی بیڑہ جہازات فرانسیس اول کی مدد پر روانہ کیا گیا اور وہ فرانسیسی بیڑہ سے مل کر بحیرہ روم میں مخالفین کا مقابلہ کرتا رہا - اُس نے شہر نائیس (واقع جنوبی فرانس بر ساحل بحیرہ روم) کو فتح کیا - مگر قلعہ نائیس غیر مفتوح رہا - بیان کیا جاتا ہے کہ اس نامور ترکی امیر البحر نے اپنے ساتھی فرانسیسی افسروں کو اونکی غفلت پژوہی اور نیز اونکے جہازوں کی نادرستی اور ضروری سامان کی کمی پر سخت ملامت کی وہ بیچارے جن کی حفاظت کے لئے وہ گیا تھا اوس کی جھڑکوں کو سر جھکائے سنتے رہے اور آخر کار جب فرانسیسی امیر البحر ڈی کو انگیان نے بہت منت والحاح کیا تو خیر الدین کا غصہ فرو ہوا -

باربروسا کی زندگی کے آخری چند سال جب کبھی کہ وہ سمندر پر مامور نہ ہوتا بطور کپتان پاشا مجالس بابعالی کی باقاعدہ حاضر باشی میں صرف ہوتے - ان مجالس میں اوس کے صلاح و مشورے بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے - وہ ۱۵۴۶ء میں جوار رحمت الٰہی میں جا بسا - اور بشکطاش کے قریب باسفرس کے کنارہ پر خواب عدم میں لیٹا ہے جہاں سمندر کی لہریں جن پر کئی برس اُس نے حکمرانی کی اوس کی قبر سے ٹکرا رہی ہیں - اور پر فضا موقعہ اور عمارت کی دلپسندی کی وجہ سے ہر وقت سینکڑوں زائرین کا جمگھٹا لگا رہتا ہے - مرحوم مرتی دفعہ تقریباً اپنی کل جائداد و دولت ایک عالیشان کالج کے بنا کرنے پر وقف کر گیا - صاحبقران کے دربار میں علم و ہنر کی جو قدر و منزلت تھی وہ اسی سے ظاہر ہو رہی ہے کہ ایک درشت مزاج بحری قزاق بھی

اونکے اثر سے نہ بچ سکا۔ کپتان مرحوم کو اس لحاظ سے اگر ریلےؔ[1] ثانی کہا جائے تو بیجا نہیں۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ ریلے بذاتہٖ عالم تھا اور خورد سالی سے تحصیل علوم میں مشغول ہو گیا تھا۔ اور خیر الدین کو سلیمان کے دربار میں داخل ہونے پر علم کی طرف توجہ ہوئی۔ سلیمان کے حکم سے اُس نے اپنی زندگی کے مفصّل حالات سنان پاشا مؤرخ کو لکھوائے تھے یہ کتاب اب تک ٹرکی میں عام مروّج ہے۔ اور اسکا خلاصہ حاجی خلیفہ کی کتاب "تاریخ محارب بحریہ عثمانیہ" میں بھی درج ہے۔ مگر کئی عثمانی امیر البحر ذاتی علمی قابلیت اور اپنے ملک کے علم ادب کو تصنیف و تالیف سے فروغ دینے میں بھی کچھ کم مشہور نہیں۔ پیری رئیس اور سیدی علی انہی امیر البحروں میں سے ہیں۔

سلطان سلیمان نے جو بیڑے بحیرۂ قلزم کے بندرگاہوں میں تیار کئے تھے اون میں سے دو بیڑے ان کے ماتحت تھے۔ ان بیڑوں نے بحیرۂ قلزم سے روانہ ہو کر عدنؔ[2] اور عرب و ایران اور شمال مغربی ہند کے سواحل پر کئی دیگر اضلاع و امصار فتح کر کے ممالک عثمانیہ میں شامل کئے۔ متذکرہ بالا دونوں امیر البحروں کے علاوہ ہشتاد سالہ سلیمان پاشا اور مراد بھی ان بیڑوں کے افسر تھے۔ انہوں نے پرتگیزوں سے جو ہوقت ہندوستان کے سواحل پر سورت کے قرب و جوار میں قابض ہو چکے تھے۔ اور نیز دیسی حکمرانوں سے کئی معرکہ کی لڑائیاں کر کے اونپر فتح پائی۔ سلیمان پاشا نے پرتگیز بندر ڈیو (واقع گجرات) کے مضبوط قلعہ

[1] سر والٹر ریلے۔ ملکہ ایلزبتھ کے دربار کا جوہر تاباں ۱۵۵۲ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۶۱۸ء میں فوت ہوا۔ وہ نہائیت ہی ممتاز عالم۔ مؤرخ و شاعر اور ساتھ ہی بہت بڑا سیّاح جہاں گرد تھا۔ ایک وقت ملکہ ایلزبتھ کو اوس پر خاص عنائیت تھی۔ اور اوسکے عاشقوں میں شمار ہوتا تھا۔ آخر کار زیر عتاب ہو کر قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ تاریخ عالم اوس نے قید خانہ میں ہی لکھی تھی۔

[2] یہ مشہور بندرگاہ عرب کے جنوب مغربی کونہ پر واقع ہے جو تاریخ فتح سے ۱۸۳۹ء تک عثمانیہ مقبوضہ رہا۔ اوس برس انگریزوں نے اسکو بطور عطیہ سلطان روم سے حاصل کیا۔ انگریزوں کے ماتحت بمعہ شہر بیس میل مربع علاقہ ہے۔ آبادی تیس ہزار کے اوپر ہے۔ عدن کا بندرگاہ نہائیت محفوظ اور قدرتی طور پر لنگرگاہ کے لئے موزوں ہے۔ انگریزوں نے اس مقام کو اب ایسا قلعبند کر لیا ہے کہ بزور فتح کرنا تقریبًا ناممکن ہو گیا ہے۔ پرانے ترکی قلعوں اور مورچوں کے آثار و کھنڈرات بھی اب تک موجود ہیں۔ وہ اس قابلیت اور سلیقہ سے تیار کئے گئے تھے کہ بڑے بڑے انجنیر دیکھکر دنگ ہو جاتے ہیں۔ ترکوں نے پانی کے ذخیرہ کے لئے کمال استادی سے بڑے بڑے وسیع حوض بھی تیار کئے تھے۔ جن کو عدن پر قابض ہونیکے بعد انگریزوں نے پھر درست کر کے اون سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔ عدن سے ہر سال تین ہزار جہاز گزرتے ہیں۔ یہاں ہندوستان کی فوج مامور ہے اور اوسکا ملکی و فوجی انتظام بمبئی گورنمنٹ کے ماتحت ہے ۔ مؤلف

کا بیس دن تک بحری محاصرہ کیا۔ مگر آخر کار رسد کی کمی کی وجہ سے محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہوگیا۔ ایک عیسائی مورخ اوسپر الزام لگاتا ہے کہ اُس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے ساتھ متفق کرنے کی کوشش نہ کی۔ ورنہ ضرور عیسائیوں کو وہاں سے قطعی طور پر نکالنے میں کامیاب ہو جاتا۔ علاوہ بریں اُسنے ہندوستان اور عرب کے امیروں سے جابرانہ برتاؤ کیا جس سے وہ ترکوں سے ناراض ہوگئے۔ اور ان کے پاؤں وہاں اچھی طرح نہ جم سکے ✦

وہی مورخ لکھتا ہے کہ امیر البحر مذکور نے عدن کے عرب امیر کو جو اوس سے ملنے کے لئے جہاز پر آیا تھا بلا قصور پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ پیری رئیس نے بحیرہ مجمع الجزائر اور بحیرہ روم (جسے بحیرہ بین الارض اور بحیرہ وسطی بھی کہتے ہیں) پر دو مستند کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جن میں اونکی لہروں کے رُخ اون کے مختلف مقامات پر گہراؤ بندرگاہوں اور ان سمندروں کے اون مقامات کے جو خشکی پر اُترنے کیلئے سب سے بہتر تھے بمفصل حالات ذاتی معائنہ اور تحقیق و پیمائش سے تحریر کئے۔ سیدی علی ممتاز ملاح ہونیکے علاوہ شاعر بے بدل بھی تھا۔ قصائد و غزلیات کے علاوہ اسنے قسطنطنیہ سے لیکر گجرات تک کی بحری سیاحت کے حالات بھی قلمبند کئے۔ یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ رسد کی کمی اور طوفان کی کثرت کے باعث اوسکو ساحل گوجرات پر پرتگیزوں سے مقابلہ سے واپس آجانا پڑا تھا۔ سیدی علی نے ریاضی و ملاحی پر کئی رسالے لکھے اور بحیرہ ہند کی جہازرانی پر ایک بسیط کتاب اپنے زمانہ کے مستند عربی و ایرانی مصنفین کی سند و حوالہ سے جنہوں نے ہندوستان پر طبع آزمائی کی تھی تالیف کی۔ اِس کا نام محیط تھا۔ جسکا صرف ایک نسخہ اب نیپلز کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ پیری رئیس کی دونوں کتابیں بولون (واقع اٹلی) ڈریسڈن و برلن (واقع جرمنی) کے شاہی کتب خانوں اور روم کے کتبخانۂ پوپ میں موجود ہیں۔

سلیمان اعظم کے عہد حکومت کے دو اور نامور امیر البحر پیالی اور طورغود ہیں۔ پیالی ہنگری کے ساحلی صوبہ کروشیا میں اور طورغود عثمانی علاقہ ہی میں پیدا ہوا تھا۔ اسکے والدین عیسائی تھے۔ اوائل عمر میں وہ ایک ترکی جہاز کے ملاحوں میں داخل ہوگیا۔ اور آخر کار تبیس بحری قزاقوں کی ایک جماعت نے اوسکو اپنا کپتان منتخب کر لیا۔ اوس نے تبیس جہاز اپنے ماتحت جمع کرلئے اور جزیرہ کارسیکا پر حملہ کیا۔ مگر ہسپانوی سپہ سالار ڈوریا نے شکست دیکر اوسکو گرفتار کر لیا اور خود اپنے جہاز کی میخ سے اوسکو زنجیر لگا دی جسپر وہ کئی مہینوں تک غلاموں کی طرح فاتح کے جہاز پر چپا کھیتا رہا۔ آخرش باربروسا نے یہ دھمکی دیکر کہ اگر طورغود کو رہا نہ کیا گیا تو میں جنوا کو جلا کر دونگا اوسے رہائی دلوا کر اپنی زیر حمایت لے لیا۔ اور اُس نے بیس جہازوں کے بیڑہ کا سردار ہو کر اٹلی و ہسپانیہ کے سواحل پر پھر تباہی و بربادی پھیلانی شروع کر دی اور مہدویہ اور طرابلس کو فتح کر کے خیر الدین کی تقلید میں اپنے

تیئیں سلطان کا باجگذار قرار دیکر سلیمان کو اپنا شہنشاہ تسلیم کیا۔ اسکے معاوضہ میں اوسکو اعلے رتبہ عطا کیا گیا اور معقول امداد قسطنطنیہ سے روانہ کردی گئی۔ ہسپانویوں نے مہدویہ اوس سے پھر چھین لیا۔ مگر اسی مقابلہ میں اس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ڈوریا کو سخت زکیں پہنچائیں۔ اور بحیرۂ روم میں اوسکی دہشت باربروسا سے کسی طرح کم نہ رہگئی۔ اوسکی جرأت ایسی بیخوف اور تند تھی کہ خود سلطان سے بھی بگڑ بیٹھنے کی جرأت کر بیٹھا۔ اسکی کیفیت یہ ہے کہ ایک دفعہ وینس والوں کا ایک عظیم تجارتی بیڑہ اتفاقیہ اوسکو نظر آگیا جسکی بیش وبہا مال ودولت کو دیکھکر اوسکے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور اگرچہ بابعالی اور ریاست وینس میں اسوقت صلح تھی اوس نے اون جہازوں کو گرفتار کرلیا۔ بابعالی نے اس ناشائستہ حرکت کا جواب دینے کے لئے اسے قسطنطنیہ طلب کیا۔ اور چونکہ رستم پاشا وزیر اعظم اوسکا دشمن تھا اوسکی جان بمشکل بچ سکتی۔ مگر طورغود حکم طلبی کی تعمیل کرنے کی بجائے آبنائے جبرالٹر سے بحر اوقیانوس کو چلدیا اور وہاں شہنشاہ مراکو کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور آخرکار سلیمان نے باربروسا کی وفات پر معافی اور ترقی مزید کے وعدے دیکر اوسکو واپس بلالیا۔ اسکی موت اور آخری خدمات کا ذکر محاصرہ مالٹا کے حالات میں کیا جائیگا۔

پیالی پاشا نے سلیمان کے زمانہ میں جو نمایاں کام کئے وہ فتح اوران (الجزائر کے شمالی ساحل کا مشہور قصبہ) اور عیسائیوں کے متفقہ بیڑوں کو جو طرابلس اور جزیرہ جربہ کے فتح کرنے کے لئے متفق ہوئے تھے ۱۵۶۰ء میں شکست فاش دینا ہے۔ اس مہم کے لئے پوپ اور جنوا۔ مالٹا۔ فلورنس۔ سسلی و نیپلز کے فرمانرواؤں نے دوسو جہاز تیار کئے تھے۔ ڈوریا بیڑہ کا اعلے امیر البحر تھا۔ اور ڈان الوار ڈی سانڈی اس فوج کا افسر تھا جو ان جہازوں پر سوار تھی۔ بیڑہ جزیرہ جربہ[1] تک بخیریت پہنچگیا۔ فوجیں خشکی پر اتاردی گئیں۔ تقریباً سارا جزیرہ مطیع اور ایک مضبوط قلعہ تیار کرلیا گیا۔ مگر عیسائیوں کے جہاز ابھی جربہ سے روانہ نہ ہوئے تھے کہ پیالی پاشا حملہ کی خبر سنکر معہ بیڑہ جہازات ڈارڈینلز سے روانہ ہو پڑا۔ اور بمقام موڈون رہوڈس اور مٹی لین کے گورنروں کے بیڑوں کو ساتھ ملاکر ۱۴ مئی ۱۵۶۰ء کو ڈوریا کے جہازات پر حملہ آور ہوا اور اوسکو کامل شکست دی۔ ۲۰ جنگی اور ۲۷ باربرداری کے جہاز عیسائیوں کے تباہ ہوئے۔ سات جہاز آبنائے جربہ میں پناہگزین ہوئے۔ جہاں وہ بعد میں گرفتار ہوگئے۔ باقیماندہ بحال تباہ اٹلی کو بھاگ گئے۔ اور بری فوج کو جزیرہ پر ہی چھوڑ گئے۔ جسکو پیالی پاشا نے فی الفور بری فوج لاکر محصور کرلیا اور آخر اپنے نئے قلعہ میں وہ گرفتار ہوگئے۔ ۲۷ ستمبر کو پیالی بفتح وشادمانی قسطنطنیہ کے بندرگاہ میں دوبارہ داخل ہوا۔ فتح کی خوشخبری اوس سے پیشتر ہی روانہ کردی تھی۔ خوشخبری لانیوالے جہاز کے پچھلے حصہ سے ہسپانیہ کا شاہی جھنڈا سرنگوں پانی

[1] یہ جزیرہ ساحل ٹیونس کے وسط کے قریب ساحل سے دو چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مؤلف

میں پڑا ہوا تھا۔ پیابی کی آمد کے دن سلیمان اپنے کپتان پاشا کی عزت افزائی کے لئے اپنے محلسرائے کے اوس حصہ میں جو برلب دریا تھا جب تک جلوس گذرتا رہا دریچہ میں کھڑا رہا۔ وان الوارہ دیگر عیسائی افسر عثمانی امیر البحر کے جہاز کی چھتری پر نمایاں جگہ پر کھڑے کئے گئے تھے۔ اور گرفتار شدہ جہاز بلا مستول و بلا پتوار اوسکے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ جو شخص اوس وقت سلطان کے قریب کھڑے تھے وہ یہ دیکھکر حیران ہوگئے کہ اس عظیم الشان فتح کے موقعہ پر بھی اوسکا چہرہ بدستور متین و سنجیدہ تھا۔ اور اوسکے بشرہ میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ شاہ فرڈیننڈ کا سفیر بسبیک اس کو جو پاس موجود تھا اس کو سلطان سلیمان کی بلند نظری حقیقی عظمت اور بزرگدلی پر محمول کرتا ہے۔ لیکن وان ہمیر کا خیال ہے کہ اس فتح سے پہلے سلطان پر ایسی خانگی مصائب وارد ہوچکی تھیں کہ اوس کا دل پژمردہ ہوگیا تھا۔ اور اوس کو کسی چیز سے خوشی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔

سلیمان عالیشان گو بحیثیت فرمانروائی نہایت بلند اقبال اور خوش قسمت سلطان گذرا ہے۔ مگر بحیثیت انسان دنیا کے لازمی رنج و مصائب اور دکھ درد سے وہ بھی خالی نہ رہا۔ بلکہ اوسے اس انسانی ورثہ کا بہت بڑا حصہ لینا پڑا۔ خونریزی اقربا کی بلا جو کئی صدیوں تک خاندان عثمانیہ پر وارد رہی ہے اوسکے زمانہ میں بھی بیکار نہ بیٹھی رہی۔ بے دوست رہنا خود مختاری کا خاصہ ہے۔ مگر سلیمان اوس کو بہت زیادہ محسوس کرتا ہوگا کیونکہ جیسا کہ اوسکی سلطنت کے ابتدائی حصہ سے واضح ہورہا ہے اوسکی طبیعت میں فطرتاً دوست بننے کی استعداد موجود تھی اور وہ طبعاً اس طرف راغب تھا۔ اوسکا مشہور وزیر اعظم ابراہیم جو یونانی الاصل اور ابتدا میں عیسائی تھا کئی برسوں تک اوسکا صرف نہایت ہی معتبر مشیر اور سپہ سالار ہی نہ تھا بلکہ رنج و راحت اور علمی مطالعوں میں بھی اوسکا شریک اور رفیق تھا۔ مگر آخر الامر اوسکے اقتدار عظیم سے سلطان کو شبہ پیدا ہوگیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب کسی وزیر کی طرف سے بادشاہ کے دل میں خوف پیدا ہوجائے وہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ابراہیم کے ساتھ سلطان نے اپنی ہمشیرہ کی شادی کردی تھی۔ لیکن یہ رشتہ بھی اوسکی جان نہ بچا سکا۔ سلطان کو قطعی شبہ نہیں ہوگیا تھا کہ ابراہیم مطلق العنان بادشاہ بنا چاہتا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اسکندر چلپی کے قتل کے وقت سے سلیمان کے دل میں ابراہیم کیطرف سے خاص نفرت اور کدورت بیٹھ گئی تھی۔ چنانچہ مہم ایران سے فارغ ہوکر قسطنطنیہ واپس آنے پر ۵ مارچ ۱۵۳۶ء کو جب ابراہیم حسب معمول سلطان کے ساتھ کھانا تناول کرنیکے لئے محلسرا کو گیا اور سارا دن اپنے مکان کو واپس نہ جانے پر جب اوسکے خادم دوسرے دن اوسکی تلاش میں آئے تو اونکو ابراہیم کا مردہ جسم پڑا ہوا ملا اوسکی لاش سے ظاہر ہورہا تھا کہ اُس نے اپنی جان کے لئے جان توڑ مقابلہ کیا ہے۔ اور اس واقعہ سے سو برس بعد تک اوس کے خون کی چھینٹیں محل کی دیواروں پر دکھائی دیتی رہیں اور زبان حال سے اون لوگوں کو جو شاہی قرب و نوازش کے حصول کی تمنا میں شاہی محلات میں داخل ہوتے تھے اونکی مستقبلہ قسمت سے آگاہ کرتی رہیں۔

واِن ہیمر نے دیگر بیشمار اعلیٰ عہدہ داروں کی ایک طویل فہرست دی ہے جنکی ایک وقت تو سلیمان کے نزدیک بڑی قدر و منزلت تھی۔ اور آخر کار جلاد کی کمان کے شکار ہوئے۔ سلیمان کے زمانہ کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل تذکرہ ہے۔ مسلمانوں کو توکل و تقدیر پر اس قدر بھروسہ و اعتقاد ہے کہ اون میں خودکشی کا وجود تقریباً بالکل عنقا ہے۔ تاریخ عثمانیہ میں ایسا اکثر ہوا ہے کہ آج ایک گدا وزیر اعظم ہو گیا ہے اور دوسرے دن وہ پھر گدا کا گدا ہو گیا ہے۔ لیکن اوس گدا نے بھی وزارت چھن جانے کا کوئی افسوس نہیں کیا۔ اور بدستور سابق اپنے کام میں اس طرح سے مصروف ہو گیا ہے کہ گویا اُس نے کبھی وزارت کا مزہ چکھا ہی نہیں تھا۔ اسی لئے سوائے مندرجہ ذیل واقعہ کے موجودہ تہذیب کے زمانہ سے پہلے (کیونکہ اب یوروپین تہذیب ترکی میں بھی سرائت کر گئی ہے۔ اور گاہ بگاہ کسی ایک آدھ ترکی عہدہ دار یا عامی کے خودکشی کر لینے کی خبر موصول ہو رہتی ہے) ترکی تاریخ میں خودکشی کا نام تک پایا جائیگا اس کلیہ کا مستثنےٰ خسرو پاشا نامی ایک شخص تھا۔ سلیمان نے جب اُسے بوسنیا کی گورنری سے برطرف کیا تو اوس کو ایسا رنج ہوا کہ آب و دانہ ترک کر دیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ خسرو کے برخلاف جب سلطان نے اپنے ایک اور اعلےٰ عہدہ دار لطفی پاشا کو موقوف کر دیا۔ تو اُس نے گوشہ تنہائی اختیار کر کے بے کاری کا زمانہ ابتدا سے لے کر اپنے زمانہ تک کی تاریخ سلطنت عثمانیہ تحریر کرنے میں صرف کیا۔ مگر سلیمان کا اپنے افسروں کو قتل کرانا خود اوسکے اپنے خاندان کے شاہزادوں کے قتل کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تخت نشینی کے وقت جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اکلوتا فرزند ہونے کی وجہ سے اوسے برادر کشی کا مرتکب ہونا پڑا تھا۔ مگر اپنے عہد حکومت میں اُس نے بکرات و مرات دکھلا دیا کہ شاہی ضرورت کے سامنے ہمدردی اور رحملی اوسکی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ شاہزادہ جمشید کا پوتہ رہوڈس کے نائیٹوں کے پاس نظربند تھا جب فتح رہوڈس پر شہزادہ مذکور بھی اوس کے تصرف میں آیا تو اوسے بمعہ کل کنبہ فوراً قتل کرا دیا گیا۔ اور ابھی اس سے زیادہ قریبی عزیزوں کا خون اوس کی قسمت میں مقدر تھا جس کا قصہ حسب ذیل ہے:۔

سلیمان کے شہزادگی کے زمانہ ہی سے اوس کے حرم کی ایک روسی کنیز مسمات خورم نے اپنے بینظیر حسن و جمال اور دلفریب ناز و اداسے اوس پر بے اندازہ قابو پا لیا ہوا تھا۔ اوسکے اطوار ایسے دلکش گفتگو ایسی دلآویز۔ اور وہ خود اپنے آقا کے دلی خیالات کو بھانپنے اور اپنے اقتدار کو اور مضبوط کرنے کے لئے نہائیت ہی مناسب موقعوں کے تاڑنے میں ایسی مشتاق اور علامہ تھی کہ دونوں کا عالم شباب گذر جانیکے بعد بھی اوسے مرتے دم تک سلیمان کے دل پر بدستور پورا قابو رہا۔ وہ ۱۵۵۸ء میں فوت ہوئی۔ اطالین اور فرانسیسیوں نے اس خوش قسمت عورت کو اپنے اپنے ملک سے منسوب کیا ہے۔ مگر اس کا روسی الاصل ہونا محقق ہے۔ سفرائے دول اجنبیہ متعینہ دربار سلیمان اوسے ہمیشہ "لاروسا" (روسی عورت) لکھتے تھے۔ اور اسی سے اوسکا نام فرانسیسیوں نے اپنے ملک کی مشہور حسینہ عورت کے

نام پہ روکسلانا بنالیا۔ اسکندر فیلقوس کی بیوی کا نام بھی روکسلانا (رشک دختر دارا) تھا خورم کی استدعا پہ سلیمان نے اوسکو آزاد کرکے شریعت کے مطابق اوس سے عقد ازدواج کرلیا تھا سلیمان کو اس سے جو دلی محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ عالیشان جامع مسجد سلیمانیہ کے قریب جسے خود اُس نے تعمیر کرایا تھا۔ اوس کے لئے نہایت شاندار مقبرہ تعمیر کرایا اور اپنے لئے بھی اوسی مقبرہ میں دفن کئے جانیکی وصیت کی۔ یہ مقبرہ نفاست و عالیشانی میں اب تک قسطنطنیہ کی قابل سیر عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ مگر سلیمان کے عشق کا سب سے بڑا ثبوت وہ ہے جو اوس نے اس عورت کے دائم الخمر اور نالائق بیٹے کو تخت نشین کرانیکے لئے اپنے شجاع زمانہ اور کامل فرزانہ فرزندوں کے قتل کر دینے دیا ہے۔ سلطانہ خورم کے قابو یافتہ ہونے سے پہلے سلیمان ایک چرکس کنیز پر فریفتہ تھا۔ اوس کے بطن سے شاہزادہ مصطفےٰ پیدا ہوا۔ خورم کے بطن سے بھی سلطان کی اولاد ہوئی اوسکی تمام کوششیں اسپر محدود تھیں کہ جسطرح ہو اپنے بیٹے شاہزادہ سلیم کو تاج و تخت کا وارث کرائے۔ اس مدعا کے حصول کے لئے وہ شاہزادہ مصطفیٰ کے ہلاک کرنیکے درپے ہوگئی۔ کیونکہ بڑا بیٹا ہونیکی وجہ سے قدرتی طور پر وہی ولیعہد سمجھا جاتا تھا۔ خورم کی ایک بیٹی رستم پاشا سے بیاہی گئی تھی جو اپنی خوشدامن کی سعی و سفارش سے بتدریج دیار بکر کا بیلربے (گورنر جنرل) وزیر ثانی اور آخرکار تخت شاہی کے بعد سب سے اعلےٰ مقام یعنی وزارت عظمیٰ کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوگیا۔ اور اوس نے اپنی تمام ہمت و رسوخ کو اپنی ساس کی معاونت پر صرف کرنا شروع کردیا جس سے سلطانہ خورم کو غریب مصطفےٰ کی بربادی کے لئے زبردست اور ہر وقت مستعد آلہ ملگیا۔ یہ بدقسمت شاہزادہ حسن صوری و معنوی اعلےٰ قابلیت و ذہانت میں شہرہ آفاق تھا۔ اوسکے حد بلوغت کے قریب پہنچنے پر جب سلیمان نے اوسکو مختلف صوبوں کی حکومت پر مامور کیا تو اوس میں ملکی و جنگی دونوں قسم کی ایسی اعلےٰ قابلیتیں پائی گئیں کہ تمام ملک کو یقین ہوگیا کہ یہ اپنے باپ پر بھی فوقیت لیجاکر خاندان عثمان کا سب سے ممتاز اور عالی مرتبت فرمانروا ہوگا۔ مگر رستم اور خورم کی شرارت آمیز چالوں سے سلیمان کے دل میں پہلے تو اپنے نہایت ہی ہر دلعزیز اور ممدوح زمانہ فرزند کی طرف سے رشک اور پھر خوف و دہشت پیدا ہوگئی۔ اور جوں جوں سلیمان پر پیرانہ سالی غلبہ پاتی گئی مصطفےٰ کی سوتیلی ماں کی زہریلی سرگوشیاں زیادہ مؤثر ہوتی گئیں۔ یہ چالاک عورت سلیمان کو ہر وقت اوسکے باپ اور بایزید ثانی کا قصہ یاد دلاتی رہتی تھی کہ اوس نوعمر اور صاحب ہمت شہزادہ نے جو فوج کا محبوب تھا کسطرح تخت و تاج پر قابض ہوکر اپنے معمر باپ کو معزول کردیا تھا۔ یہ سازشیں آخرکار ۱۵۵۳ء میں جب کہ سلیمان ایران کے ساتھ دوسرے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہا تھا کامیاب ہوگئیں۔ سلطان کو پورا یقین دلادیا گیا کہ مصطفیٰ بغاوت کے سامان کر رہا ہے۔ اور بیرونی دشمن پر حملہ کرنے سے پہلے خود گھر کو ہی فتنہ و سازش سے صاف کرنا ضروری ہے۔ سلیمان نے اوسی سال کے موسم خزاں میں اوس فوج کی کمان جالی جو ایران پر حملہ آور

ہونیکے لئے ایشیا کوچک میں جمع کی گئی تھی - اس وقت سردی کا موسم اس قدر قریب تھا کہ پیش قدمی محال تھی اور یہ فیصلہ ہوچکا تھا کہ فوج موسم سرما حلب میں کاٹ کر آئندہ موسم بہار میں جنگ شروع کرے لیکن سلیمان کے کانوں میں پھونک دیا گیا تھا کہ اس اثنا میں اوسکا قسطنطنیہ ٹھیرا رہنا مناسب نہیں شہزادہ مصطفیٰ فوج کو بغاوت پر آمادہ کر رہا ہے - اسپر سلیمان فوراً فوج کی طرف روانہ ہوگیا - سلیم نے ماں کے سکھانے پر ہمراہ جانیکی درخواست کی اور وہ منظور ہوگئی - جب فوج بمقام اریگلی (پرانا نام آرکیلیاس) پہنچی تو شہزادہ مصطفیٰ بھی اپنے صوبے سے وہاں پہنچگیا - اور اوسکے خیمے کمال تزک و احتشام سے خیام سلطانی کے قریب نصب کئے گئے - دوسرے دن وزرائے سلطانی لوازم آداب بجالانیکے لئے شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور اون کو خلعت ہائے فاخرہ عطا کئے گئے -

تیسرے دن علی الصباح شاہزادہ ایک شاندار اسپ بادپا پر سوار ہوکر و زراء و افسران ینگچری فوج کو جلو میں ہمرکاب لیکر سلطانی خیمہ کی طرف روانہ ہوا جسکے دروازے پر گھوڑے سے اتر کر اس امید میں کہ اب دیدار پدری سے مشرف ہوتا ہوں اپنے خدام کو باہر چھوڑ کر خیمہ کے اندر داخل ہوا - مگر وہاں سلطان کی بجائے سات فرشتگان موت دکھائی دیئے - یہ گونگے فوراً اوسپر جھپٹ پڑے - اور وہ اپنے باپ سے جو ایک دوسرے کمرہ میں چھپکر بیٹھا ہوا تھا رحم کی التجا ہی کرتا رہا کہ اونہوں نے اوسکے گلے میں کمند ڈال دی - شاہزادہ نے جان بچانے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی پیش نہ گئی - بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ شاہزادہ کے قتل میں زیادہ وقفہ صرف ہونیسے بیقرار ہوکر سلیمان متصلہ کمرہ سے باہر نکل آیا تھا - اور اُس نے نہائت بیصبری سے بہروں کو جلد کام تمام کرنیکا ہاتھ سے اشارہ کیا - شاہزادہ کے ساتھ ہی اوسکا وفادار آغا اور داروغہ اصطبل بھی جو دروازہ پر کھڑے تھے قتل کردیئے گئے اس خوفناک قتل کی خبر فی الفور تمام کیمپ میں مشہور ہوگئی - اور کل فوج بالخصوص ینگچری سخت غضب آلود حالت میں سلطانی شامیانہ کے گرد جمع ہوگئے اور رستم پاشا کو سزا ملنے کا مطالبہ کیا - کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ مرحوم اوسی کی ابلیسانہ سازشوں کا شکار ہوا ہے - اونکا غصہ فرو کرنیکے لئے بدطینت رستم وزارت سے معزول کردیا گیا - اور احمد پاشا جس نے ہنگریا کی لڑائیوں میں نمایاں کام کئے تھے اوسکی جگہ وزیر اعظم بنایا گیا - لیکن دو برسوں ہی کے بعد خانم یافتہ سلطان کا داماد اپنے عہدہ پر بحال اور احمد پاشا بداعمالی اور ناوفاداری کے بے بنیاد الزامات پر مروا دیا گیا - مصطفیٰ کی نسبت ڈاکٹر واٹن انگریزی سفیر متعینہ پیرس اپنے خط مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۵۵۳ء میں لکھتا ہے "کہ جن لوگوں نے شہزادہ مرحوم کو دیکھا ہے اونکا بیان ہے کہ کارہائے نمایاں اور مہمات عظیم کو اختیار کرنے اور اون کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے میں کل عثمانیہ شہزادوں کو ایک بھی اوس کا ہم پلہ نہیں تھا"

سلیمان کے دوسرے فرزند بایزید کے قتل کا قابل افسوس واقعہ اس قتل سے بھی زیادہ حسرت افزا اور رقت خیز ہے - سلطانہ خورم کی وفات کے بعد - مگر جبکہ رستم ابھی زندہ تھا سلیم اور بایزید میں سخت خوفناک رقابت پیدا ہوگئی

ان شہزادوں کا اتالیق لالہ مصطفےٰ پاشا ابتداء میں تو شاہزادہ بایزید کا طرفدار تھا۔ مگر بعد میں یہ معلوم کرکے کہ سلیم کی حمایت کرنے سے ترقی کی زیادہ امید ہے وہ اوسکا ایسا طرفدار ہوگیا کہ اپنے دین و ایمان کو بھی اس طرفداری میں قربان کرگیا۔ مگر بظاہر بایزید کا رفیق رہکر جھوٹی امیدیں دلانے بے بنیاد خطرات ظاہر کرنے کئی خطوط کو دبا لینے اور انکی بجائے مصنوعی خط لکھوانے۔ الغرض نہایت ہی مکروہ اور ابلیسانہ سازشوں اور مکر و فریب سے اس کمبخت نے بایزید کو باپ کے برخلاف بغاوت پر کھڑا کردیا جسکا نتیجہ بدنصیب شاہزادہ کی بربادی اور ہلاکت ہوا۔ لالہ مصطفےٰ پاشا کے سکرٹری علی نے اوسکی کارستانیوں کو بالتفصیل تحریر کیا ہے۔ سلیمان کو یقین ہوگیا کہ بایزید میرا بیٹا نہیں۔ ورنہ وہ کبھی میری نافرمانی نہ کرتا۔ اور میری پند و نصائح اور پدرانہ فہمائش بے اثر نہ رہتیں۔ اُدھر دوسری طرف نالائق اتالیق نے بایزید کو یہ پٹی پڑھادی کہ اوسکا باپ سخت سنگدل ظالم ہے۔ جو بیٹے کی استدعائے رحم اور فرزندانہ اظہار متابعت کو قبول نہیں کرتا اور پھر دوبارہ اوسی ظالمانہ سنگدلی سے کام لینا چاہتا ہے جو شاہزادہ مصطفیٰ کے ساتھ کی گئی تھی۔ بایزید فوج اور رعایا میں سلیم سے جو عیاشی اور بادہ خواری کے باعث عام حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ زیادہ ہردلعزیز تھا۔ سلیم اپنی ماں سلطانہ خورم کا ہمشکل تھا۔ اس وجہ سے اوسکو اور بھی حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ کیونکہ خورم کیطرف سے عام نفرت سب کے دلوں میں بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ بایزید خط و خال اور قد و جسامت میں بالکل اپنے باپ سے مشابہ تھا اوسکی عادات سب طرح سے بے عیب تھیں۔ اور اوسکے ذہنی قویٰ اور علمی کمالات نہایت اعلےٰ پایہ کے تھے۔ فوجی افسری اور ملکی حکمرانی میں اوسکی قابلیت گو مرحوم مصطفیٰ کے برابر نہ تھی۔ مگر پھر بھی وہ ایسی نہ تھی کہ فوج اور رعایا کے دلوں میں اوسکی محبت اور وقعت پیدا نہ ہوجاتی۔ اسلئے اگرچہ سلیمان کے وزیر ثالث سقولی نے بمقام قونیہ ۸ مئی ۱۵۵۹ء کو اوسے شکست فاش دی۔ لیکن اسکے بعد بھی کثیر التعداد فوج اس ادبار کے زمانہ میں بھی اوس کے ساتھ شریک رہی اور اوسکے ہمراہ ایران کو چلی گئی جہاں اُس نے اپنے چار معصوم بیٹوں سمیت شاہ طہماسپ[1] صفوی

ملہ طہماسپ صفوی فرزند اسمٰعیل صفوی ۹۱۹ھ ہجری میں پیدا ہوکر دس برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور ۵۴ برس کی سلطنت کے بعد ۹۸۴ھ ہجری میں اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس بادشاہ کو عیسائیوں سے اس درجہ نفرت تھی کہ جب ایک انگریز سوداگر انگریزی تجارت کے رواج کے لئے ملکہ ایلزبتھ کا سفارشی خط لیکر ایران میں پہنچا تو شاہ نے اوسکے لئے ایک خاص جوتا بھیجدیا کہ یہنکر ایران کی سرزمین پر چلے تاکہ اوسکے ناپاک قدموں سے زمین نجس نہو جائے۔ اور جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو اوسے فی الفور یہ کہکر واپس کردیا کہ میں کفار سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔ ہمایوں اسی کے پاس پناہ گزیں ہوا تھا اور اسی کی مدد سے پھر تاج و تخت ہند پر متصرف ہوا۔ طہماسپ کو اوسکی بیوی نے زہر سے ہلاک کیا تھا۔ اسکے بعد اوسکا پسر پنجم حیدر میرزا چند گھنٹوں کے لئے تخت نشین ہوا۔ بعد ازاں اسمٰعیل خدابندہ ڈیڑھ برس حکمران رہکر اپنے بیٹے عباس کے لئے تخت کو خالی کرگیا۔ حیدر کو پری خانم کنیز طہماسپ اور اس کے بھائی نے اور اسمٰعیل کو اوس کی ہمشیرہ نے قتل کیا تھا۔

کے پاس پناہ جالی۔ پہلے تو شاہ نے اوسکی شاہانہ اعزاز سے مہمانداری کی اور حلف اٹھالی کہ میں کبھی تم کو سلیمان کے حوالہ نہ کرونگا۔ مگر سلیمان نے سخت دھمکی دیکر پناہ گزیں اور اوسکی اولاد کے واپس بھیجے جانے یا انکو قتل کر دیئے جانے کا مطالبہ کیا اور شاہزادہ سلیم نے بھی اپنے بھائی اور بھتیجوں کو قتل کرانے کے لئے شاہ کے پاس قاصد اور خطوط روانہ کئے۔ ان خطوط میں شاہ کے عذرات کو توڑنیکے لئے جو اپنے مہمان کے ساتھ دغا کرنے سے عرصہ دراز تک پس و پیش کرتا رہا۔ قرآن کی بیشمار آیات (جو بالکل بے محل استعمال کی گئیں) اور کئی مشہور مصنفین کے اشعار و فقرات اور مقولے درج کئے گئے۔ ان میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک یہ بھی شعر تھا ؎

نکوئی با بداں کردن چنانست۔
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

آخر خوف لوازم میزبانی کی نگہداشت پر غالب آگیا۔ ایران کو ترکی شمشیر سے جو زخم پہنچا تھا وہ ابھی ایسا مندمل نہیں ہوا تھا کہ سلطانی حکمنامہ کی تعمیل سے انحراف کیا جا سکتا۔ تاہم طہماسپ نے قسم سے بچنے کے لئے اپنے ضمیر کو اس طرح سے تسلی دے لی کہ بایزید کو خود سلطان کے افسروں کے حوالہ کرنے کی بجائے اون قاصدوں کے سپرد کر دیا جنکو خاص سلیم نے اوسکے طلب اور ہلاک کرنیکے لئے بھیجا تھا۔ جب بایزید اور اوسکے معصوم بچے قاتلوں کو دیئے گئے اس وقت محرم کا مہینہ تھا۔ سلیم کے آدمیوں نے سن مذکور کے ستمبر میں بمقام تبریز بایزیدیوں کو کمال بیرحمی سے قتل کر دیا۔ اس خوفناک واقعہ کا ایران کے شیعہ باشندوں پر ایسا اثر پڑا کہ وہ شبیہہ کربلا کا غم و الم بھول کر ان بیکسوں کی تعزیت میں مصروف ہو گئے۔ اور تمام شہر میں سلیمان کے معصوم پوتوں کے قاتلوں پر لعنت و تبرا کی بوچھاڑیں پڑنے لگ گئیں۔ بایزید نے قتل سے تھوڑا عرصہ پہلے ایک نہایت حسرت بھری نظم موزون کی اسکو ترکی مورخ سولاق زادہ نے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔ سلیمان نے طہماسپ کی اس کارروائی پر بہت خوش ہو کر اوسکو چار لاکھ اشرفی بطور تحفہ ارسال کر کے نہایت دوستانہ خط ان القاب سے تحریر کیا۔ آسمان عظمت۔ مہر طلعت ماہ رفعت۔ بہرام ہیبت۔ خسرو نجابت۔ دارا درایت۔ مشتری سعادت۔ مطلع صداقت۔ صاحب تیغ۔ فریدوں راد مالک افسر کیقباد۔ فروغ کوکب عواطف۔ شریف جامع مناقب حمیدہ و لطیفہ۔ اورنگ آرائے ایران طہماسپ شاہ والا دودمان مدام مورد نعم الٰہی و مہبط انوار سماوی باد۔ دارائے ایران نے سلطان کو بایں القاب جواب دیا۔ محبوب درگاہ الٰہی۔ مشرف بہ تشریف مواہب نامتناہی۔ سلطان البرین خاقان البحرین۔ خادم حرمین شریفین آنکہ فراہم شدہ ہست در شخص او قوت و مجد و فخر و قدرت و خلافت و فطنت و عدل و شرف و انصاف و شہامت سلطان سلیمان خان بلند باد سناجق او بر سماوات و منقش باد نام سلطنتش بر الواح ابدی۔

ان خانگی آلام و مصائب کے علاوہ جن سے سلیمان کی زندگی کے آخری چند سال سخت تیرہ ہو گئے ۱۵۶۶ء یعنی

مرنے سے ایک سال پہلے اوسکی جنگی عظمت اور شاہی عجب و افتخار کو ایسی سخت زک ملی کہ محاصرہ وائینا کے بعد اوسے ایسی ناکامیابی کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ مگر اس ناکامیابی کا جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے خود اوسکی اپنی بیجا دشمن نوازی یا ناعاقبت اندیشی بھی کچھ کم باعث نہ ہوئی۔ وائینا کے بعد عثمانیہ فتوحات کے سیلاب کو یورپ میں پھیلنے سے روکنے میں دوسری سخت رکاوٹ جزیرہ مالٹا[1] میں پیش آئی۔ طبقہ سینٹ جان کے نائیٹوں نے رہوڈس سے نکلنے پر مالٹا اور اوسکے متصل جزیرہ گوزو میں سکونت اختیار کرلی۔ اور یہ دونوں جزیرے چارلس پنجم نے جو اونکی شجاعت کا مداح تھا اون خدمات کے صلہ میں جو اسلام کے مقابلہ میں اونسے ظاہر ہوئیں اونکو بخش دیئے جس وقت وہ مالٹا پر قابض ہوئے۔ وہ ایک سنگلاخ چٹان سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ مگر وہ اوسکے محل وقوع کے قدرتی فوائد کو تاڑ گئے۔ اور جزیرہ کی جنوب مشرقی جانب پر جہاں اب شہر مالٹا کی مہیب اوپر تلے منزل بمنزل باتریاں اور مستحکم بروج سر بفلک کھڑے ہیں۔ اور انگریزی جھنڈا اُن پر لہلہا رہا ہے فی الفور جنگی بندرگاہ ہونیکے ایک سلسلہ کو قلعبند کرنا شروع کردیا۔ اور ان جہاز خراموشوں نے ہسپانیہ اور سلطنت عثمانیہ کی دیگر مخالف سلطنتوں کیساتھ ملکر اس نواح میں بھی ترکی جہازات پر اوسی طرح چھاپے مارنے شروع کردیئے جسطرح جزیرہ رہوڈس سے ترکی جہازات کو مصر اور شام کے درمیان سمندر میں نقصان پہنچایا کرتے تھے۔ اس سے سلطان سلیمان کو بہت جلد مالٹا کی طرف توجہ ہوگئی اور آخر کار جب پانچ مالٹی جہازوں نے ایک ترکی تجارتی جہاز کو جسمیں حرم سرائے سلطانی کی بیگمات کا بھی کچھ اسباب تھا لوٹ لیا۔ تو وہ زیادہ ضبط نہ کرسکا۔ مفتی بھی سلطان پر عرصہ سے زور دے رہا تھا کہ نائیٹوں کی ظالمانہ غلامی سے مسلمانوں کو چھوڑانے سے بڑھکر کوئی کار ثواب نہیں ہوسکتا۔ علاوہ بریں اب سلیمان کو اس جزیرہ کی جنگی اور پولیٹیکل وقعت بھی معلوم ہوگئی ہوگی۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ جسطرح اس جزیرہ کے تصرف میں نہ آنے سے

[1] مالٹا بحیرہ روم کے عین وسط میں جزیرہ سسلی (صقلیہ) کے جنوبی گوشہ سے ۵۵ میل کے فاصلہ پر بجانب جنوب واقع ہے۔ گوزو اور کومینو دو چھوٹے سے جزیرے اس سے بہت قریب ہیں۔ مالٹا کے تمام سواحل نہایت مضبوطی سے قلعبند ہیں۔ اس کا رقبہ ۹۰ مربع میل اور آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ فوج اس سے علاوہ ہے جو عموماً آٹھ ہزار کے قریب رہتی ہے۔ مالٹی زبان میں اکثر عربی کے الفاظ شامل ہیں۔ یہاں زراعت بڑی محنت و تردد سے کیجاتی ہے۔ اگر بارش سے چٹانوں پر سے مٹی بہ جائے تو سسلی سے اور مٹی لاکر بچھادی جاتی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اس کے بندرگاہ میں آٹھ ہزار سے زیادہ جہاز داخل ہوئے۔ گوزو کا رقبہ ۲۰ میل اور کومینو کا دو میل مربع ہے۔ ۱۷۹۸ء میں مالٹا کو نپولین بوناپارٹ نے اٹلی سے فتح کرکے کچھ فرانسیسی فوج وہاں متعین کی۔ جس کا بعد میں انگریزی بیڑہ نے محاصرہ کرلیا۔ اور آخر اوس نے فاقہ سے تنگ آکر ۱۸۰۰ء میں جزیرہ انگریزوں کے حوالہ کردیا۔ اور ۱۸۱۴ء میں معاہدہ پیرس کے روسے انگریزی قبضہ کو باقاعدہ طور پر کل یورپ نے تسلیم کرلیا۔ یہ جزیرہ اب ایسا محفوظ ہے کہ اگر قلعوں میں رسد اور سامان حرب بکفایت ہو تو اوس کو فتح کرنا قطعی ناممکن ہے۔ مؤلف۔ ۱۲۔

سلطنت عثمانیہ کو مقبوضات شمالی افریقہ سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔ اسی طرح اگر اونکے وہاں پاؤں جم جاتے تو صقلیہ (یہ جزیرہ بھی ابتدائی فتوحات اسلامیہ کے زمانہ میں مدت مدید عرب فاتحین کے تصرف و قبضہ میں رہ چکا ہے) اور جنوبی اٹلی کے برخلاف کارروائی کرنے کیلئے ان کو ایسا عمدہ موقعہ ملجاتا کہ ان ممالک کی فتح میں کوئی شک نہیں ہوسکتا تھا۔

الغرض ان زہریلے سانپوں کے نئے بل کو جنکا سر کچل دینا ایک مدت اونکے لئے بہت ہی آسان تھا۔ فتح کرنے کے لئے ۱۵۶۴ء کے موسم سرما میں قسطنطنیہ کے بندرگاہ میں زبردست بیڑہ تیار کیا گیا۔ اسمیں ۱۸۱ جہاز تھے اور بحری فوج کے علاوہ ۴۵۰۰ ینگچری اور ۲۵۵۰۰ دوسری فوج اس مہم کیلئے مختص کیگئی۔ مصطفےٰ پاشا وزیر پنجم سپہ سالار اور فاتح جربہ پیالی پاشا کو اوسکا نائب بنایا گیا۔ نامور طورغود کو طرابلس کی بحری و بری فوج لیکر اس مہم میں شامل ہونیکا حکم دیا گیا۔ اور ہر قسم کا سامان حرب و ضرب جو قسطنطنیہ کے کارخانوں میں لائق انجنیروں کی زیر نگرانی تیار ہوسکتا تھا۔ اس کٹھن مہم کے لئے بافراط جہازوں پر بار کردیا گیا۔ اور بیڑہ مذکور یکم اپریل ۱۵۶۵ء کو شاخ زرین سے روانہ ہوا۔ علی پاشا وزیر اعظم مشایعت کیلئے ساحل تک سپہ سالار اور کپتان پاشا کے ہمراہ گیا اور رستہ میں استہزاً اشتر کی کہ ایسے دو مستعد رفقاء کے لئے جو قہوہ اور افیون کے ایسے سخت شائق ہیں لازم تھا کہ اونکے بیڑہ پر اس تفریحی سیاحت کے لئے از سر تا پا یہی دونوں چیزیں بھری ہوتیں۔ اس تمسخر پر عثمانی مورخ سخت معترض ہیں۔ اون کی رائے میں وزیر اعظم کی زبان سے ایسی اہم اور مشکل مہم کے شروع میں ایسے کلمات کا نکلنا فال نیک نہیں تھا۔ مگر ان کلمات کی تاثیر جہ کی نسبت وزیر اعظم کا ان دونوں افسروں سے خفیہ رقابت رکھنا۔ اور ان دونوں کا آپسمیں ناموافق ہونیکے علاوہ طورغود سے جس نے اونکے ساتھ شامل ہونا تھا باہمی رشک کھانا اس مہم کی ناکامیابی کا زیادہ بدیہی باعث ہوسکتا ہے۔

نائیٹوں کو اس طوفان بلاخیز کی آمد کی اطلاع تھی۔ وہ اپنے جزیرہ کی مضبوطی اور قلعوں اور مورچوں کی درستی میں تا بمقدور منہمک ہوگئے۔ شہر اور بندرگاہ کی محافظت کے لئے متعدد نہایت مضبوط قلعے بنے ہوئے تھے۔ اور محافظین کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی جن میں سے ۷۰۰ نائیٹ ۸۵۰۰ سپاہی اور باقی والنٹیر تھے۔ ہسپانیہ نے تھوڑی سی کمک بھیجکر وعدہ کیا کہ سسلی سے اوسکا گورنر اور بھی مدد روانہ کریگا۔ پوپ نے دس ہزار کروِن (کروان = ۲½ شلنگ) دیئے۔ اور کسی عیسائی سلطنت نے کوئی اعانت نہ کی اور نائیٹوں کو فقط اپنے قوت بازو۔ جنگی مہارت۔ اور فصیل و حصار کی بلندی و مضبوطی پر بھروسا کرنا پڑا۔

عثمانی بیڑہ ۱۹ مئی ۱۵۶۵ء کو مالٹا پہنچا۔ پیالی کی خواہش تھی کہ طورغود کے پہنچنے تک فوج خشکی پر نہ اتاری جائے۔ مگر سپہ سالار نے دوسرے دن اوسکو اتار دیا۔ اور قلعہ سینٹ المو پر جو شہر مالٹا کے مشرقی و مغربی لنگر

گاہوں کی درمیانی راس پر دونوں کی حفاظت کے لئے بنا ہوا تھا حملہ شروع کر دیا۔ کل ملحقہ زمین کے سنگلاخ ہونیکی وجہ سے ترکوں کے لئے سرنگ لگانا یا مورچے تیار کرنا ناممکن تھا چنانچہ انکی جگہ لکڑی کے متحرک مورچے بنائے گئے۔ اور باہر کیطرف اونپر کیچڑ اور گھاس کی بڑی بڑی موٹی تہیں جمادی گئیں۔ محاصرہ سے پانچویں دن بحری کپتان اولوج علی (جو دوسری حکومت میں اپنی کارہائے نمایاں سے بہت ہی ممتاز و نامور ہوا) اچھ گیلی اسکندریہ سے لیکر اور ۲ رجون کو طورغود طرابلس کا بیڑہ لیکر محاصرین کو آملا۔ اس پیرانہ سال اور آزمودہ کار امیر البحر نے قلعہ سینٹ المو پر حملہ کئے جانے کو ناپسند کیا۔ اوسکی رائے میں شہر فتح ہونے پر قلعہ خود بخود مفتوح ہو جاتا۔ اسلئے پہلے شہر پر حملہ کرو جب تھا۔ مگر چونکہ اب یہ کارروائی شروع ہو چکی تھی اس نے اسے ملتوی کرنا پسند نہ کیا۔ اُس نے قلعہ کا کامل محاصرہ کرنیکے لئے خشکی پر چھوٹی توپوں کی باتریوں کے علاوہ ۲ قلعہ شکن توپوں کی باتری نصب کی۔ اور سمندر کیطرف جہازوں کو قلعہ پر گولہ باری کرنیکا حکم دیا۔ محافظین کمال بہادری سے مقابلہ کرتے رہے۔ اور اگرچہ ترکی گولوں سے اکثر جگہ دیواریں شگاف ہو گئے۔ ترک اندر نہ داخل ہو سکے۔ ۱۶ رجون کو طورغود نے قلعہ پر عام حملہ کا حکم دیا۔ مگر چھ گھنٹوں کی دست بدست لڑائی کے بعد ترک، دو ہزار سپاہی کٹوا کر واپس ہٹ آئے اور بہادر طورغود بھی اس دن اپنے آقا کا حق خدمت ادا کرتا ہوا جام شہادت نوش کر گیا۔ حملہ کے دوران میں وہ ایک مقام پر کھڑا ہوا سرعسکر کو عیسائیوں کے دوسرے قلعوں کا جواب دینے کیلئے نئی باتری نصب کرنیکا موقعہ بتا رہا تھا کہ اون میں سے ایک قلعہ کی باتریوں سے ایک گولہ اوس مقام کے قریب ایک چٹان پر پھٹا اور اوس چٹان کا ایک ٹکڑا اوڑ کر اوس جان نثار کے سر پر لگا جس سے وہ بیوقت جنت کو راہی ہو گیا۔ سرعسکر مصطفےٰ نے لاش پر کپڑا اڑھوا دیا اور جب تک انجینئروں کو کل ہدایات نہ بتا چکا کمال استقلال سے وہیں کھڑا رہا۔ طورغود کی موت کا اس سے ساتویں دن بعد عوض لیا گیا۔ قلعہ سینٹ المو جانگداز حملہ کے بعد فتح ہو گیا اور محافظین میں سے ایک شخص بھی جانبر نہ ہوا۔ اس بیرونی قلعہ کے محاصرہ میں تین سو نائٹ اور تیرہ سو سپاہی عیسائیوں کی طرف اور آٹھ ہزار ترک ضایع ہوئے۔ مصطفےٰ پاشا اس قلعہ کی کھنڈرات سے متصلہ قلعہ بورگ کے سنگین برجوں کو دیکھکر جسپر اب حملہ کیا جانے والا تھا بے اختیار پکار اٹھا "جب بچہ کے لئے ہمیں اتنی جانیں ضایع کرنی پڑی ہیں تو باپ کو فتح کرنے میں کتنی جانوں سے دست بردار ہونا پڑے گا؟"۔ بایں ہمہ اوس کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور ۱۱ ستمبر تک فریقین دادِ مردانگی دیتے رہے۔ اس اثناء میں باربروسا کا بیٹا اور طورغود کا داماد دیلرے حسن پاشا الجیریہ سے کمک کا بیڑہ لیکر ترکوں کو آملا تھا۔ اس نوجوان نے اپنے باپ اور خسر کی عزت کو قائم رکھنے کے لئے پانچ ہزار فوج سے خشکی کی طرف سے جزیرہ نما سانگلی کے قلعہ پر حملہ کیا۔ اور دوسری طرف قاندلیہ ایک یونانی نو مسلم نے سمندر کیطرف سے الجزائری جہازوں سے لنگرگاہ کے اندرونی حصہ پر حملہ کیا۔ مگر حسن ۵ ہزار میں سے صرف ۵ سو سپاہی حملہ سے

واپس لایا۔ اور قاندلسیہ کو بھی کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ دوران محاصرہ میں چھوٹے چھوٹے معرکوں کے علاوہ دس عام حملے کئے گئے۔ جن کو محافظین نے پس پا کر دیا۔ ہر ایک فریق دوسرے کی شجاعت پر عش عش کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی رحم وانسانیت کو دونوں جواب دے چکے تھے۔ ایک معرکہ میں سر عسکر نے چند تیراکوں کو کلہاڑیاں دیکر شہا ٹھر کی اُس باڑ کو جو نائیٹوں نے لگائی ہوئی تھی کاٹنے کیلئے لنگرگاہ کی دوسری طرف بھیجا۔ نائیٹوں کے گرینڈ ماسٹر نے چند مالٹی ملاحوں کو اونکے مقابلہ کا حکم دیا۔ وہ برہنہ تن چھوٹی تلواریں لے کر پانی میں کود پڑے اور کچھ عرصہ دونو جماعتیں پانی میں لڑتی رہیں۔ آخر ترک واپس آگئے اور باڑ بچالی گئی۔ متواتر ناکامیوں اور بیفائدہ کشت وخون نے انجام کار ترکوں کے حوصلے پست کردیئے۔ اور ستمبر کے شروع میں یہ خبر بھی پہونچگئی کہ گورنر سسلی نے جس کمک کا عرصہ سے انتظار ہو رہا تھا روانہ کردی ہے۔ کمکی فوج کی تعداد آٹھ ہزار سے کم نہ تھی۔ مگر افواہاً اوسکی تعداد بہت بڑی مشہور ہوگئی۔ اس سے شکستہ دل ترکوں کی کم ہمت اور زیادہ ٹوٹ گئی۔ انہوں نے مایوس ہو کر ۸ ستمبر کو اپنی قلعہ شکن توپیں وہیں چھوڑ دیں۔ اور اس مہیب جزیرہ سے جسکی سرزمین انسانی خون سے خوب سیر ہو گئی تھی روانہ ہوگئے۔ اس محاصرہ میں ترکوں کے پچیس ہزار اور نائیٹوں کے پانچ ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ مگر باوجود اس عظیم فرق کے محصورین کی حالت بھی ایسی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی کہ اگر ترک حوصلہ نہ ہار جاتے اور کچھ مدت استقلال سے کام لیتے تو خواہ عیسائیوں کو مدد بھی پہنچ جاتی (اگرچہ اُسکا منزل مقصود تک پہنچنا قریباً محال تھا۔ کیونکہ ترکی بیڑے جو تعداد میں گورنر سسلی کے کمکی جہازات سے بہت ہی زیادہ تھے اونکو نہایت آسانی سے سمندر برباد کرسکتے تھے۔) وہ آخر کار جزیرہ کے فتح کر لینے میں کامیاب ہو جاتے۔ اسکی تائید میں یہی امر کافی ہے کہ جب گرینڈ ماسٹر نے ترکوں کی متروکہ گراں وزن توپوں کے لئے جوان اور مضبوط آدمیوں کے جمع ہونے کا حکم دیا تو بمشکل چھ سو آدمی جمع ہوسکے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چھ سو ہزاروں ترکوں کا کب تک مقابلہ کرسکتے۔ حوصلہ ہار دینے کے علاوہ سب سے بڑی غلطی جسکے ترک اس محاصرہ اور کئی دیگر محاصروں میں مرتکب ہوئے یہ تھی کہ وہ مضبوط قلعہ بند مکانوں کو بالعموم عام حملوں سے فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ حالانکہ ایسے مقامات کے فتح کرنیکے لئے سب سے سہل اور ناقابل خطا یہ تدبیر تھی کہ محصورین کا کامل طور پر محاصرہ کرکے اونکو فاقہ دہی سے ہتھیار رکھ دینے پر مجبور کیا جائے

جب محاصرہ اٹھا لئے جانے کی خبر قسطنطنیہ پہنچی۔ اُسوقت سلیمان آسٹریا کے ساتھ پھر جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میکسمیلن ثانی قیصر جرمن نے جو فرڈیننڈ کی وفات پر تخت آسٹریا کا وارث ہوا تھا ہنگری کی ترکی شہر سنبر اور ٹوکے لیلئے تھے۔ اور ترکی پاشا مصطفےٰ شتعلی نے صوبہ کروشیا پر حملہ کردیا تھا۔ سلطان نے نوجوان قیصر کا بذات خود مقابلہ کرنے کا عزم کرلیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس جنگ نے نائیٹوں کو ۱۵۶۶ء میں مکرر حملہ ہونے سے بچا لیا۔ جس حملہ کی نسبت جہانتک انسانی عقل اور امکان میں داخل ہے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ضرور

کامیاب ہوتا۔ سلیمان کی عمر اس وقت ۷۶ برس کی تھی۔ اور پیرانہ سالی اور بیماری نے اوسکو ایسا نحیف کر دیا ہوا تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس دفعہ فوج حملہ آور کے ساتھ جو یکم مئی ۱۵۶۶ء کو قسطنطنیہ سے روانہ ہوئی وہ پالکی میں گیا۔ اپنے دارالخلافہ سے آخری دفعہ باہر جاتے وقت اوسکو یہ اطمینان حاصل تھا کہ شہر کو پانی پہنچانے کے لئے جن مسقف نہروں کے تیار کرنے کا اوس نے حکم دیا تھا وہ مکمل ہو چکی ہیں۔ سلیمان ۲۷ جون کو قصبہ سملین واقعہ ہنگری میں پہنچا۔ وہاں سجسمند زپولی جو عثمانیہ سلطنت کے زیر حمایت ہنگری اور ٹرنسلوینیا کا برائے نام بادشاہ تھا لوازم عبودیت بجا لانیکے لئے حاضر خدمت ہوا۔ سلیمان اس مہم میں خاص کر کے دو مضبوط مقامات ارلا اور ذیجات کو جو سابقہ مہموں میں غیر مفتوح رہے تھے فتح کرنا چاہتا تھا۔ ذیجات کے گورنر کونٹ زرینی نے صوبہ بوسینیا کی فوج کے ایک دستہ کو جو سلطانی فوج کی کمک کے لئے آ رہی تھی راستہ میں شبخون مار کر تہ تیغ کر دیا تھا۔ اسپر سلطان نے سب سے پہلے اوسکی طرف رخ کیا۔ اور ۵ اگست کو عساکر عثمانیہ نے اوسکے گرد خیمے نصب کر دیئے۔ زرینی نے جدید نشیبی آبادی کو ناقابل حفاظت سمجھ کر خود جلا دیا۔ اور پرانے شہر میں جو بلندی پر تھا داخل ہو گیا۔ ترکوں نے اس شہر کو پانچویں دن فتح کر لیا جسپر زرینی معہ ۲۳ سو فوج کے قلعہ میں جو دونوں شہر کے درمیان تھا چلا گیا۔ اور اس بات کی علامت کے لئے کہ آخری دم تک لڑتے رہینگے سیاہ جھنڈا بلند کر دیا قلعہ کے گرد تمام زمین دلدلی تھی۔ ترکی انجنیروں نے اوسپر مختلف سڑکیں تیار کیں اور دیواروں کے قریب تک ترکی مورچے بنا دیئے جن سے ینگچری ہر وقت ایسی سخت آتشبازی کرتے رہے کہ کسی عیسائی کو فصیل سے سر اونچا کرنے یا اون سوراخوں کے سامنے ہونے کی جو توپوں کے لئے فصیلوں اور برجوں کے کنگروں میں رکھے جاتے ہیں جرات نہ پڑ سکتی تھی ترکوں توپوں نے قلعہ کی دیواروں کو بھی تقریباً مسمار کر دیا۔ اور اگست و ستمبر میں تین عام ہلے بھی کئے گئے۔ لیکن زرینی اور اوسکی فوج جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھی تھی۔ ترک قلعہ میں داخل نہ ہو سکے۔ سلیمان نے اس چھوٹے سے قلعہ پر اسقدر عرصہ دراز صرف ہو جانے سے نہایت برافروختہ ہو کر اپنے جنرلوں کو جلدی کی تاکید کی لیکن اونکو یہ نہ سوجھی کہ ساری فوجکو ایک قلعہ کے محاذ او تین ہزار دشمن فوج کے مقابلہ پر مقیم رکھنا فضول ہے۔ اگر قلعہ مضبوط ہے اور محافظین اسکو حوالہ کرنے اور ہتھیار رکھنے سے انکار کرتے ہیں تو اس قدر فوج جو اونکو کامل محاصرہ میں رکھ سکے اور محصورین کو قلعہ سے باہر نکلنے کی صورت میں اسیر کر سکے وہاں چھوڑ کر باقی فوج سے دشمن کے ملک پر پیش قدمی کی جائے۔ شاید جھوٹی شیخی اور غیرت اون کو کوئی قلعہ غیر مفتوح چھوڑ کر آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیتی ہوگی۔ مگر اب امید ہے کہ ترک ان گذشتہ واقعات سے سبق لیکر آئندہ ایسی غلطی کے مرتکب نہیں ہونگے۔

ترکی انجنیروں نے آخر کار قلعہ کے بڑے برج کے نیچے تک سرنگ کو مکمل کر لیا۔ اور حملہ آور فوج کو اوسکے اڑنے تک رکے رہنے کا حکم دیا گیا۔ یہ سرنگ ۵ ستمبر کو علی الصباح اڑائی۔ اور برج کو فنا کر دیا۔ مگر ہر شکستہ و مسمار

عمارت سے آگ کا جو عظیم شعلہ آسمان کو بلند ہوا۔ وہ گویا معمر سلیمان کی روح تھی جو آسمان کو پرواز کر گئی سلطان ذیشان اوسی رات اس واقعہ سے چند گھنٹہ پیشتر مرض مفاصل اور طبعی کمزوری سے داعی اجل کو لبیک کہ گیا تھا۔ مرنے سے کچھ عرصہ پہلے اوس نے وزیر اعظم کو کہلا بھیجا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ ابتک فتح کا نقارہ نہیں بجا۔ لیکن ہکلسنا اوسکی قسمت میں مقدر نہیں تھا۔ وزیر محمد صُقلی نے بادشاہ کی وفات کو پوشیدہ رکھا اور سلطانی اطباء کو قتل کروادیا کہ کہیں راز افشا نہ ہو جائے۔ سُرنگ اڑنے سے چارون بعد تک ترکی باتریاں قلعہ کو مسمار کرنے میں مصروف رہیں۔ حتیٰ کہ صرف ایک اندرونی برج اور اوس میں زرینی اور اوسکے چھ سو جان نثار سپاہی باقی رہگئے باقی کل عمارت اور محافظین تباہ ہو گئے۔ ۸ ستمبر کو ینگچریوں نے اس بُرج پر حملہ کیا۔ اور ادہر زرینی یہ دیکھکر کہ اب خاتمہ قریب پہونچگیا ہے موت کی تیاری شروع کردی۔ اوس نے سب سے نفیس پوشاک زیب تن کر کے نہائیت ہی بیش قیمت تلوار ہاتھ میں لے لی۔ اور ایک تھیلی میں قلعہ کی کنجیاں اور ایک سو ڈیوکٹ ڈال کر کمر بند میں رکھ لیں اور کہا۔ کہ "یہ روپیہ میں نے اسواسطے رکھا ہے کہ جو شخص مجھے قتل کرے اوسے یہ شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملے کہ اوسکو اپنی تکلیف کا کوئی معاوضہ نہیں ملا۔ اور کنجیاں اسلئے ڈالی گئیں کہ جبتک میرے بازو میں حرکت رہے کوئی شخص انکو نہ لے سکے"۔

اس کے بعد ہمراہیوں کو لے کر برج کے صحن میں آگیا۔ اور ایک بڑی توپ میں آہنی میخیں اور چھوٹی چھوٹی گولیاں بھر کر پھاٹک کے مقابل رکھدی جونہی ینگچری پھاٹک کے قریب پہنچے۔ اوسے کھول کر توپ چلادی گئی۔ اس ایک شلک سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ اور اس پریشانی اور سراسیمگی میں زرینی مع چھ سو رفقاء کے اونمیں در آیا۔ اور ہزاروں کو تہ تیغ کر کے کُل عیسائی بھی فنا ہو گئے۔ مگر وہ مرنے سے بعد بھی حملہ آوروں سے انتقام لینے کا انتظام کر گئے تھے۔ بُرج کے نیچے کل بارود جمع کر کے اوسکو اتنی بتی لگادی گئی تھی کہ بارود تک کچھ عرصہ بعد آگ پہنچے چنانچہ جب ینگچری بُرج میں داخل ہو کر لوٹ مار میں مصروف تھے میگزین میں آگ لگ گئی۔ جس سے کل عمارت مع تین ہزار ینگچریوں کے ہوا میں اُڑ گئی۔

اس فتح کے بعد جلد دوسرے علاقوں سے بھی ترکی عساکر کی فتح و نصرت کی خبر موصول ہو گئی۔ مگر جسکے نام سے ترکی فوج یہ کارہائے نمایاں کر رہی تھی۔ وہ بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا۔ محمد صقلی نے سلیم کو سلیمان کی وفات کی خبر خفیہ طور پر پہنچادی تھی۔ مگر ڈیڑھ لاکھ فوج کے جم غفیر میں چند راز داروں کے سوا ساتہ ہفتوں تک کسی کو علم نہوا وزیر نے لاش کو مصالح وغیرہ سے محفوظ کرا دیا۔ اور کوچ کے وقت سلطانی پالکی کے گرد برابر بدستور سابق پہرہ رہتا۔ اور فوج کو یہی گمان رہا کہ وہ خود سلطان کے حکم پر لڑ رہی ہے۔ جس کے مصنوعی دستخطوں سے فرمان جاری ہوتے ہے اور بظاہر یہ مشہور کر دیا گیا۔ کہ مرض نقرس کی شدت کی وجہ سے سلطان باہر نکلنے سے معذور ہیں۔ آخر جب بوکسا وغیرہ چند ہنگری مقامات فتح ہو چکے تو وزیر نے فوج کو بلغراد کی طرف ہٹانا شروع کر دیا۔ ابھی وہ شہر چار

منزل پر تھا کہ اُسے قسطنطنیہ میں سلیم کے تخت نشین ہوجانیکی خبر ملی۔ اُس نے اسی دن ۱۸ ؍ اکتوبر ۱۵۶۶ء کو رات کے وقت سلطان کے خیمہ کے گرد حفاظ قرآن بٹھا دیئے اور چند گھنٹوں کے بعد عین اسوقت جبکہ ٹھیک ۴۸ دن قبل سلطان کا مرغِ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا تھا عام اعلان کر دیا کہ سلیمان اس جہان سے کوچ کر گیا ہے۔ فوج نے یہ خبر سُنکر آہ و بکا شروع کر دی۔ پیئن فرزانہ وزیر نے اونکو تسلی دلاسا دیکر مطمئن کر دیا۔ سلیم ماتمی لباس پہنے قسطنطنیہ سے فوج اور اپنے باپ کی لاش کو بلغراد جا ملا۔ جہاں سے منزل بمنزل کوچ کر کے لاش کو قسطنطنیہ واپس لا کر جامع سلیمانیہ کے قریب اپنی والدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا۔ سلیمان اپنے ورثا کے لئے جو سلطنت چھوڑ گیا اوسکے بعد اس سلطنت میں قبرس اور کریٹ کے سوائے اور کوئی دائمی و مستقل اضافہ نہیں ہوسکا اور نہ اوسکے بعد سلطنت کو پھر ویسا عروج۔ خوشحالی اور طاقت نصیب ہوئی ہے۔ اوسکے زمانہ میں سلطنت عثمانیہ کا رقبہ چالیس لاکھ میل مربع سے کم نہ تھا جس میں دنیا کے اکثر زرخیز قطعات و ممالک شامل تھے۔ یہ عظیم الشان سلطنت عثمانلی ترکوں نے جن کا جدِ امجد پانسو سواروں سے بے خان و مان پھر رہا تھا تین صدیوں کے عرصہ میں حاصل کی۔

سلیمان نے سلطنت کو ۲۱ گورنمنٹوں اور ۲۵۰ سنجقوں (اضلاع) میں تقسیم کیا۔ وہ گورنمنٹیں (صوبجات) حسب ذیل تھیں۔ اوّل رومیلیا۔ یہ نام تمام ترکی مقبوضات پر جو دریائے ڈینیوب کے جنوب میں تھے حاوی تھا۔ اور قدیم یونان۔ مقدونیا۔ تھریس۔ اپائیرس۔ الیریا۔ ڈلمیشیا و موسیا۔ اس میں شامل تھے۔ ۲ مجمع الجزائر۔ یہ صوبہ کپتان پاشا کے زیر حکومت ہوتا تھا۔ ۳۔ الجیریا۔ ۴ طرابلس الغرب۔ ۵۔ آفن بمعہ مفتوحہ علاقجات مغربی ہنگریا۔ ۶۔ تمسوار جس میں علاقجات بنات۔ ٹرینسلونیا اور مشرقی ہنگریا شامل تھے۔ ۷ اناطولیہ۔ تمام ایشیا کوچک بالعموم اس نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر یہاں اوسکا شمال مغربی حصہ مراد ہے۔ ۸۔ کرآنیہ۔ ۹۔ روم۔ جو صوبہ سیواس اور بعض وقت صوبہ اماسیہ بھی کہلاتا تھا۔ ۱۰۔ ذوالقدر۔ اسمیں کوہ طارس کے مشرقی سلسلوں کے مشہور درے اور قصبات البوستان۔ ساموسٹا و ملیٹیا شامل تھے۔ ۱۱۔ طرابزون۔ یہاں کا گورنر بحیرہ اسود کے جنوب مغربی ساحل پر بھی حکمران ہوتا تھا۔ ۱۲۔ دیار بکر۔ ۱۳۔ وان۔ ان دونوں صوبوں میں کردستان اور آرمینیا کا حصہ کثیر داخل تھا۔ ۱۴ حلب ۱۵۔ دمشق۔ شام۔ اور فلسطین ان دونوں گورنمنٹوں کے ماتحت تھے۔ ۱۶ مصر۔ ۱۷۔ مکہ و مدینہ و حجاز ۱۸۔ یمن و عدن۔ اس گورنمنٹ میں حضرموت۔ تہامہ۔ خلیج فارس کے عرب ساحل (عمان والحصا) اور شمال مغربی ہندوستان کے ساحلی علاقہ کا حصہ کثیر شامل تھا۔ ۱۹۔ بغداد۔ ۲۰۔ موصل۔ ۲۱۔ بصرہ۔ ان تینوں صوبوں میں وہ علاقے جو سلیم اور سلیمان نے میسوپوٹیمیا میں ایرانیوں سے فتح کئے تھے۔ اور اُس سے جنوبی علاقے شامل تھے۔ اور دریائے فرات و دجلہ محل التصاق سے سمندر تک مشرقی حد اور ایرانی و ترکی مقبوضات میں حد فاصل تھے ان صوبوں کے علاوہ والیشیا۔ مالڈیویا۔ راگوسا اور کریمیا بمعہ جنوبی روس سلطان کے باجگذار ممالک تھے

پہلے دونوں صوبے نقد خراج دیتے تھے - اور آخرالذکر دونوں ممالک جنگ کے موقعہ پر زبردست کمک ٹ فوج سے امداد کیا کرتے تھے - خان کریمیا کی حکومت کی حدود معین کرنا مشکل کام ہے - اسکے اور اسکے ہمقوم خان استراخان کے ماتحت بیشمار نبرد آزما خانہ بدوش تاتاری قبائیل ہوتے تھے - جو بحیرہ اسود کے شمالی علاقہ میں گشت کرتے اور کاسکوں (قبیلہ قزاق) اور روسیوں سے ہر وقت برسر جنگ رہتے تھے - اور ان کی حدود ہمیشہ بدلتی رہتی تھیں -

سلیمان کے ماتحت بیس مختلف قومیں آباد تھیں - خالص ترکوں یعنی عثمانیوں کی تعداد جو اس وقت ایک کروڑ تیس لاکھ بتائی جاتی ہے - اُسوقت ڈیڑھ کروڑ کے قریب تھی - کیونکہ پچھلی تین صدیوں میں ان کی آبادی رو بہ تنزل رہی ہے - اس وقت بھی وہ اب کی طرح سلطنت کے مختلف حصص میں مساوی تعداد میں آباد تھے ایشیائی مقبوضات میں اونکی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ کے قریب تھی - اور اس کا زیادہ حصہ ایشیا کوچک میں تھا جسے ترکوں نے اپنا وطن بنالیا ہوا ہے تیس لاکھ یونانی عیسائی یورپین ٹرکی کے جنوبی حصہ میں اور دس لاکھ سے زیادہ ایشیا کوچک میں تھے - ارمنی یورپ میں کم اور زیادہ تر ایشیا میں تھے - اونکی تعداد موجودہ تعداد کے قریب یعنی ۲۵-۲۶ لاکھ تھی - عیسائی رعایا میں سلیو قوم سب سے بڑی تھی - بلگیریا - سرویا - بوسینیا - مانٹی نیگرو اور ہرزی گوبینا میں یہی قوم زیادہ تر آباد تھی - اور والیشیا و مالڈیویا میں بھی ان کی آبادی کچھ کم نہ تھی البانیا اور ٹرینسلوینیا میں بھی وہ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے - اونکا شمار اسوقت ۶۵ لاکھ کے قریب اندازہ کیا جاسکتا ہے رومانی قوم جو رومی فاتحوں اور ڈاسی مفتوح قوم کی مخلوط نسل سے ہے والیشیا و مالڈیویا میں آباد اور شمار میں بھی چالیس لاکھ تھی - البانوی جنکو ترک ارنوط اور وہ خود اپنے تئیں سکپٹار پکارتے ہیں ایک علیحدہ کوہستانی قوم ہیں - وہ دلیر نڈر جفاکش - بے اصول - وطن میں قزاقی کے اور باہر جنگ و جدال کے شائق ہیں - اون کی موجودہ مردم شماری پندرہ لاکھ ہے - اور سلیمان کے وقت بھی یہی ہوگی - عرب قوم شام - مصر و عرب اور تمام شمالی افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی - اور یہ شمار میں ساٹھ لاکھ سے کم نہیں تھی - شام کے دروز - خالدی اور مارونی دس لاکھ کے قریب تھے - ہنگری کے اوس حصہ کے مجر جو سلطان کے ماتحت تھا - ٹرینسلونیا کے جرمن الجیریا - و شمالی افریقہ کے بربر - مصر کے قبطی اور یہودی و سجانی (جو مالڈیویا میں بکثرت آباد تھے اور ہیں) اور مملوک ابھی علیحدہ رہے - الغرض سلطان سلیمان کی رعایا کی مردم شماری پانچ کروڑ کے قریب قریب تھی - اور اوس زمانہ

لـه یہ شہر آسٹریا کے صوبہ ڈلمیشیا میں بحیرہ اڈریاٹک کے ایک جزیرہ نما پر واقع ہے - یہ دو نہائیت مضبوط بندرگاہ رکھتا ہے - اور اسکے قلعے بہت مضبوط ہیں - یہ ساتویں صدی کے وسط میں آباد کیا گیا تھا - سلیمان کے وقت یہاں جمہوری ریاست تھی جو نپولین اول کے وقت تک جس نے اسے فتح کرکے اپنے ایک مارشل کو اسپر حاکم بنایا قایم رہی + مؤلف - -

میں فغفور چین کے سوا غالباً کسی اور بادشاہ کے ماتحت اس قدر رعایا نہ تھی +

ان قوموں میں سے تاتاری شمالی عرب ۔ کرد ۔ ترکمان ۔ مملوک و بربر کلیم اور بوسنوی ۔ بلغاری و البانوی آبادی کا حصہ کثیر مسلمان تھا باقی قومیں عیسائی اور زیادہ تر کلیسائی یونانی کے تابع تھیں ۔

سلیمان کے عہد حکومت کے آخری برس میں اوس کی تخت نشینی کے وقت کی نسبت باقاعدہ ترکی افواج کی تعداد دوگنی ۔ اوسنے ینگچریوں کی تعداد بیس ہزار تک بڑھا دی ۔ اور اوسکے زمانہ میں تمام مستقل و تنخواہ دار فوج کی تعداد جس میں شاہی باڈی گارڈ کے سوار اور دیگر اقسام بھی شامل تھیں ۴۸ ہزار تھی ۔ سلیمان ینگچریوں کی بیحد خاطر داری کیا کرتا تھا ۔ اوس نے کمزوروں کی ایک جماعت قایم کی جس میں صرف وہی سپاہی جو جنگی اعلےٰ خدمات کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے ہوں یا زخمی ہو جانیکی وجہ سے کام کرنیکے قابل نہ رہ گئے ہوں بھرتی کئے جاتے تھے ان لوگوں کو علی قدر مراتب فی کس تیس اسپر سے ایک سو اسپر تک یومیہ ملتے تھے ۔ ینگچری فوج کے رنگروٹوں کو تین سے سات اسپر تک اور نبرد آزماؤں کو آٹھ سے بیس اسپر (۱ اسپر = ایک سنٹ کے یعنی تقریباً آدھ آنہ کے برابر ہوتا ہے) یومیہ کے حساب سے تنخواہ ملتی تھی ۔ سلطان اس فوج کی عزت افزائی کے لئے اوسکی پہلی رجمنٹ میں خود بھی بھرتی ہوا ۔ اور تقسیم تنخواہ کے دن بذات خود رجمنٹ میں اگر کرنل سے بطور سپاہی تنخواہ لیتا ۔ یہ دستور اوسکے جانشینوں میں بھی برابر مروج رہا ۔ ایک دوسری رجمنٹ کی اوسنے اسطرح عزت بڑھائی جب اوسکا معائنہ کرنیکے لئے بارکوں میں گیا اور اوسکے کرنل نے شربت کا پیالہ پیش کیا تو اوسے قبول کر کے نوش کر لیا ۔ اور اس دن سے یہ رسم پڑ گئی کہ جب کوئی نیا سلطان تخت پر بیٹھتا ینگچری فوج کا آغا اسے پیالہ شربت کا پیالہ پیش کرتا ۔ جسے وہ یہ الفاظ کہکر پھر واپس لوٹا دیتا کہ " ہم ایک دوسرے سے بمقام " سیب سرخ " پھر ملاقات کرینگے " ترک اٹلی کے پایہ سلطنت رومہ کو اس نام سے پکارتے ہیں ۔ مگر افسوس یہ صرف الفاظ ہی الفاظ تھے عملاً کسی سلطان نے اپنے جد امجد محمد کی خواہش اور بایزید یلدرم کی ہبکی کو پورا کرنے کی کوشش نکی سلطان کو ینگچری فوج سے اس قدر الفت تھی کہ اوسکا ہیڈ کوارٹر اوس نے خاص قسطنطنیہ میں مقرر کر دیا اور سلطنت کے ہر ایک بڑے قصبہ اور مشہور قلعہ میں اسی کے دستے متعین کر دیئے ۔ جسکا بعد میں یہ نتیجہ ہوا کہ فوج مذکور جو پہلے صرف جنگی مہموں کے لئے مخصوص تھی ان تمام فرائض کی سرانجام دہی کے لئے ناکافی پائی گئی ۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے نہ فقط عیسائی نوجوانوں کی بھرتی میں اضافہ کیا گیا بلکہ اس فوج کے حقوق و مراعات بڑھا دیئے گئے کہ اوروں کو بھی ترغیب ہو ۔ ینگچریوں کو بیاہ کرنیکی اجازت دیگئی ۔ اونکے لڑکوں کو فوج میں داخل کرنا شروع کر دیا گیا ۔ اور اونکو مختلف پیشے اختیار کرنے کی اجازت دی گئی جس سے وہ انہی مقامات میں جہاں تعین کئے گئے بیٹھنے کے لئے مقیم ہو کر وہاں کے متوطن ہو گئے ۔ اور کنبوں کے باپ ۔ سوداگر اور کاریگر بن گئے اور نظام فوجی کا نام

و نشان باقی نہ رہ گیا۔ ان لوگوں کو اس قدر حقوق حاصل تھے کہ ینگچری کا نام ہی معافی حاصل کیلئے کافی تھا جس سے ہر ایک کو اون کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرانے کی ترغیب ہوگئی اور ان ہی خواہیوں سے وہ جرار فوج جو ہر وقت خواہ کوچ ہو یا مقام ہر صورت جنگ کے لئے لیس و تیار رہتی تھی، ایک طرح کا قومی ملیشیا (غیر آئین فوج) رہ گئی۔ اس فوج کو یہ خاص رعائیت حاصل تھی کہ جبتک خود سلطان کمان نہ لے وہ میدان جنگ کو نہ بھیجی جائے سلیمان نے اُن سے اس رعائت کو چھین لیا۔ یہ اوس سے سخت پولیٹیکل غلطی سرزد ہوئی۔ ینگچری کل فوجی طاقت کے رگ و ریشہ تھے۔ اور ہر اہم مہم پر اونکا بھیجا جانا ضروری تھا۔ اور اسطرح سلاطین کو بھی لازمی طور پر اُن مہموں میں شامل ہونا پڑتا تھا جس سے بزدلی مدامی کاہلی اور تن پروری و عیاشی سلاطین میں راسخ نہیں ہو سکتی تھی مگر اس قاعدہ کی منسوخی سے جو سلیمان کے جانشین سلاطین کی کوتاہ ہمتی اور عیش پسندی کی سب سے بڑی وجہ ہے سلیمان اپنے ... فوج اور جانشینوں کی خرابی اور دونوںہمتی کی بنیاد رکھ گیا۔ سلطان کی دوراندیشی کی ادنےٰ نظیر ہے کہ باوجودیکہ وہ ینگچری فوج پر اس قدر مہربان تھا۔ پھر بھی اس خود سر فوج کو قابو میں رکھنے اور فوجی مساوات کے قیام کے لئے بوستانجیوں (باغبانوں) کی ایک جماعت جس میں چھ ہزار سے زیادہ نوجوان تھے بھرتی کی جنکا بظاہر کام شاہی محلات کے باغوں کو درست رکھنا تھا۔ مگر فی الحقیقت اونکو کامل فوجی مشق و ترتیب دیکر ان سے ینگچریوں کے مقابل شاہی باڈی گارڈ کا کام لینا مقصود تھا۔ ذیجات کی مہم میں فیوڈل اور بے قاعدہ فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔ سلطانی توپخانہ میں تین سو توپیں اور بیڑہ میں تین سو جہاز تھے۔ عیسائی سلطنتوں نے ہر ایک معاملہ میں بالعموم اور فوجی معاملات میں بالخصوص جیسا کہ اس عہد حکومت کے ابتدائی حالات میں لکھا جاچکا ہے گو نمایاں ترقی کر لی تھی۔ لیکن عثمانیہ فوج نظام و ترتیب اور مستعدی و تیاری میں پھر بھی سب سے بڑھ چڑھکر تھی۔ بلحاظ تعداد و توپ و لیاقت گولہ اندازان ترکی توپخانہ کی برتری کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہی ریمارک قلعبندی مورچوں کی تیاری اور فوجی انجنیری کی دیگر شاخوں میں ترکوں کی لیاقت اور مہارت پر صادق آتا ہے۔ مگر سب سے نمایاں فرق اسلامی و عیسوی فوجوں کی جسمانی صحت اور اخلاقی پاکیزگی میں پایا جاتا تھا۔ آسٹرین سفیر بسبیک کو اس جو بعض مہموں میں عثمانیہ فوج کے ساتھ رہا اپنی تحریروں میں ترکی کیمپ کی صفائی اور حسن انتظام سپاہیوں کی سلامت روی اور اتقا اور ہر طرح کی قماربازی کے فقدان کا اوس طوفان بے تمیزی۔ بدمستی حرامکاری۔ رندی اور سخت مکروہ غلاظت اور ناپاکی سے مقابلہ کرتا ہے جو اوس زمانہ کے عیسوی کیمپوں میں اور اونکے ارد گرد اوائل سے آخر تک موجود ہوتی تھی سلیمان نے مہموں اور جنگوں میں اپنے سپاہیوں کے آرام و آسائش اور بہتری کے لئے جو انتظام و تدابیر کیں۔ اون پر موجودہ زمانہ میں بھی کوئی اضافہ نہیں ہو سکا۔ ازانجملہ ایک انتظام سقوں کا تھا جو کوچ پر اور میدان جنگ میں مشکے مانندے اور مجروح سپاہیوں کو پانی پلاتے پھرتے تھے

اسکے مقابلہ پر قیصر چارلس کی فوج کی بے سروسامانی اور تنگ حالی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

سلیمان کو اپنے ہمعصروں پر یہ فوقیت بھی حاصل تھی کہ اوسکی آمدنی سب سے زیادہ تھی۔ جو باوجود زیادہ ہونیکے اس طرح سے وصول کیجاتی تھی کہ رعایا کو کوئی بار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور اوسے نہائت احتیاط اور ساتھ ہی دریا دلی سے صرف کیا جاتا تھا۔ خاص سلطانی اراضیات کی سالانہ آمدنی پچاس لاکھ ڈیوکٹ تھی۔ جو عشر، جزیہ محاصل درآمد برآمد اور دیگر باقاعدہ ٹیکسوں کی آمدنی سے الکر ستر اور اسی لاکھ کے درمیان ہوجاتی تھی۔ محاصل کا بار رعایا پر بہت ہی ہلکا اور نرم تھا۔ سلطان نے صرف دو دفعہ محاصرہ رہوڈس اور بلگیریا اور مہم مہاٹس کے وقت غیر معمولی جنگی اخراجات سے مجبور ہوکر بلا تمیز مذہب و قوم مفلس و تونگر کل رعیت پر ۱۵-۱ اسپر فیکس کا زائد ٹیکس لگایا تھا مگر دونوں موقعوں پر اس محصول سے بہت تھوڑی آمدنی ہوئی۔ اور اوسکے پھر کبھی لگانیکی ضرورت بھی پیش نہ آئی سلطانی فتوحات سے اس قدر مال غنیمت مل جایا کرتا تھا کہ نہ فقط جنگ کا خرچ پورا ہوجاتا۔ بلکہ بابعالی کے پاس فاضل رقمیں بھی بچ رہتیں۔ اس باقاعدہ آمدنی کے علاوہ مصر سے ابتداء میں آٹھ لاکھ اور بعد میں بارہ لاکھ ڈیوکٹ سالانہ کی آمدنی ہوتی۔ ریاستہائے ہنگری و ٹرنسلونیا۔ ہر سال بڑی بڑی رقمیں ادا کیا کرتیں اور والاکیا مالڈیویا اور روالیشیا سے ہر سال باقاعدہ زر خطیر خراج میں وصول ہوتا۔ آمدنی کا ایک ذریعہ اور بھی تھا جسکو سلطانی شان کے حسب حال نہیں کہا جاسکتا یعنے جو بیشمار اعلےٰ عہدہ دار دوران حکومت میں قتل کئے گئے۔ اون کی جایدادیں بھی ضبط کر لی جاتی تھیں۔ یہ دستور قدیم سے چلا آتا تھا۔ اور اس طرح ابراہیم اور اکثر دیگر بدقسمت عہدہ داروں کی املاک و جائیداد کی ضبطی سے سلطانی سالانہ آمدنی میں بہت کچھ اضافہ ہوتا رہا۔

سلطان محمد فاتح کے عہد حکومت کے حالات تحریر کرنے سے پہلے عثمانیہ سلطنت کے اصول حکمرانی اور انتظام ملکی کی مجمل کیفیت درج ہوچکی ہے۔ سلیمان نے سلطنت کے ہر ایک محکمہ اور شعبہ کو بدنسقی سے پاک کرکے اوسکے انتظام کو مکمل کیا۔ اور سب سے بڑھکر ضیامت اور تیمار کے فیوڈال عطیات پر خاص توجہ کی جنمیں ابتری پیدا ہونی شروع ہوگئی تھی۔ اُس نے قاعدہ مقرر کردیا کہ جس تیمار کی سالانہ آمدنی تین ہزار اسپر سے کم ہوا وسے منسوخ کردیا جائے۔ کئی تیماروں کو ملاکر ایک ضیامت بنائی جاسکتی ہے۔ مگر سوائے اوس صورت کے کہ ضیامت دار جنگ میں شہید ہوا اور ایک سے زیادہ بیٹے چھوڑ گیا ہو ضیامت کی تقسیم در تقسیم نہیں ہوسکتی۔ گورنمنٹ عالیہ کی اجازت سے کئی شخص بالاشتراک ایک ہی عطیہ پر قابض ہوسکتے ہیں۔ مگر وہ عطیہ ایک ہی محال متصور ہوتا رہے گا۔ اور بلا خاص اجازت اوسکے تقسیم کرنیوالے سخت سزا کے مستوجب ہونگے۔ جو لوگ یورپین سلطنتوں کے فیوڈال طریقے اور وہاں کی تقسیم در تقسیم اور اجارہ در اجارہ کی خرابیوں سے واقف ہیں وہ ان احکام کی خوبی کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ عطیہ داروں کو انتقال و ہبہ کی اجازت نہیں تھی۔ باپ کے بعد بیٹا وارث ہوتا تھا۔ اگر عطیہ دار لاولد

مرجائے تو وہ سرکار میں ضبط ہو جاتا تھا سلیمان سے پہلے دستور تھا کہ وزراء اور گورنران صوبجات اپنے اپنے علاقوں میں ضبط شدہ عطیوں یا جاگیروں کو باختیار خود جسے مناسب سمجھیں عطا کر دیتے تھے۔ سلیمان نے اونکے اس اختیار کو تیمار تک محدود کر دیا۔ مگر اس صورت میں بھی معطی کو معطی لہٗ پر کوئی استحقاق نہیں حاصل ہو سکتا تھا۔ وہ برابر براہ راست سلطان کے فیوڈیٹری (ماتحت جاگیردار) ہوتا تھا۔ کوئی درمیانی واسطہ سلطان و جاگیرداران میں موجود نہیں ہو سکتا تھا۔ ضبط شدہ ضیامتوں کو از سر نو عطا کرنا صرف سلطان کے اختیار میں کر دیا گیا سلیمان کے زمانہ میں ضیامتوں کی تعداد ۳۱۹۲ اور تیماروں کی ۵۰۱۶۰ تھی۔ ہر عطیے کے لئے صرف اکیلے معطی لہٗ پر ہی جنگی خدمت فرض نہیں تھی۔ اگر تیمار کی آمدنی تین ہزار اسپر سالانہ ہو تو وہ اکیلا جنگ میں شامل ہونیکا پابند ہوتا۔ لیکن اگر آمدنی تین ہزار سے زائد ہوتی تو ہر پانچہزار اسپر کی زائد آمدنی پر وہ ایک ایک سپاہی (سوار) بہم پہنچانے کا ذمہ وار ہوتا تھا۔ سلیمان کے زمانہ میں فیوڈل کیولری (سواران جاگیردار) کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ وہ سنجق بے اور بیلربیون کی طلبی پر مقام مقررہ پر جمع ہوتے اور جب تک جنگ ہے بلا تنخواہ کام کرتے تھے۔ سلطنت عثمانیہ کے اس انتہائے عروج کے زمانہ کی جنگی طاقت کا اندازہ لگاتے وقت ۴۰ ہزار باقاعدہ و ہر وقت حاضر باش فوج کے ساتھ صرف اسی تعداد کو ایزاد نہ کرنا چاہئے بلکہ تاتاری سواروں کے اوس دل بادل کو جو خوانین کریمیا سلطانی فوج کے سیلاب کے بڑھانیکو بھیجا کرتے تھے۔ اور نیز اوس بے قاعدہ فوج پیدل و سوار (اکنجی و آذاب) کو بھی مدنظر رکھ لینا چاہئے جو ہر مہم میں بطور خود سلطانی ممالک سے آکر فوج میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اور لوٹ مار پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات نو مفتوحہ ممالک میں اُن میں سے اُن سپاہیوں کو جنہوں نے نمایاں خدمت کی ہو تیمار و ضیامت کی جاگیریں بھی عطا کر دی جاتی تھیں۔

سلیمان نے فیوڈل سسٹم کا انتظام کرتے وقت صرف فوجی نظام اور جاگیروں کے باقاعدہ نظم و نسق کو ہی مدنظر نہ رکھا بلکہ فوجی عطیات ارضی کے اصل کاشتکاروں کے حقوق کی بھی جو یورپ میں زیادہ تر عیسائی تھے کامل نگہداشت کی۔ زمین کے اصل مالک وہی کاشتکار تسلیم کئے گئے۔ جاگیردار فقط مقررہ لگان اور محاصل اور چند مختص خدمات لینے کا مستحق تھا۔ وہ کاشتکار کو جبراً بیدخل نہیں کر سکتا تھا۔ اور اوسکو محاصل کے سوائے اون سے کوئی سروکار نہ تھا۔ مثلاً سرویا میں جاگیردار پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) اور ہر شاخ مویشی پر خفیف سا محصول لیا کرتا۔ علاوہ بریں اوسے ہر ایک متاہل زن و مرد سے فی کنبہ دو پیاستر کا ٹیکس وصول کرنے کا استحقاق حاصل تھا۔ بعض اوقات ان تمام محاصل کے عوض ہر ایک متاہل زن و مرد بالمقطع دس پیاستر سالانہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ یہ جاگیردار یعنی سپاہی عموماً اپنی جاگیر کے دیہات میں سکنی مکان تک

نہ رکھتے تھے - اور اونکو اپنے کاشتکاروں پر کوئی مجسٹریٹی اختیار حاصل نہ تھے - کیا کسی عیسوی سلطنت نے اس انیسویں صدی کے اختتام پر بھی اپنے غیر مذہب کی رعایا کی آزادی و بہتری کا ایسا انتظام کیا ہے جو اس نامور سلطان نے جسکی نسبت مسلم ہے کہ گو اپنے باپ کیطرح متعصب نہیں مگر وہ اسلام کا جان نثار پیرو اور پکا مسلمان تھا - سولہویں صدی میں اپنی عیسائی رعایا کے لئے کیا تھا - اس احسان فراموش اور کور نمک رعایا نے ان احسانات کا جو کچھ عوض دیا اوسے اب کون نہیں جانتا - برخلاف اس کے اوس زمانہ میں عیسائی سلطنتوں کے جاگیردار اپنے ہی ہم مذہب اور ہمقوم کاشتکاران اراضی کو کتوں سے زیادہ ذلیل سمجھتے تھے - ان غریبوں کے ننگ و ناموس اور جان و مال اور جائیداد کو ان غاصبوں کی دستبرد سے کوئی بچانے والا نہیں تھا - اور ذرا ذرا سے قصور پر ان کو ہلاک کروا دینا کوئی بات نہیں سمجھی جاتی تھی - سولھویں صدی تو دور ہے اسی موجودہ صدی کے پچھلے عشرہ تک روس کے کاشتکار حیوانوں سے بدتر حالت میں تھے - اور اب تک بھی اونکی تمدنی حالت میں کوئی ایسا بڑا تغیر نہیں ہو سکا - عیسائی فرمانرواؤں اور جاگیرداروں کے ناگفتہ بہ جور و ظلم اور ترکوں کی خوش معاملگی اور رحمدلی کا یہ ادنے ثبوت ہے کہ ترکی سلطنت کے متصلہ ممالک کے عیسائی گھر بار چھوڑ کر جوق در جوق ترکی علاقہ میں چلے آتے تھے - سلطان سلیمان کا ایک ہمعصر عیسائی مورخ لون کلیویس الزوبر لکھتا ہے کہ "میں نے اپنی آنکھوں سے بیشمار ہنگری دہقانوں کو اپنے گھروں کو آگ لگا کر زن و بچہ - مال مویشی اور آلات کشاورزی کو ساتھ لئے ہوئے ترکی قلمرو کو بھاگتے ہوئے دیکھا ہے - جہاں اُن کو معلوم تھا کہ عشرات کے سوائے اور کسی محصول کا بوجھ یا ایذا و تکلیف ہمکو نہیں اُٹھانی پڑے گی"۔

سترھویں صدی میں جب ریاست وینس یونان کے جنوبی صوبہ موریا پر قابض ہو گئی تو وہاں کے عیسائی باشندے پھر سلطانی رعیت بننے کے لئے سخت بیتاب ہوتے رہے - جس طرح کہ اب تھسیلی کے باشندے ۱۵ برس میں عیسوی حکومت کا مزہ چکھ کر پھر سلطانی رعیت بننے کی دلی خواہش ظاہر کر رہے ہیں - ڈاکٹر کلارک اپنے سفرنامہ میں تحریر کرتے ہیں کہ کریمیا کے باشندے ترکی حکومت کی جگہ روسی حکومت کے قائم ہو جانے سے اس تغیر پر سخت افسوس کر رہے ہیں -

تیمار اور ضیامتوں کا انتظام فقط ایشیائی و یورپین مقبوضات میں تھا - یورپ کی جاگیریں شمار و آمدنی میں ایشیائی عطیات پر فوقیت رکھتی ہیں - ایشیائی جاگیروں میں سپاہی لوگ خود بھی کشتکاری کرتے تھے - اور عیسائی کاشتکاروں کی تعداد یہاں بہت تھوڑی تھی - اسی لئے ایشیا میں عثمانی سلطنت کو ایسا ضعف نہیں پہنچا - جیسا کہ یورپ میں - مصر میں چودھویں صدی یعنی مملوکوں کے وقت سے دستور چلا آتا تھا کہ گورنمنٹ اضلاع و پرگنوں کے محاصل کا اجارہ دیدیا کرتی تھی - اور یہ اجارہ دار ملتزم کہلاتے تھے - نیز جن (کاشتکاروں)

سے عشر و محاصل وصول کر کے اوس کا کچھ حصہ بطور حق محصلی اپنے پاس رکھکر باقی خزانہ شاہی میں داخل کر دیتے عثمانیہ سلاطین نے بھی یہی قاعدہ جاری رکھا۔ مگر ابراہیم پاشا اور اوس کے بعد سلیمان پاشا نے اس انتظام کی تجدید کر کے اس امر کا کسی قدر تدارک کر دیا کہ ملتزم اور مملوک جاگیردار فلاحین پر جور و تعدی نہ کر سکیں سلطان نے ملتزمی کا منصب حین حیات کے لئے مقرر کیا۔ مگر رفتہ رفتہ وہ موروثی ہو گیا۔ اور چونکہ ان لوگوں کا یہ کام ہوتا تھا کہ جہانتک ممکن ہو فلاحین کا خون نچوڑ لیں۔ اس کام کے لئے جبر کا استعمال ضروری ہو گیا۔ اور اس طرح سے یہ منصب بتدریج فوجی سرداروں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ اور نسلاً بعد نسل اونکی اولاد میں منتقل ہوتے رہے حتی کہ محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ نے کل انتظام میں رد و بدل کر کے اس قاعدہ کو منسوخ کر دیا۔"

اندرونی انتظام و رحکومت و آئین کے مندرجہ بالا ضروری شعبوں کے علاوہ اخلاقی و تعزیری قوانین اور قواعد پولیس پر بھی اوس نے بذات خاص توجہ کر کے اونکی ترمیم و تجدید کی۔ ہر ایک معاملہ جو وضع قانون کے متعلق ہے عثمانیہ قانون کے بڑے ضابطہ میں جسکو سلیمان کے ملا ابراہیم حلبی نے ترتیب دیکر ملتقی البحور کے نام سے موسوم کیا موجود ہے۔ سلیمان نے کئی جرائم کی سزاوں کی سنگینی جو پہلے موجود تھی کم کر دی۔ اون جرائم کے لئے جو عیاشی سے تعلق رکھتے ہیں بہت نرم سزائیں مقرر کی گئیں۔ اس کی بدولت سلیمان پر الزام لگایا جاتا ہے کہ چونکہ ترکوں میں بالعموم اس قسم کے عیوب پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اپنی قوم کی خاطر اوس نے ایسی نرم سزائیں تجویز کیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی الزام دہندگان کو یہ مد نظر رکھ لینا واجب ہے کہ جو اصلاحات یورپ میں ہمدردان بنی نوع انسان کو اب سوجھی ہیں اونکو اوس نے سولہویں صدی میں ہی رائج کر دیا تھا۔ اوس سے پہلے اکثر جرائم کے لئے قتل اور قطع اعضاء کی سزا مقرر تھی۔ اوس نے ایسی سزا کے مستوجب جرائم کی تعداد کم کر دی۔ نرخ اجناس اور مزدوری کی شرحیں اور اشیاء خوردنی کی تیاری و فروخت کے طریقے مقرر کرنے میں جس موشگافی سے کام لیا گیا ہے۔ اوس پر آج سے پانچ دس برس پہلے تو بیشک ہمارے مہذب مقننین ہنسی اوڑانے کو تیار ہو جاتے۔ مگر اب غالباً وہ ان جزوی انتظامات کی ضرورت کے بخوبی قائل ہو گئے ہیں سلطان مرحوم نے عیب چینوں اور توہین کنندوں کے واسطے بھی قانون وضع کر دیا کہ ان کی بدگوئی سے جو نقصان پہنچے اوس کا معاوضہ ان سے دلایا جائے۔ جھوٹے گواہوں جعلسازوں۔ اور کھوٹا سکہ چلانے والوں کے لئے دایاں ہاتھ کاٹ دینے کی سزا مقرر کی گئی۔ سود کی انتہائی شرح ۱۱ فیصدی سالانہ مقرر کیگئی۔ جو مسلمان متواتر تین نمازیں یا روزے قضا کرے اوسے جرمانہ کا مستوجب ٹھہرایا گیا۔ اور بارکش مویشی پر ظلم کرنے کی سخت ممانعت کی گئی +

سلطان سلیمان کے قوانین متعلقہ نرخ اجناس و شرح مزدوری و صنعت و حرفت پر موجودہ زمانہ کے ماہران

علم سیاست مدن خواہ کچھ رائے قائم کرے مگر زمانہ اس بات کا قائل ہے کہ جبکہ عیسائی سلطنتیں ابھی آزادی تجارت اور بے تعصبی کا نام تک نہیں جانتی تھیں سلطنت عثمانیہ میں انکا پورا رواج تھا۔ وہ رعائتیں جنکو انگریزی میں کیپی چولیشن (جس لفظ سے پچھلے جنگ روم و یونان کے بعد اردو خواں ناظرین بھی آشنا ہو گئے ہیں۔ مؤلف) اور عربی میں امتیازات کہا جاتا ہے۔ اور جو اب ٹرکی کے لئے بلائے بے درمان کا حکم رکھتی ہیں سب سے اول ۱۵۳۵ء میں سلطان صاحبقران نے فرانس کو عطا کی تھیں۔ ان کے روسے ٹرکی میں فرانسیسی تاجروں کی جان و مال کی پوری ذمہ واری اُٹھائیگئی۔ اونکو اپنے مذہب کی پابندی کا کامل اختیار دیا گیا۔ اور اقرار کیا گیا کہ وہ صرف اپنے ملک کے قوانین کے تابع ہونگے جسکو اونہی کے ملک کے عہدہ دار نفاذ کیا کرینگے۔ ترکی قوانین اور حکام کو اُن سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ فرانسس اول نے جسکا ذکر کئی دفعہ اوپر آچکا ہے۔ ۱۵۳۵ء میں اپنا سفیر شیولیر جین ڈی لا فوریٹ سلطان کی خدمت میں بھیجا۔ جو اوسے اوسی سال تبریز میں جاملا۔ اور بروئے فرمان شاہی فروری ۱۵۳۶ء میں صاحبقران ثانی نے مندرجہ ذیل مراعات شاہ فرانس کو عطا کیں۔ اس میں شاہ مذکور کو بطور خاص عنایت اور ذاتی اعزاز کے بادشاہ یعنی امپرطور کا خطاب دیا گیا ترکی گورنمنٹ سلطان کے سوائے کسی اور فرمانروا کو اس لقب کا مستحق نہیں سمجھتی تھی۔ قیصران جرمنی تک کو صرف ۱۶۰۶ء کے بعد اوس نے قیصران رومی کے خطاب سے پکارنا شروع کیا مگر دوسری عیسائی طاقتوں کی طرح اوس ملک کا سفیر پھر بھی فرانس کے سفیر کے پیچھے چلتا تھا۔ بعد ازاں عثمانیوں نے اپنے سلطان کے سوا صرف ایک عیسائی فرمانروا زار پال والئی روس کو بادشاہ کا لقب دیکر روس کو اپنے ہم پلہ سلطنت تسلیم کیا مراعات حسب ذیل ہیں (۱) چونکہ سلطان اعظم اور شاہ فرانس میں صلح و موافقت ہے۔ اون کی رعایا اور باجگزار ایک ملک سے دوسرے ملک کو بذریعہ خشکی و تری آمد و رفت کر سکتے اور ہر طرح کے اسباب تجارتی کی جو ممنوع نہ ہو۔ معمولی محصول ادا کرکے خرید و فروخت کر سکتے اور ان کو لیجا یا لا سکتے ہیں۔ اور انسے کوئی زائد محصول الخرج وغیرہ نہیں لیا جائیگا

(۲) جب شاہ فرانس قسطنطنیہ یا کسی اور حصہ سلطنت عثمانیہ میں اپنا قونصل اوس طرح سے روانہ کریگا۔ جس طرح سے کہ اوسکا قونصل اسکندریہ میں موجود ہے تو اوسکو منظور کیا جائیگا اور اوس کے اختیار کی نگہداشت کی جائیگی۔ اور صرف وہی شاہ کی رعایا مقیمہ ٹرکی کے باہمی تنازعات دیوانی و فوجداری کی سماعت و تجویز کریگا کسی قاضی یا ترکی حاکم کو سماعت تجویز اور حکم صادر کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ سلطانی حکام قونصل کے احکام اور فیصلوں کے نفاذ میں مدد دینگے۔ اگر کوئی قاضی فرانسیسی تجار کے باہمی تنازعہ میں فیصلہ صادر کرے گا تو وہ بالصراحت کالعدم اور باطل ہوگا۔

(۳) اگر کسی ترکی اور فرانسیسی میں دیوانی تنازعہ ہو تو اول الذکر کے عرضی دعوی کو قاضی اوس وقت تک

قبول نہیں کرینگے جبتک کہ وہ اپنے مخالف یا قونصل کا دستخطی تحریری ثبوت ساتھ پیش نہ کرے اور کہ جبتک فرانسیسی ترجمان موجود نہ ہو۔ فرانسیسی رعیت کا مقدمہ کسی صورت میں بھی تجویز نہیں کیا جائیگا۔

(۴) فوجداری معاملات میں شاہ فرانس کی رعیت قاضی یا عام جج کے روبرو پیش نہیں کی جائے گی نہ اوس کی نسبت فی الفور حکم صادر کیا جائیگا۔ بلکہ وہ بابعالی کے روبرو اور وزیر اعظم کی غیر حاضری میں اوسکے قایٔم مقام کے روبرو پیش کیا جائیگا۔ تاکہ ترکی رعایا کی شہادت پر جو فرانسیسی رعایا کے برخلاف ہو غور کر لیا جائے۔

(۵) شاہ کی رعیت کے مملوکہ تجارتی جہازات۔ اون کے توپ خانہ و سامان حرب و ضرب کو خواہ خود سلطان المعظم کے لئے درکار ہو اونکی خلاف مرضی استعمال میں نہیں لایا جائیگا +

(۶) اگر شاہ کی کوئی رعیت اپنے قرضے بیباق کرنے کے بغیر قلمرو عثمانیہ سے باہر چلا جاوے تو فرانسیسی قونصل یا دیگر فرانسیسی رعیت اوسکے لئے ذمہ دار نہیں ہونگے۔ مگر خود شاہ فرانس متقروض کی ذات یا جائداد سے اگر وہ اوسکی قلمرو میں ہو مدعی کے دعویٰ کو بیباق کریگا +

(۷) شاہ فرانس کی رعایا اور فرانسیسی تجار کو وصیتیں کرنے کی کامل اجازت ہے۔ جو شخص بلا کرنے وصیت کے مر جائیں اونکا مال و اسباب قونصل کی معرفت اور زیر نگرانی اوسکے ورثا کو پہنچا دیا جائے گا +

(۸) فرانسیسیوں کو قلمرو عثمانیہ میں کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اون کو فلسطین کے مقدس مقامات میں اپنے مذہبی عہدہ دار مقرر کرنیکا استحقاق ہے۔ جو اپنے مکانات سکنی یا گرجوں سے نہیں نکالے جائینگے۔ بشرطیکہ وہ اپنے احاطہ منصب سے تجاوز نہ کریں۔ (اسی رعائیت کی آڑ میں رفتہ رفتہ فرانس سلطنت عثمانیہ کے تمام رومن کیتھولک عیسائیوں کے محافظ و حامی ہونیکا دعویدار ہوگیا۔ مؤلف) +

(۹) ایسی[۱] یوروپین سلطنتوں کے سوداگر جو بابعالی سے بروئے دوستانہ عہد ناموں اتحاد نہیں رکھتیں فرانسیسی علم کے نیچے تمام سمندروں میں جہازرانی اور فرانس کی زیر حمایت کل ممالک عثمانیہ میں سوداگری کر سکیں گے +

[۱] اسوقت صرف ریاست وینس بابعالی سے تجارتی معاہدہ رکھتی تھی۔ اسلئے دیگر عیسائی قوموں کو ٹرکی کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے مجبوراً فرانس کی حمائیت قبول کرنی پڑتی تھی۔ ریاست وینس نے ترکوں کے یورپ میں داخل ہوتے ہی اون سے تجارتی معاہدے کر لئے تھے۔ اور چونکہ وہ خراج دیکر حاصل کئے گئے تھے اسلئے وہ ایک طرح سے سلاطین عثمانیہ کی ماتحت و باجگزار ہو گئی تھی۔ سنہ ۱۴۰۹ء سے اوسنے سوا سو ڈیوکٹ سالانہ خراج دینا شروع کیا جو بعد میں دس ہزار ڈیوکٹ کر دیا گیا۔ جب محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تو ریاست مذکور نے خراج کی مقدار ۲۶ ہزار ڈیوکٹ کر دی۔ اور جس وقت سلیم یاوز نے مصر کو فتح کیا تو ریاست وینس نے جزیرہ قبرس کی بابت بھی آٹھ ہزار ڈیوکٹ سالانہ کا خراج جو پہلے مملوکوں کو دیا جاتا تھا بابعالی کو دینا شروع کر دیا۔ وینس کا سفیر ایک طرح ترکوں کے پاس بطور یرغمال ہوتا تھا۔

(۱۰) دونوں بادشاہ ایک دوسرے کی رعایا کو غلام نہیں بنائینگے۔

اس معاہدہ کی نسبت جو وزیر ابراہیم کا آخری پولٹیکل کارنامہ تھا کُل عیسائی مؤرخین ہمزبان ہیں کہ کسی قوم نے غیر قوم کو کبھی ایسی مراعات عطا نہیں کیں۔ ان سے فرانسیسی سوداگروں کی تجارتی کوٹھیاں گویا چھوٹی چھوٹی فرانسیسی نوآبادیاں ہوگئیں۔ اور فرانسیسیوں (اور اونکے بعد بتدریج دیگر عیسائی اقوام کو) عثمانیوں سے بھی زیادہ حقوق مل گئے۔ اور رفتہ رفتہ ان عیسائی قونصلوں کی خودسری یہانتک بڑھگئی کہ وہ خاص عثمانیہ عیسائی رعایا کو بھی اپنے زیر حمایت سمجھنے لگ گئے۔ اجنبی تاجروں کے مال پر بہت ہی ہلکا محصول لیا جاتا۔ بلکہ اسوقت تک سخت اور تکلیف دہ محاصل اور طریق وصولی کا ٹرکی میں نام ونشان موجود نہیں۔ نہ کبھی ترکوں کی فیاض طبعی نے خواہ یہ بے محل ہی کیوں نہ ہو، اسبات کا تقاضا کیا کہ اجنبی سوداگروں سے ایسا سلوک کرتے وقت اپنے ملک کے سوداگروں اور مال تجارت کے لئے بھی دول غیر سے ویسی ہی مراعات طلب کرے۔

ٹرکی کی موجودہ کمزوری سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ترکوں نے یہ مراعات بطوع ورغبت عطا نہیں کی تھیں بلکہ زبردست اقوام نے اُس سے بہ جبر حاصل کیں۔ اس بیہودہ خیال کی تکذیب مندرجہ بالا حالات سے بخوبی ہو رہی ہے۔ جو بیچارہ بادشاہ فرانسس اول اقید سے رہائی ملنے کے لئے سلطان سے امداد کی التجا کرتا رہا ہو اور کئی دفعہ صرف سلطان کی امداد سے بربادی سے بچا ہو وہ جیسا کچھ جبر کر سکتا تھا وہ ظاہر ہے۔ تاہم ایسے اشخاص کے مزید اطمینان کے لئے خود ترکی گورنمنٹ کی ایک سرکاری مراسلت کے چند فقروں کا ترجمہ جو ۱۸۳۲ء میں "اخبار مانیٹر آٹومان" میں شایع ہوئی تھی اور مسٹر ارکیوہارٹ نے اوسے اپنی کتاب "ٹرکی اور اوس کے وسایل" میں درج کیا ہے یہاں تحریر کردیا جاتا ہے۔

"ترکوں پر یہ اکثر بہتان باندھا جاتا ہے کہ وہ یورپ میں مسافروں کی طرح خیمہ زن ہیں۔ وہ یہاں مستقل رہائش رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہمارے معترضین کو یہ خیال ہمارے اوس سلوک سے جو ہم اجنبیوں کے ساتھ کرتے ہیں تو یقیناً کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتا۔ جیسی مہمانداری و مدارات کہ ہم اپنے اجنبی مہمانوں کی کرتے ہیں وہ نہ مسافروں ایسی اور نہ خود ترکی قواعد وقوانین کے مطابق ہے۔ کیونکہ اسلامی احکام ملکی ومذہبی دونوں نوعیتیں رکھنے کی وجہ سے غیر مذاہب کے لوگوں پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ مگر ہم نے اس سے کچھ بڑھکر کر دکھلایا ہے۔ ہم نے اجنبیوں کو یہ حقوق عطا کر دیئے ہیں کہ وہ ہماری قلمرو میں اپنے ہی قوانین کے تابع ہونگے جنکو خود اونہی کی قوم کے عہدہ دار نافذ کیا کرینگے۔ بس ایک ہی رعایت میں جو بلحاظ اپنے منافع وفوائد ونتایج کے نہایت ہی وسیع ہے سچی اور عالی منزلت مہمان نوازی کی قابل تعریف سوح نہایت آب وتاب سے چمک رہی ہے۔

ملے سچی، شریفانہ اور ایسی مہمان نوازی جو اس معزز نام کے قابل ہو ٹرکی اور صرف ٹرکی ہی میں پائی جاتی ہے ٹرکی

میں اجنبیوں کو ایسی پناہ نہیں دیجاتی جیسے کوئی مالک مکان کسی راہگذر کو بادو باران اور طوفان کے وقت دو چار گھنٹوں کے لئے اپنے مکان میں دیدیتا ہے۔ بلکہ وہ ایسی مہمان نوازی ہے جو رحمدلی اور انسانیت کی ایک سادہ سی تحریک سے ترقی کرتی ہوئی پولٹیکل خاطر و مدارات کے مرتبہ اعلےٰ تک پہنچگئی ہے اور جس نے استقبال کو حال ملادیا ہے (یعنی ہمیشہ کے لئے اس مہانداری کو متیقن کردیا ہے) جب کوئی اجنبی سلطانی قلمرو پر قدم رکھ دیتا ہے وہ اسی وقت سے محترم مہمان (مسافر) ہوجاتا ہے ان ابنائے مغرب (فرنگیوں) کو جنہوں نے اپنے تئیں اسلامی مہمان نوازی کی حفاظت میں چھوڑ دیا ہے۔ اونکو یہ مہمان نوازی دو دیگر رفقا یعنی معاشرتی آزادی بروئے قوانین۔ اور تجارتی آزادی بروئے احکام فطرت و عقل کے ساتھ عطا کردی گئی ہے +

یہ خوش فہمی۔ بے تعصبی اور مہمان نوازی عثمانیہ سلطنت کے لئے وہ کام مدتہائے مدید سے سرانجام دیچکی ہے جسکے حصول کے لئے دیگر ریاستہائے یورپ کم و بیش بامراد یا ناکامیاب پولٹیکل اجتماعوں (یعنی پارلیمنٹوں مجالس وضع قانون وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ سے جو بعض ملکوں میں بہت بعض میں کم مفید اور بعض میں (جیسے یونان) بالکل ناکامیاب ثابت ہوئی ہیں۔ مؤلف) کے ذریعہ سے ابھی کوشش کررہی ہیں جب سے سلاطین نے قسطنطنیہ کو اپنا پایۂ تخت بنایا ہے تجارتی بندشوں کا نام تک نہیں پایا گیا۔ انہوں نے اپنی سلطنت کے تمام بندرگاہ ونکو مغرب بلکہ کل دنیا کی تجارت دستکاریوں صنعت و حرفت اور ارضی پیداواروں کے لئے بالکل کھولدیا۔ آزادی تجارت ہماری سلطنت میں بغیر کسی بندش اور پابندی کے حتی الامکان وسعت اور عظمت کے ساتھ ہمیشہ سے موجود رہی ہے، ہماری گورنمنٹ نے اس آسانی کو جس سے ہر وقت اور آج کے دم تک وہ تمام قومیں جو اس عظیم الشان سلطنت کی تجارتی ضرورتوں کا کوئی حصہ پورا کرنے اور خود اوسکی پیداوار میں شریک ہونیکی خواہشمند ہیں غیر محدود طور پر مستفید ہوتی رہی ہیں کبھی کسی وقت قومی مفاد کے کسی بہانہ سے بلکہ عوض معاوضہ کے طور پر بھی محدود کرنے کا خیال تک نہیں کیا۔

یہاں ہر ایک قابل فروخت چیز سوائے ایک بہت ہی خفیف سے محصول درآمد کے جو مالیت چیز کا بہت ہی تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے۔ کسی اور طرح کی مزاحمت یا روک کے بغیر داخل ہوسکتی اور سلطنت کے ہر ایک حصہ میں جاسکتی ہے۔ محاصل کی بیحد سُبکی و نرمی نے تجارتی آزادی کی رعایت کو کامل کردیا ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں پرمٹ خانوں کے افسروں کو اشیا کی مالیت تعین کرنے میں سوداگروں کے ساتھ رعایت اور نرمی سے پیش آنے کی ایسی تاکید نہیں ہوتی جیسی کہ ٹرکی میں۔

اس وہم و خیال کو دل سے دور کردینا چاہئے کہ اجنبیوں کے لئے یہ آسانیاں اور رعائتیں ٹرکی کی کمزوری کی وجہ سے اوس سے جبراً حاصل کیگئی ہیں! ان معاہدوں کی تاریخی جو کیپچولیشن (امتیازات مراعات) کہلاتے ہیں۔ اور جن کے رو سے اجنبیوں کو وہ حقوق جن سے وہ تمتع اٹھارہے ہیں حاصل ہوئے اون زمانوں کو یاد دلاتی

ہیں جن میں اسلامی طاقت یورپ میں سب سے اعلےٰ اور مقتدر تھی - اولین کیپی چولیشن فرانس نے ۱۵۳۵ء میں سلطان سلیمان قانونی سے جسکی عظمت وجلال کے سامنے کسی عیسائی فرمانروا کو دم مارنیکی مجال نہ تھی حاصل کیا تھا ان معاہدوں کے مضامین اور عبارتیں گو پُرانی ہو گئی ہیں - مگر اونکے بنیادی اصول بدستور قایم ہیں - پس تین سو برس ہوئے سلاطین عثمانیہ نے اس فیاضانہ اور دانشمندانہ فعل سے مہذب یورپ کی نہایت ہی زبردست خواہشوں کو پہلے ہی سے خود بخود پورا کر کے تجارت کی غیر محدود آزادی کا اعلان کر دیا "۔

سلطنت عثمانیہ میں علماء مفتیوں کو جو اقتدار ابتدا ہی سے حاصل ہو گیا تھا اوسکا ذکر کئی دفعہ آچکا ہے سلیمان نے ان کی قدر و منزلت کو اور بھی بڑھا دیا - اوس نے کئی عالیشان کالج اور مدرسے قایم کر کے بیش بہا جاگیریں اونکے لئے وقف کر دیں - اور علماء کے تعلیمی انتظام اور اونکے مدارج میں بہت کچھ اصلاحیں کیں - مگر اس پر اوس نے سب سے بڑی نوازش جس سے اوسکی علم دوستی کا کافی ثبوت مل رہا ہے یہ کی کہ علما کو محاصل کی ادائیگی سے معاف کر کے اونکی جائدادوں کو ہر طرح کی ضبطی سے محفوظ کر دیا - اور اس قاعدہ کو گورنمنٹ عثمانیہ کا قانون مقرر کر کے یہ حکم دیدیا کہ ہر عالم کی جائداد کا وارث اوسکا بیٹا ہوا کریگا یہی وجہ ہے کہ ٹرکی میں صرف علما اور مفتیوں کا طبقہ ہی ایسا ہے جسمیں خاندانی دولت وحشمت پشت ہا پشت کی جمع ہے - اور ٹرکی میں اگر کسی جماعت کو طبقہ امراء کہا جا سکتا ہے تو وہ اہل دماغ کا طبقہ ہے ۔

سلیمان صاحبقران ثانی کی تعمیر کردہ عمارات کی بےنظیر شان وشوکت اس بلند پایہ ترکی مقنن کو اوس رومن قیصر کے ہمپلہ بنا رہی ہے جو اُس سے دس صدی قبل حکمران تھا اور جو سلیمان کیطرح سلطنت روما کے مجموعہ قوانین کا مرتب ومؤلف بھی تھا - یہ خوش نصیب قیصر جسٹینین اول[۵] تھا - جو ۴۸۳ء میں بمقام تاریسلیم (موجودہ نام کستنجی یا کونسٹینزا جو صوبہ ڈوبرڈشا میں بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع ہے - اور ۱۸۷۹ء سے ٹرکی کی حکومت

[۵] جسٹینین کا چچا جسکے بعد یہ تخت نشین ہوا - ایک محض ناخواندہ ڈاسی قوم کا دہقان تھا - جو پچاس برس کی جنگی خدمات میں اعلیٰ فوجی قابلیت دکھانیکی وجہ سے آخرکار قیصر سوم ہو گیا تھا - جسٹینین نے تخت پر بیٹھتے ہی قسطنطنیہ کی ایک خوبصورت فاحشہ عورت مسمات تھیوڈورا سے جسکا پیشہ تھیٹر میں ناچنا گانا تھا - اور جسکے ساتھ زمانہ شہزادگی میں اوسکی آشنائی تھی نکاح کر لیا - جو بائیس برس تک شریک سلطنت رہکر سرطان کی بیماری سے فوت ہو گئی اور اسی کے ساتھ جسٹینین کی سلطنت کا اقبال اُٹھ گیا - سرکس اُس میدان کو کہتے ہیں جہاں گھوڑ دوڑ ہو - جس وقت جسٹینین تخت نشین ہوا اُس وقت قسطنطنیہ میں دو دو بڑے بڑے فریق موجود تھے انکی ابتدا سرکس کی گھوڑ دوڑوں سے پیدا ہوئی تھی - ابتداءً جیسا کہ معمول ہوتا ہے ان کھیلوں کے تماشبینوں کے مختلف گروہ ہو گئے - جو آخرکار بتدریج پولیٹکل رنگ پکڑ گئے - اور دو گروہ زیادہ زبردست ہو گئے - ان میں سے ایک کا نشان سبز اور دوسرے کا نیلگوں تھا - یہ ہر وقت ایک دوسرے کے کشت وخون پر آمادہ رہتے تھے - اور ہر ایک سلطنت کو اپنے قابو میں رکھنے کیلئے دوسرے کی تخریب کے درپے

نکل کر رومینیا کے ماتحت ہے) پیدا ہوکر ۵۲۷ء میں اپنے چچا جسٹی نس اول کے بعد قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے روما کے پرانے قوانین کو چار جلدوں میں یکجا جمع کر کے نئے قوانین کو پچاس جلدوں میں علیحدہ مرتب کر دیا۔ جامع ایا صوفیا اسی کی بنا کردہ ہے۔ یہ عیسویت کا بڑا حامی تھا۔ ۵۶۵ء میں فوت ہوا۔ ایڈورڈ کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ بہ تعمیر عمارات اور وضع قوانین میں یہ دونوں شہنشاہ گو ہم پلہ ہوں مگر باقی امور میں سپہ سالار بیلی ساریس کے نالائق آقا۔ اور سرکس کے مختلف دہڑہ بند گروہوں کے سرغنہ کی بزدلی اور کینگی فاتح مہاٹس کی شجاعت اور عالی ہمتی سے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ البتہ مشرقی مؤرخین نے باسفرس کے ہفت کوہی شہر میں سلیمان کی تیار کردہ عالیشان عمارتوں کی جو طویل فہرست دی ہے وہ خواہ مخواہ اُس تفصیل کو یاد دلا دیتی ہے جو بعض مؤرخ پروکوپئس نے جسٹینین کی شاندار عمارتوں کی دی ہے۔ سلیمان کے عمارتی شوق سے صرف دارالخلافہ ہی نہیں۔ بلکہ بغداد کوہینہ۔ کافہ۔ دمشق اور بیشمار دیگر شہر مستفید ہوئے۔ فتح بغداد کے بعد اُس نے زر خطیر صرف کر کے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے

رہتا تھا۔ مگر جسٹینین نے بے ایمانی سے کبھی ایک فریق کا اور کبھی دوسرے فریق کا معاون اور سرغنہ ہو کر آخر پانچویں سنہ جلوس میں اپنے سپہ سالار بیلی ساریس کو سرکس کے سبز پوش مفسدوں کی بیخ کنی پر مامور کیا جس نے سرکس یا ہپوڈرام (جسے ترک آت میدان کہتے ہیں) کے احاطہ میں تیس ہزار باغیوں کو کس بیرحمی سے تہ تیغ کیا۔ تھیوڈورا نے ملکہ بننے کے بعد اپنے خاوند کو جان نثار مشیر اور اولوالعزم صلاح کار کا کام دیا۔ مگر اوسکی عیاشی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس بارہ میں اُسے روس کی ملکہ کیتھرائن کے مشابہ بتایا گیا ہے جو ایسی فاجرہ تھی کہ کسی نوجوان خوبصورت مرد کو دیکھکر اُسمیں طاقت ضبط باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ جسٹینین کے دربار کی خرابیاں اور ناگفتہ بہ اسرار سپہ سالار بیلی ساریس کے سکرٹری پروکوپی اس نے بالوضاحت تحریر کئے ہیں۔ جسٹینین کے اکثر عیوب کی تلافی اوسکی عالیشان عمارتوں سے ہو رہی ہے جسکی تفصیل اسی مؤرخ نے چھ جلدوں میں لکھی ہے۔ کنیسہ ایا صوفیا جو مفسد گروہوں کی بغاوت میں جل گیا تھا از سر نو تعمیر کرایا گیا جو مسجد کی شکل میں اب تک اوسکی بے نظیر یادگار موجود ہے۔ اس کے علاوہ اوس نے سرحدوں کی حفاظت کیلئے بیشمار قلعے اور اکثر شہروں میں گرجے اور پانی بہم پہنچانے کیلئے مسقف نہریں تیار کرائیں۔ جسٹینین بذاتہ نہایت بزدل۔ متلون۔ کمینہ۔ کینہ ور اور احسان فراموش تھا۔ مگر سپہ سالار بیلی ساریس کے طفیل اوسکو ایرانیوں اور ونڈالوں پر نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور اوسکی حکومت شمالی افریقہ۔ کل اٹلی اور سرحد ایران تک پھیل گئی۔ بیلی ساریس صوبہ تھریس کا دہقان تھا۔ وہ اپنے آقا کا سچا جان نثار۔ جسمانی طاقت میں رستم ثانی۔ نہایت قابل جرنیل۔ رحمدل اور محتاط فاتح۔ اور دانا مدبر۔ مگر باایں ہمہ اپنی باشد فاحشہ و فاسقہ بیوی کا غلام بے دام اور اس بارہ میں پورا اللہ ہاء اور بے غیرت تھا۔ البتہ ایک دفعہ اوسے اپنی بیوی کی بد ذاتیوں کی کل کیفیت معلوم ہو جانے پر سخت غصہ آگیا اور اوس نے اوسکو نظروں سے گرا کر سخت ایذا پہنچانی شروع کر دی مگر ملکہ تھیوڈورا نے جو انشونینا زوجہ سپہ سالار کی بڑی سہیلی تھی بیلی ساریس کو مجبور کر دیا کہ وہ اُسکی بد تر عزت و تکریم کیا کرے۔ احسان فراموش جسٹینین نے اپنے وفادار سپہ سالار کو بھی بدگمانیوں سے ڈر کر کئی دفعہ ذلیل و بےعزت کیا۔ اور وہ آخر ان صدمات سے شکستہ دل ہو کر مر گیا جس کے مرتے ہی جسٹینین کی فتوحات کا سلسلہ فوراً رک گیا اور وہ خود بھی تھوڑے عرصہ بعد اس جہان سے چل دیا۔ مؤلف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲)

مزار پُر انوار کو جسے ایرانیوں نے برباد کر دیا تھا از سر نو تیار کرایا۔ اور بیشمار مسجدوں کے علاوہ جو اسنے اپنے ذاتی خرچ سے مرمت یا تعمیر کرائیں اوس نے اپنی سلطنت کو بیشمار تعمیرات منفعت عامہ (پل۔ سڑک وغیرہ وغیرہ) سے مزین کیا ان میں سب سے ممتاز اور مفید عمارتیں قسطنطنیہ کی بڑی مسقف نہر چکمجی کا پل اور مکہ معظمہ کی نہر زبیدہ کی تجدید مرمت کا کام تھا۔

سلیمان کے علم پرور عہد حکومت کے شعرائے نامدار مؤرخان ذی وقار اور مفسران وشارحین قوانین اسلام کی اگر فہرست تیار کیجائے تو کئی صفحے درکار ہوں۔ مگر ان میں سے دو کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے سلیمان کے زمانہ سے پہلے ترکی انشاء و نظم پردازی میں کم وبیش الکھڑپن اور بدویت پائی جاتی تھی۔ سلیمان کے زمانہ میں ترکی زبان خوب منجھ گئی جسکی اصلاح کا بیڑہ دو نامور شعرا نے اٹھا کر اوسکو بر سر تکمیل پہنچا دیا۔ ان دونوں کی سکونت اور مرز و بوم میں بعد المشرقین والمغربین تھا۔ ایک صاحب فضولی نام بغداد کے رہنے والے تھے اور دوسرے المتخلص بہ باقی خاص قسطنطنیہ کے۔ فضولی استاد غزل مانا گیا ہے۔ اوس نے پرانے ایرانی و ترکی شعرا کی تقلید چھوڑ کر ایرانی مذاق کے مطابق نئے میدان میں قدم رکھا اور اوسکو ایسا نبھایا کہ کل زمانہ کو اس طرف راغب کر دیا۔ شاعری کے ساتھ ہی وہ ناثر بھی بڑا زبردست تھا۔ اوسکا دیوان یا مجموعہ غزلیات اور مثنوی لیلے مجنون اوس کی بہترین تصنیفات میں سے ہیں۔ اوسکے اشعار میں زیادہ تر دہقانی بولچال اور روزمرہ کو جو دارالخلافہ کے ترکوں کی زبان سے بہت مختلف ہے استعمال کیا گیا ہے۔

اس کا دوسرا ہمعصر باقی گو اوس سے بہت کم رتبہ شاعر تھا مگر شعرائے متقدمین پر اُسے بھی بیحد فوقیت حاصل تھی۔ سلطان سلیمان کی وفات پر جو بے نظیر مرثیہ اُس نے لکھا تھا وہ اب تک زبان زد خاص و عام ہے۔

خود سلیمان بھی کوئی ایسا کم پایہ مصنف یا شاعر نہ تھا۔ اوسکے اشعار بندش مضامین اور اظہار جذبات میں بے مثل نہ سہی ناقابل تعریف بھی نہیں۔ اوسکے روزنامچے جن میں وہ اپنی مہموں کے اہم واقعات اپنے قلم سے ہر روز رکھتا تھا محققان فن تاریخ کے لئے نہایت کارآمد ہیں۔ اونکے پڑھنے سے گو سلطان کا بلند پایہ مصنف ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر اوس میں ایسے اوصاف موجود ہونے کا بالبداہت پتہ ملجاتا ہے جو ایک فرمانروا کیلئے نہایت ضروری ہیں یعنے اوسکی فرائض شناسی محنت و مستعدی اور اپنی وسیع سلطنت کے تمام ملکی و جنگی معاملات جو اوسکی تحویل میں تھے ہمیشہ بذات خاص اوسکے متوجہ رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ اُس میں عیوب بھی تھے اور ایسے عیوب جو سخت قابل افسوس ہیں۔ اوس نے سلطانہ خرم کو اپنے پر بے اندازہ قابو پا لینے دیا اور اوسنے اپنے لایق اور ہونہار بچوں کو کمال بیرحمی سے قتل کروا دیا اور بیشمار مدبران ملک کو جلاد کی بیرحم تلوار کے سپرد کر دیا علاوہ بریں خود ترکی [illegible] اوسکی حکومت کی قوتیں باقاعدہ تنزل پذیر ہوگئی ہیں۔ گو کچھ عرصے (جس سلطان مراد چہارم کے عہد میں ۱۶۲۳ء) میں ترکی

تاریخ تحریر کی اپنی کتاب "تنزل سلطنت عثمانیہ" میں منجملہ دیگر اسباب کے مندرجہ ذیل بواعث بھی تحریر کرتا ہے جن کا الزام وہ سلطان سلیمان کے ذمہ لگاتا ہے:۔

اوّل۔ دیوان کے جلسوں میں سلطان سلیمان کے زمانہ سے سلاطین کی باقاعدہ حاضری کا بند ہو جانا۔

دوم۔ سلیمان کے وقت سے ایسے لوگوں کو جو پہلے ادنے درجوں اور عہدوں پر مامور رہکر بتدریج ترقی یاب نہ ہوئے ہوں یک لخت اعلےٰ عہدوں پر مقرر کر دینے کے رواج کا شروع ہونا۔

سوم۔ رشوت ستانی وخیانت جسے سلطان کا داماد رستم سب سے پہلے عمل میں لایا۔ اوس نے اوسنے اور نالائق ترین لوگوں کے پاس ملکی عہدے بیچنے شروع کر دیئے۔ گو اوسنے اوسنے علے سب طرح کی جنگی عہدوں کی تقرریاں رشوت ستانی یا کسی اور بیکار رسوخ کے بداثر سے محفوظ رہیں اور انکا انتظام سلطان نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ مگر عہدہ فروشی کا رواج ایک دفعہ شروع ہو جانے سے بتدریج حکومت ہائے مابعد میں جنگی صیغہ میں بھی پھیل گیا۔

چہارم۔ سلطان نے محتاط فیاضی کی حد سے تجاوز کر کے ایک ہی منظور نظیر وزیر کو دولت وحشمت سے مالا مال کر دیا۔ اور اوسکو نہ فقط بے انتہا دولت جمع کر لینے دی بلکہ اوسے ترکی قانون وقف کے بیجا استعمال سے اپنی جائداد کو ناقابل انتقال بناکر ہمیشہ کے لئے اپنے خاندان میں قائم رکھنے کے قابل بنا دیا۔ اور اس طرح سے آئندہ نسلوں کے لئے یہ نظیر بد قائم کر دی۔ مسلمان ناظرین سے پوشیدہ نہیں کہ وقف اور اوسکا ملک ناقابل انتقال ہے اور وہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتے۔ سلیمان کے وزیر نے اس شرعی حکم سے فائدہ اٹھا کر اپنی جائداد کو وقف یعنی کسی مسجد یا خانقاہ یا کسی اور خیراتی و رفاہ عام کے کام کو ہبہ کر دیا۔ اور پھر خود اپنی ذات اور اپنی اولاد کو اوسکا متولی اور امین بناکر شرط کر دی کہ وقف کو اس جائداد سے اس قدر سالانہ لگان دجسکی مقدار بالعموم بہت تھوڑی مقرر کیجاتی ہے) ملتا رہے۔ باقی آمدنی متولی کا حق ہوگی۔ اوسکے دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کر دیا۔ اور آخر کار اس شرعی فریب کا عام رواج ہو گیا۔ جرمن مورخ وان ہیمران عتراضات کے واجب ہونیکو تسلیم کرتا ہے مگر وہ ایک اور الزام کو جو یورپین مورخین نے سلیمان پر لگایا ہے بالکل بے بنیاد ثابت کرتا ہے۔ الزام مذکور یہ ہے کہ سلیمان نے شاہزادوں کو حسب دستور سابق فوجوں کا کمانڈر اور صوبوں کا گورنر مقرر کرنے کی بجائے جس سے اونکو اوائل عمر ہی سے اصول حکمرانی اور فنون جنگی سے پوری واقفیت ہو جاتی تھی اور وہ جہانبانی کے لئے باکمل وجوہ تیار ہو جاتے تھے۔ آئندہ کے لئے محلسرائے کی چاردیواری میں نظر بند رکھنے کا قاعدہ جاری کر دیا۔ اور اسطرح وہ ہمیشہ عورتوں کی صحبت میں رہنے اور بیرونی دنیا سے ناواقف ہونیکی وجہ سے پورے عیاش۔ کاہل۔ ناتجربہ کار اور ناقابل ہو گئے۔ وان ہیمر لکھتا ہے کہ سلیمان کے تمام بیٹے جو سن بلوغ تک پہنچے صوبوں کی گورنری پر مامور تھے۔ اور مرنے سے پہلے اوسکا آخری کام ایک یہ تھا کہ اپنے پوتے مراد کو صوبہ میگنیشیا کی حکومت پر مقرر کیا۔" یہ سب کچھ

سہی مگر میری رائے میں اکیلے شہزادہ مصطفٰے کے قتل سے وہ سلطنت کو ایسا ضعف پہنچا گیا جس کی تلافی اوس کی کسی خوبی سے نہیں ہو سکی۔

اسکندر اعظم کے حالات جمع کرنیوالے مورخ آریاں کیطرح یہ جرمن مورخ بھی ناظرین کو متنبہ کرتا ہے کہ سلیمان اعظم کے خصائل کا اندازہ کرتے وقت اوس کی زندگی کے قابل ملامت افعال تک ہی توجہ کو محدود نہ کر دیا جائے۔ بلکہ اون شریفانہ اور شاندار اوصاف کو بھی جن سے وہ متزین تھا مد نظر رکھ لینا چاہئے۔ بحیثیت انسان وہ گرم جوش اور سچا آدمی اور اوس بیہمانہ نفس پرستی اور عیاشی سے جس میں اوس کے خاندان کے اسقدر فرمانروا غرق رہے ہیں بالکل پاک اور مبرا تھا اوس کا اندازہ کرتے وقت ہمکو اوسکی شہزادانہ شجاعت۔ اوسکی جنگی قابلیت۔ اوسکی بلند ہمتی و دلاوری۔ تعصب سے پاک رہکر اوسکا اپنے مذہب کے احکام کی سخت تعمیل کرنا۔ اوسکا حسن انتظام اور کفایت شعاری جن میں شان و شوکت اور فیاضی بھی پیوستہ تھی۔ اوسکی علم پروری و ہنر پرستی اور علوم و فنون کی فیاضانہ امداد۔ توسیع تعلیم میں اوسکی بیحد پرجوشی۔ اوسکی فتوحات جس سے اوس نے اپنی سلطنت کو چوطرفہ بڑھا دیا۔ اوس کا مدبرانہ اور جامع قانون جس سے اُس نے اپنی تمام رعایا کے لئے بہترین حکومت کا انتظام کر دیا۔ الغرض اوسکی ان سب خوبیوں کو نظر کے سامنے رکھ لینا واجب ہے۔ اور اُسوقت ہم قائل ہو جائینگے کہ وہ واقعی سلطان اعظم کے خطاب کا جو تین صدیوں سے اس کے نام کے ساتھ ملحق ہے مستحق تھا۔ اس عہد حکومت کی داستان ختم کرنیسے پہلے چند ایک اور واقعات درج کر دینے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔

۱۵۳۷ء میں ہندوستان سے دو سفراء بیش بہا تحائف لیکر کمال جاہ و حشام سے سلطان سلیمان کیخدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک سفیر شاہ علاؤالدین والئے بنگالہ تے جو اسوقت ہندوستان کے کل والیان ریاست سے زبردست تھا۔ ہمایوں شہنشاہ دہلی کے برخلاف اور دوسرا سفیر والئے گوجرات نے پرتگیزوں کے برخلاف سلطانی امداد مانگنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ گوجرات پر اسی درخواست کے جواب میں فوجکشی کیگئی تھی جو موسم کی ناموافقت اور قلت سامان کی وجہ سے ادھوری چھوڑنی پڑی۔ علاؤالدین کی درخواست کی نسبت جس کو بعض یوروپین مورخون (منشیر وغیرہ) نے غلطی سے شاہ دہلی لکھا ہے کچھ معلوم نہیں ہوا کہ سلطان نے کیا کارروائی کی البتہ یہ محقق امر ہے کہ اوسکی مدد کے لئے کوئی فوج نہ روانہ کی گئی۔ جسکی وجہ غالبًا یہ ہو کہ اُس نے ایک مسلمان فرمانروا کے برخلاف جو سنی المذہب اور سلطان کا ہمقوم تھا۔ مدد کی استدعا کی تھی۔ یا شاید اس لئے کہ علاؤالدین کے جلدی ہی اس جہان سے رخصت ہو جانے کی وجہ سے (وہ ۹۲۶ھ میں فوت ہوا) کمک بھیجنے کی ضرورت نہ رہ گئی تھی۔

۱۵۴۷ء میں جبکہ آسٹریا کے ساتھ صلح ہو نیکو تھی شاہ طہماسپ کے بھائی القاص مرزا نے جو نیز دعویدار تخت تھا باپ کے مرنے پر بمقام ابدریا نوپل سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر امداد کی درخواست کی۔ سلیمان نے اوسکی کمال

خاطرداری کی اوسکو اپنی کل جنگی طاقت اور اوس بیش بہا مال غنیمت کا جو آستردی جنگوں میں ہاتھ آیا تھا معائنہ کرایا - اور اوسے تحائف و ہدایا سے مالا مال کردیا - اور سلطانہ خورم نے بھی جو اپنے داماد رستم کو اظہار قابلیت کا موقعہ دلانے کے لئے ایران کے ساتھ لڑائی کرانے کی تاک میں تھی پناہ گزین شہزادہ کو خلعت ہائے فاخرہ عطا کئے - اور آخر سلطان نے ۱۵۵۳ء میں ایران پر دوسری چڑھائی کردی - جس میں اوس نے اکتیس شہر فتح کئے - چودہ قلعے مسمار کئے اور اٹھائیس شہروں کو قلعبند کیا -

مرزا الکاذب ترکی فوج کا ایک دستہ لیکر اصفہان کے قریب تک بڑھا چلا گیا - اور مال غنیمت کا ایک حصہ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا - مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد جب اوس نے عثمانیوں سے علیحدہ ہوکر اپنی ہی جمعیت سے حصول تخت کی کوشش کی تو طہماسپ نے اوسے شکست فاش دیکر قید کرلیا -

سلطان سلیمان زرد رنگ - کشادہ پیشانی - عالی ہمت - اور عبوس الوجہ (ترشرو) تھا ۴۸ سال قمری سلطنت کرکے ۷۴ سال قمری کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا +

سلیم ثانی مخمور کا عہد حکومت

سلیم باپکی وفات کی خبر سنکر اپنے مستقر الحکومت سے دارالخلافہ کیطرف روانہ ہوا ۲۴ ستمبر ۱۵۶۶ء کو وہ قلم کالی سی ڈاڈان (ترکی ام قاضی کوئی) متصل اشقودرہ یا سقوطری) پہنچا جہان سے اسنے اپنے ورود کی خبر قسطنطنیہ کو روانہ کی - اور اوسوقت دارالخلافہ میں معلوم ہوا کہ سلطان صاحبقران ثانی رہگرائے عالم جاودانی ہو گئے ہین سلیمان کا جانشین ایسا نالایق شخص تھا کہ خود ترکی مورخین نے اوسے "دائم الخمر" کا خطاب دیا ہے - اس شہزادہ کے کمینہ عیوب کو دیکھکر جس کو وارث تاج و تخت بنانے کے لئے قوم و سلطنت کی بہ قیمتی بہت ایسی گران بہا اور عزیز جانیں تلف کرائی گئی تھیں - سلطان سلیمان کو بھی آخری عمر میں سخت رنج ہوتا تھا - اوس نے ایک دفعہ اپنے نالایق بیٹے کو کمال ناراض ہوکر سخت زجر و توبیخ بھی کی - مگر تیر ہاتھ سے نکل چکا تھا - اور سوائے صبر کرنے اور غم و غصہ کھانے کے اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا - کیونکہ سلیم کے سوائے اور کوئی شہزادہ باقی نہیں رہ گیا تھا الغرض ۲۵ ستمبر ۱۵۶۶ء کو شمشیر عثمانی پہلی دفعہ ایک ایسے فرمانروا کی کمر میں باندھی گئی جس نے اسلام کی فوجوں کو بذات خود میدان میں لیجانے سے کنارہ کشی کی اور اوس قیمتی وقت کو جسے اوس کے آباؤ اجداد فرائض جہانبانی کی سرانجام دہی میں صرف کیا کرتے تھے وحشیانہ بدمستی اور عیش پرستی میں ضایع کردیا - مگر اس مہلک خرابی کے برے نتایج فی الفور ظاہر نہ ہوئی سلیمان نے سلطنت کا انتظام ایسا نہیں کیا تھا اور اوسے ایسی حالت میں چھوڑ گیا تھا کہ ایک یا دو جانشینوں کی نالیاقتی سے خراب ہو جائے - علاوہ بریں ابھی ایسے مدبرین اور جرنیلوں کی کافی جماعت موجود تھی جو اوس فرزانہ عالم سلطان کی نظروں کے سامنے ہر طرح کی تربیت پائے ہوئے تھے - اور اس طرح سے جہانگیر کہ

یہ لوگ زندہ رہے اور ایسی نسل نہ پیدا ہو گئی جو سلیمان کو نہ جانتی تھی۔ اوسکی حسن تربیت کا اثر سلطنت میں باقی رہا۔ ان لوگوں میں سب سے سربرآوردہ محمد سقلی وزیر اعظم تھا۔ جس نے سلیمان کے بعد مہم زیجات کو کامیابی کیساتھ ختم کیا اور سلیم و ملک کی خوش قسمتی سے اوسکو نوجوان سلطان کے کمزور دل پر اس قدر قابو ہو گیا تھا کہ گو وہ سلطان کی بدروشی اور پرائیویٹ لائف کی خرابیوں کو نہیں روک سکتا تھا تاہم انصرام مہام سلطنت اوسی پر چھوڑ دیا گیا جس سے وہ بدانتظامی کی ترقی کو روکنے اور باب عالی کی عاملانہ مستعدی اور فاتحانہ شان و شوکت کو بدستور سابق قائم رکھنے کے قابل ہو گیا ✣

سلیم محلسرائے سلطانی میں اعلےٰ اراکین سلطنت سے بیعت لیکر بلغراد کو روانہ ہو گیا جہاں فوج بھی سلطان کی سلامی اتارنے کے لئے مہم سے واپس آ گئی۔ سلیم ماتمی لباس پہنے ہوئے باہر آیا اور اس گاڑی کے قریب جس میں سلطان مرحوم کی لاش رکھی ہوئی تھی فاتحہ پڑھکر تخت نشینی کے انعام کی نسبت کچھ کہنے یا حکم دینے کے بغیر محل کو واپس چلا گیا۔ ینگی شہریوں (ینگچریوں) نے بڑبڑانا شروع کیا۔ مگر وزیر اعظم محمد سقلی نے اونکو تسلی دلاسا دیا کہ دار الخلافہ پہنچنے پر تمہارا معمول ادا کر دیا جائیگا۔ وہ یہ سنکر قسطنطنیہ تک تو خاموش چلے آئے۔ مگر وہاں پہونچتے ہی علانیہ برسر فساد ہو گئے۔ وزیر دوم۔ کپتان پاشا۔ اونکے آغا۔ اور کئی دیگر اعلےٰ افسروں نے اونکے جوش کو سرد کرنا چاہا۔ مگر اونہوں نے سب کو بیحرمت کر کے محلسرائے سلطانی کے بیرونی صحن پر دھاوا بولدیا۔ یہ کیفیت دیکھکر سلیم کو مجبوراً باہر آنا پڑا۔ اور اونکی درخواست قبول کرنی پڑی۔ اور چونکہ موںہہ مانگا انعام دینا پڑا اس بخشش سے شاہی خزانہ بالکل خالی ہو گیا۔ مگر گورنران صوبجات۔ کمانڈان ہیڈ ہائے اور سفرائے دول اجنبیہ کے تحفہ تحائف نے خزانہ کو جلدی ہی پھر معمور کر دیا۔ سب سے قیمتی اور بیش بہا ہدیئے پیالی پاشا سپہ سالار بحری اور پرتو پاشا نے نذر کئے۔ اول الذکر نے سواحل اپولیا (یا پغلیا اٹلی کے مشرقی ساحل کا نام) کو تاخت و تاراج کر کے بے انتہا مال غنیمت حاصل کیا تھا اور پرتو پاشا نے مہم زیجات میں صوبہ ٹرینسلونیا سے بیشمار دولت لوٹی تھی۔ دونوں نے سالم غنیمت اپنے آقا کو سپرد کر دی۔ شاہ ایران کے سفیر نے جو نامہ تعزیت اور پیام تہنیت لیکر آیا تھا دیگر تحائف کے علاوہ دو عدد دُرہائے شہوار وزنی چالیس درہم۔ ایک دانہ یاقوت رمانی شفتالو کے برابر پیشکش کیا۔

زیجات کی فتح کے بعد فوراً ہی فریقین میں صلح کی گفتگو شروع ہو گئی۔ آسٹروی[۵] سفیر رہا کئے گئے۔ اور جن شرائط پر صلح کا انعقاد ممکن تھا وہ اون کو بتا دی گئیں۔ مگر لڑائی کا اسیوقت خاتمہ نہ ہوا پرتو پاشا جس نے سلیمان

---

[۵] ترکی گورنمنٹ کا قاعدہ تھا کہ جب کسی سلطنت کے ساتھ لڑائی کا اعلان ہوتا تو اوسکے سفراء کو قید کر لیا جاتا تھا۔ وہ یہ کارروائی بے خوف و خطر ہو کر اسلئے کر سکتی تھی کہ اوسکی طرف سے مستقل سفیر کسی دوسرے بادشاہ کے دربار میں نہیں رہتے تھے جن کو وہ اس اعزاز کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔ سفرائے اجنبیہ ایک طرح سے بطور یرغمال سمجھے جاتے تھے۔ علاوہ بریں

کی وفات سے چند روز پیشتر قصبہ جیولا واقع ٹرینسلونیا (موجودہ آسٹریا کا صوبہ ہنگری کے مشرق میں) فتح کرلیا تھا قصبات جینی۔ والا گوسوار اور کئی مقامات پر پھر متصرف ہوگیا۔ اور اوس نے دریا تارس کے ہر دو کناروں کی آبادی کو بھی تاخت و تاراج کردیا۔ آخرکار ۱۷ فروری ۱۵۶۸ء کو فریقین میں صلح ہوگئی۔ آسٹریا کے پاس اوسکے مقبوضات واقع ہنگری۔ ڈلیشیا و کروشیا رہنے دیئے گئے۔ اور اوس نے سالانہ خراج ادا کرنا منظور کرکے ٹرینسلونیا مالڈیویا اور ولیشیا کے حکام کو باب عالی کے باجگزار تسلیم کرلیا۔ ان شرائط کو حاصل کرنے کے لئے آسٹری سفیروں نے ترکی وزیروں میں چالیس ہزار ڈیوکٹ بطور رشوت تقسیم کئے۔

ایران اور پولنڈ کے ساتھ بھی صلح کی تجدید کی گئی۔ اور آخرالذکر کو کئی قلعے واپس عطا کردیئے گئے ممالک اجنبیہ سے صلح صفائی کرتے وقت فرانس کے اتحاد کو بھی فراموش نہ کیا گیا۔ ۱۵۳۵ء میں فرانس سے پہلی مرتبہ باضابطہ اتحاد ہونے کے بعد فرانسیسی سفیر مستقل طور پر سلطانی دربار میں حاضر رہتا تھا سفیر ڈارمان کے بعد ۱۵۵۴ء میں کوڈگناٹ سفیر ہوا مگر وہ اپنے ملک سے غداری کرکے فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ (خاوند ملکہ میری والیہ انگلستان و ہمشیرہ الزبتھ) و ہسپر چارلس پنجم سے جا ملا۔ اوسکے بعد ۱۵۵۷ء سے لیکر ۱۵۶۱ء تک لوگنی سفیر رہا۔ پھر ولیم ڈی لاویپ سفیر مقرر ہوا جو سلطان کی آخری مہم میں سلیمان کے ہمراہ گیا۔ بعد ازاں گلان کیمپین سفیر ہوا جس نے ۱۵۶۸ء کے صلح نامہ مابین باب عالی و آسٹریا کو برسر تکمیل نہ پہنچنے دینے کے لئے سخت کوشش کی۔ اوس سے بعد کلاڈ ڈی بورگ ایلچی بنا ۱۵۶۹ء میں اوسکے درخواست کرنے پر سلیم نے امتیازات کی ترمیم کرکے کئی مزید اہم رعائتیں عطا کردیں۔ اور ترجمان براہیم پاشا کے ہاتھ ترمیم شدہ معاہدہ شاہ چارلس نہم والئے فرانس کے پاس پیرس بھیجدیا۔ پرانی مراعات پر یہ رعائتیں ازدیاد کی گئیں

(۱) ہر ایک فرانسیس کو جو ترکی میں آباد ہو ہمیشہ کے لئے جزیہ سے معاف کردیا گیا۔

(۲) فرانسیسی سفرا اور قونصلوں کو فرانسیسی غلاموں کیلئے جو مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے ہوں تلاشی لینے اور ایسے بحری قزاقوں کو جنہوں نے فرانسیسی رعایا کو گرفتار یا فروخت کیا سزا ملنے کا مطالبہ کرنیکا اختیار دیا گیا

(۳) سلطان نے ایسے فرانسیسی مال و اسباب کے معاوضہ دینے کا جو فرانسیسی جہازوں سے لوٹا گیا ہو اور لوٹنے والوں کو سزا دینے کا ذمہ لیا۔

(۴) ترکی بحری فوج کو فرانسیسی جہازوں سے دوستانہ برتاؤ کرنے اور سواحل ترکی پر کسی فرانسیسی جہاز کے تہ نشین ہوجانے کی صورت میں ہر طرح کی مدد کرنے اور اہل جہاز اور اونکے اسباب کی حرمت کرنیکا حکم دیا گیا۔

ترکی گورنمنٹ اوس زمانہ میں کبھی سفیروں کی سلامتی اور حفاظت کے ساتھ واپس لوٹا دینے کی ذمہ دار نہیں ہوتی تھی اگر کوئی سلطنت سفیر بھیجنے کی درخواست کرتی تو اوسے جواب دیا جاتا۔ "باب عالی کے دروازے ہر مسافر کی آمد کیلئے کھلے ہوتے ہیں۔" ۱۲ مؤلف +

(۵) بالآخر فرانسیسی قوم کو قلمرو عثمانیہ میں وہ تمام رعایات عطا کی گئیں جو ریاست وینس کی رعایا کو حاصل تھیں۔ اور ان میں وہ مراعات بھی شامل تھیں جو آخر الذکر نے روپیہ خرچ کر کے حاصل کی تھیں۔

ان وسیع مراعات کی طفیل جبکہ ہسپانیہ اور وینس عثمانیہ طاقت کا مقابلہ کر کے اپنی قوت زائل کر رہے تھے فرانس کل بحیرہ روم کی تجارت کا مالک بنا ہوا تھا +

حتیٰ کہ الجیریا کے مسلمان جہازران چیخ اٹھے کہ کل بحیرہ "فرانسیسی جہازوں سے بھر پور ہو رہا ہے" یہ جہازات ترکی سمندروں میں جہازرانی کرنیکے محاصل ادا کرنیکے بغیر ترکی سواحل پر ساحلی تجارت کرتے تھے۔ فرانسیسی مونگا اور صدف نکالنے کے مشاق غوطہ زنوں نے جنوبی ساحل فرانس کے بندرگاہ مارسیلیز (مرسیلیا) سے نکل کر افریقہ کے شمالی ساحل پر کئی آبادیاں قائم کر لیں۔ ان میں سے ایک کا نام بسٹین ڈی فرانس (برج فرانس) تھا۔ وہ قصبہ بونا[۱] سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ جو گھوڑوں۔ ناج وموم کی فروخت کی بڑی منڈی ہو گئی۔ سلطان کی استمزاج سے کل قلمرو عثمانیہ میں کیتھولک مذہب کی مشنریاں قائم ہو گئیں۔ اور اس فرقہ کے پادریوں کے راہب خانے خود قسطنطنیہ کے مضافات میں بن گئے۔ اور فرانسیسی سفراء و قونصلین نے کل سلطنت عثمانیہ کے عیسائیوں کو بالعموم اور شام کے نصاریٰ کو بالخصوص اپنی حمایت میں لیکر ترکی حکام کے برخلاف اونکی جا و بیجا حمایت کرنی شروع کر دی۔ اور ان سفیروں کے پروانوں کی حفاظت میں ہر ایک عیسائی ملک کے زائرین ارض مقدس کی زیارت کرنے لگ گئے۔ اور فرانسیسی علم شام کی دیوار نصاریٰ پر لہرانا شروع ہو گیا۔ انہی مہربانیوں اور نوازشوں کی طفیل آج نصف شمالی افریقہ پر فرانس فی الواقع قابض ہے۔ اور شام کے معاملات میں اس کو اس قدر دخل و تصرف حاصل ہے کہ بعض اوقات یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا اس قطعہ کے مالک ترک ہیں یا فرانسیسی۔ یہ کیفیت دیکھکر کسی وقت خواہ مخواہ ان رعایات دہندگان کی دریادلی پر افسوس کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر جب ذرا غور و فکر کیا جائے تو اونکا کوئی قصور نہیں پایا جاتا۔ اونکو کیا معلوم تھا کہ ہمارے اکثر جانشین ایسے ناخلف اور ہماری قوم کسی وقت خواب غفلت وجہالت میں ایسی مدہوش ہو جائیگی کہ یہی لوگ جنکو اب مستحق پرورش و رعایت سمجھا جاتا ہے ترکی کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مالک قطعات زرخیز اور مختار کل ہو جائینگے۔ اگر سلیمان ایسی رعائتیں نہ بھی دیتا تو کیا ترکوں کی غفلت اپنا اثر دکھانیسے پھر بھی باز رہ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں! اگر ترک عیاشی وکاہلی اور جہالت میں نہ پڑ جاتے تو یہ سوداگر اور سائل اب بھی اوسی حیثیت میں نظر آتے۔ خیر اس بحث کو چھوڑ کر میں پھر اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

سلیم نے امتیازات کی تجدید کے بعد پدر بزرگوار کی طرح اپنے دشمنوں کے برخلاف فرانسیسی اتحاد سے فائدہ

---

[۱] الجزائر کے شمالی ساحل کا مشہور بندرگاہ۔

اٹھانے کی کوشش کی۔ چونکہ اُس نے جیسا کہ آگے مفصل ذکر آئیگا جزیرہ قبرس لینے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ اور ریاست وینس نے ترکوں کے مقابلہ کے لئے یورپ سے مدد چاہی تھی۔ سلیم نے چارلس نہم کے پاس سفیر بھیجکر اوسکو ریاست وینس کے برخلاف اعلان جنگ کرنے کی دعوت کی۔ اور اسکے ساتھ ہی اُسنے شاہ فرانس کو اپنی ہمشیرہ مارگرٹ آف ویلائیس کا ازدواج سٹیفن زپولی حاکم ٹرینسلونیا سے کردینے کا جسکو بالعالی پولنڈ کا بادشاہ منتخب کرانے کی تجویز کر رہا تھا ایما کیا۔ دیوان کا خیال تھا کہ اس طرح پولنڈ فرانس اور ٹرکی سے متفق اور متحد ہوکر آسٹریا کی بغل میں ایک نیا دشمن پیدا ہو جائیگا جو اوسکو شمال کیطرف سے روکے رہیگا۔ اور ٹرکی مشرق کی طرف سے اور فرانس جنوب کی طرف سے اوسکی پیش قدمی کو روکتا رہیگا۔ چارلس کے پاس کوئی جنگی بیڑہ نہ تھا اس کمی کے علاوہ اندرونی مشکلات کی وجہ سے بھی وہ وینس یا ٹرکی میں سے کسی کی امداد نہیں کرسکتا تھا تاہم اُسنے دونوں میں بیچ بچاؤ کرادینے کا عندیہ ظاہر کرکے اپنی ہمشیرہ کی شادی ترکوں کے باجگذار کیساتھ کرنیسے انکار کردیا کیونکہ چارلس کی شادی تازہ تازہ آسٹریا کی ایک شہزادی سے ہوئی تھی۔ اور اسلئے فرانس نے آسٹریا کی تخریب کے کل ارادے ترک کردیئے تھے۔ مگر بالعالی کی تجویز سے اوسے پولنڈ کو فرانس کے ساتھ وابستہ کرنیکا خیال سوجھ گیا اور اسکی تکمیل کے لئے اوس نے اپنے بھائی ڈیوک آف انجو کو پولنڈ کے تخت پر متمکن کرانیکی کوشش شروع کردی

اتحادی معاہدوں کی تجدید وتکمیل کے ساتھ ہی ساتھ وزیر اعظم محمد صقلی نے اون بغاوتوں کو جو بالعموم ہر نئے سلطان کے تخت نشین ہونے پر پھوٹ پڑتی تھیں نہائیت مستعدی سے فرو کرکے ممالک محروسہ میں کئی بینظیر شاہی عمارتیں اور رفاہ عام کے کام تیار کرلئے۔ قسطنطنیہ کی مشہور جامع سلیمیہ جو اوستاد زمانہ معمار سنان کے کمال کی بعدیل یادگار ہے اس وزیر کی حسن سعی کا نتیجہ ہے۔ جس نے ان کاموں کے علاوہ دو ایسے اہم اور کٹھن کاموں کی تیاری کا ارادہ کیا تھا۔ جن سے نہ فقط اوسکی کمال دور اندیشی تدبر عام واقفیت اور عالی ہمتی ظاہر ہو رہی ہے۔ بلکہ اگر وہ اونکی تکمیل میں کامیاب ہو جاتا تو اوسکا نام قیامت تک جریدہ عالم پر نقش ہوجاتا ان میں سے ایک بحیرہ قلزم و بحیرہ روم کو ملانیکے لئے خاکنائے سویز میں سے نہر نکالنا تھا اور دوسرا روس کے دریا ڈان کو جو بحیرہ اسود میں گرتا ہے بذریعہ نہر دریا والگا سے جو بحیرہ کاسپین میں گرتا ہے ملانے کا کام تھا۔ اس آخری کام کی تیاری کے لئے استراخان پر قابض ہونا ضروری تھا۔ اور یہ اسلئے بھی زیادہ تر دلچسپ ہے کہ اس نہر کے تیار کرنے کی کوشش کرتے وقت ترکوں کو اب پہلی مرتبہ روسیوں کے ساتھ میدان جنگ میں ہم مقابل ہونا پڑا جن کا مختصر ذکر اس موقعہ پر بے محل نہ ہوگا۔

سولہویں صدی کے وسط میں جبکہ سلطنت عثمانیہ کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ اور کل دنیا اوسکی آب و تاب سے مبہوت ہوکر عثمانیہ جلال سے لرز رہی تھی روسی باہستگی تمام اور بڑی دقتوں کیساتھ اوس تباہی و ذلت سے

جو تاتاری فاتحوں کی اڑھائی سو برس کی غلامی و محکومی سے اونہیں وار دجھوڑ رہی تھی باہر نکل رہے تھے شاہان ماسکو ایوان ثالث اور وسیلی او انووک کی شجاعت و مکاری سے ۱۴۹۰ء اور ۱۵۳۳ء کے درمیان اس ملک نے خوانین قپچاق کو خراج ادا کرنے کی ذلت سے نجات پالی اور ان بادشاہوں نے دیگر روسی ریاستوں کو ریاست مسکو (یعنی ماسکو روس کا سب سے پرانا دارالخلافہ اور روسی قوم کا مخزن و مولد ہے) کے ساتھ ملا کر ایک متحدہ روسی سلطنت قایم کر لی جو کیف سے قزان تک اور سائبیریا سے لیکر لیپانڈ تک وسیع تھی۔ انسے پہلے ماسکو کے فرمانروا، گرینڈ ڈیوک کہلاتے تھے۔ جوان بادشاہوں نے زار کا خطاب اختیار کیا یورپین لوگونکا خیال ہے کہ زار لاطینی لفظ سیزر (قیصر) کا بگاڑ ہوا ہے مگر یہ غلط ہے۔ زار پُرانا عبرانی و خالدی لفظ بمعنی بادشاہ ہے۔ جیسے کہ شاہان بابل بیلشضار نبوکد نضار وغیرہ سے ظاہر ہے۔ سلیو قوم کے عیسائیوں نے جب توریت و انجیل کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا تو یہ لفظ اونکی زبان میں داخل ہو گیا۔ قیصران روم اور خوانین کریمیا بھی اکثر زار کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ گرجستان کے بادشاہ شار کہلاتے تھے۔ تاتاری اپنے سرداروں کی بیگمات کو زاریتہ کہتے تھے۔

ان گرینڈ ڈیوکوں یا زاروں کے دماغوں میں جیسے کہ اب وہ پکارے جانے لگے تھے بابے سروسامانی او ذلت و مقہوری اوس زمانہ میں بھی قسطنطنیہ پر قابض ہونیکا خبط سمایا ہوا تھا زار ایوان ثالث نے اوس یونانی خاندان قیاصرہ کی اکلوتی اور آخری شہزادی مسمات صوفیا سے جس سے عثمانیوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تھا شادی کی درخواست کی۔ جو منظور ہو گئی۔ اور اون کا ایک دوسرے سے عقد ہو گیا۔ اس ازدواج کی تاریخ سے روسیوں نے جنکو علم پر اسوقت تک ولی جارج کی جو اژدہا کو قتل کر رہا ہے تصویر ہوتی تھی۔ قیاصرہ قسطنطنیہ کے شاہی نشان یعنی دوسر والے عقاب کا نشان اپنی سلطنت کے نئے اختیار کر لیا۔ ایوان ظالم کی نابالغی کے دوران میں جو ۱۵۳۳ء میں تخت نشین ہوا۔ روس میں خودسری اور طوائف الملوکی کا دور دورہ رہا۔ مگر اس شہزادہ کے بالغ ہو کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے پر سلطنت کی حالت پھر درست ہو گئی۔ اور اس میں نئی طاقت و قوت عود کر آئی۔ استراخان[1]

[1] استراخان روس۔ کے ایک صوبہ اور شہر کا نام ہے۔ یہ صوبہ بحیرہ کاسپئن کے شمال مغرب میں روسی علاقہ کوہ قاف کے گورنر کے ماتحت ہے۔ دریا والگا اس صوبہ کے وسط میں سے گزرتا ہے۔ اس صوبہ کا طول ۳۰۰ میل عرض ۲۵۰ میل رقبہ ۸۵ ہزار مربع میل اور آبادی ۸ لاکھ کے قریب ہے۔ یہ صوبہ غیر آباد اور کف دست میدان بے آب و گیاہ ہے۔ اسکے صدر مقام کا نام بھی استراخان ہے جو دریائے والگا سے تیس میل اوپر دریا کے ایک جزیرہ پر آباد ہے۔ اس میں دو مشہور چوطی سرائیں ہیں۔ ایک میں تاتاری اترتے ہیں اور دوسری میں ایرانی۔ آبادی ۶۰ ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ شہر تقریباً تین سو برس تاتار خوانین کا مستقر الحکومت رہا ۱۵۵۴ء میں روسیوں نے فتح کیا۔ ۱۵۶۹ء میں ترکوں نے محاصرہ کیا۔ مگر ناکام رہے۔ ۱۶۶۰ء میں اس شہر کو ایرانیوں نے لوٹا۔

قزان[۵] جو مسلمان تاتار خوانین کے ماتحت تھے (۹۶۰ھ) ۱۵۵۲ء میں فتح ہو کر روس کیساتھ شامل کئے گئے۔ دریا ڈان کے کنارے کے قزاق (کاسک) سلطنت روس کے ساتھ متحد ہو گئے۔ اور اون کے ایک سردار یرماق نے زار کیطرف سے سائبیریا پر حملہ آور ہو کر اس وسیع ملک کو بھی سلطنت روس میں شامل کر دیا۔ ایوان کی تخت نشینی کیوقت روس کا رقبہ ۲۷ ہزار جرمن میل مربع تھا۔ اوسکی وفات پر وہ ایک لاکھ ۴۴ ہزار میل مربع ہو گیا۔ مگر مغربی یورپ میں روس ایسا کم معلوم یا اوسکی طرف سے ایسی لاپروائی اور تغافل تھا کہ فلپ شاہ ہسپانیہ اور اوسکی بیوی میری ملکہ انگلستان نے روس کے ساتھ تجارت کرنے والے انگریز سوداگروں کی پہلی باضابطہ کمپنی اور شراکت کو جو سند عطا کی اوس میں درج ہے کہ یہ سند "ملک مذکور کی دریافت پر" عطا کی گئی ہے یعنی روس کو وحشیوں کے ایسے ملک سے مشابہ کیا گیا۔ کہ گویا کہ وہ امریکہ کے لق و دق صحاری اور جنگلات میں واقع ہے اور مہذب بنی نوع انسان اب پہلی مرتبہ اوسمیں قدم دھرنے والا ہے۔ مگر اوس زمانہ میں بھی جو لوگ اوس خام مصالح کو جو زار ماسکو جنگی طاقت کی تیاری و تکمیل کے لئے رکھتا تھا۔ اور نیز اوسکی رعایا کی تعداد کثیر۔ باشندوں کی جفاکشی اور سخت مزاجی۔ اونکا اپنے بادشاہ کی بے اندازہ تابعداری کرنا اور ملک کی قدرتی بناوٹ کو جو حملہ آور کے لئے سخت مشکلات پیدا کرتی ہے غور و فکر سے دیکھتے تھے۔ اونہوں نے اندیشہ ظاہر کر دیا تھا کہ اگر یہ وحشیوں کا دل بادل ایک دفعہ اسلحہ شرربار سے مسلح اور مہذبانہ جنگجوئی کے آداب و قواعد سے واقف ہو گیا تو آزاد ریاستیں مسکوبی حرص و طمع سے بمشکل جانبر ہو سکیں گی +

یورپین مورخ پولنڈ اور بیشمار دیگر ریاستوں کی قسمتوں کے تصفیہ سے سجسمنڈ شاہ پولنڈ کے الفاظ کی صداقت کو نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ تسلیم کر رہے ہیں۔ تین سو برس کا عرصہ ہوا ہے کہ اس دور اندیش عیسائی بادشاہ نے زار کو کل آزاد قوموں کے دشمن ہونیکا خطاب دیکر ایلزبتھ ملکہ انگلستان کو جنگی انجنیر اور سامان حرب روسی زار کو بہم پہنچانے سے روکا تھا۔ انگریز سیاح رچرڈ چانسلر جو روس اور سائبیریا کے شمال سے بحیرہ منجمد شمالی میں سے انگلستان سے ہندوستان کی طرف رستہ تلاش کرنیکے لئے سرہنی لوبائی کے ہمراہ انگلستان سے روانہ ہوا تھا۔ اور نارکپل

---

[۵] قزان یورپین روس کا وسیع صوبہ ہے جو دریا والگا اور کوہ یورال کے درمیان واقع ہے۔ رقبہ ۲۴ ہزار میل مربع اور آبادی ۲۲ لاکھ ہے۔ اس صوبہ پر کئی سو برس تاتار خوانین حکمران رہے۔ صدر مقام کا نام بھی قزان ہے۔ وہ نہایت مضبوط قلعہ بند شہر ہے اور دریا کازانکا پر اس دریا اور دریا والگا کے محل التصاق سے چار میل اوپر شہر نجنی نووو گورڈ سے بجانب شمال مشرقی ۲ سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے قلعہ کی فصیل جسمیں ۱۸ برج ہیں تاتاریوں نے بنائی تھی۔ شہر میں ایک کنیسہ اعظم۔ ۲۵ دوسرے گرجے۔ ۹ راہب خانے اور ۱۰ مسجدیں ہیں۔ اس شہر کو ۱۲۵۷ء میں تاتاریوں نے آباد کیا۔ زار ایوان نے محاصرہ طویل کے بعد ۱۵۵۲ء میں فتح کر کے باشندوں کو تہ تیغ کیا۔ آبادی ایک لاکھ سے اوپر ہے ۱۸۴۲ء میں نصف سے زیادہ شہر جل گیا تھا۔ موجودہ قزان کی آبادی نصف کے قریب روسی ہے اور باقی تاتاری وغیرہ ہیں ۱۲ مؤلف

سے ماسکو جاکر کچھ عرصہ ایوان کے دربار میں حاضر باش رہا تھا اپنے سفرنامہ میں روسی ڈیوک کی فوج کی کثرت اور انکی جفاکشی کا مفصل ذکر کرکے تحریر کرتا ہے کہ "یہ لوگ میدان جنگ میں کسی ترتیب و نظام سے نہیں لڑتے اور جھنڈون میں ہوکر بے تحاشا دوڑے جاتے ہیں لیکن اگر یہ لوگ جنگی تربیت پاجائیں اور فنون حرب سے واقف ہوجائیں تو دنیا کے لئے کیسے سخت خطرہ کا احتمال ہے؛ اگر اس بادشاہ کے ملک میں ایسے آدمی ہوں جو ان لوگوں کو آداب جنگ سکھا سکیں تو اس بادشاہ کی طاقت اوسکی رعایا کی جفاکشی اور تھوڑے خرچ سے اوسکے جنگ کرسکنے کی قابلیت کو مدنظر رکھکر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دو زبردست سے زبردست عیسائی بادشاہ بھی اوس کا مقابلہ نکرسکیں" دوسری جگہ یہی سیاح پھر لکھتا ہے کہ "اگر یہ لوگ اپنی قوت سے واقف ہوجائیں تو کوئی آدمی اون کے سامنے ٹھہرنے کی طاقت نہ رکھے۔ اور نہ اونکے ہمسائے اونسے ایک دن بھی چین سے رہ سکیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ خداوند کریم کی ایسی مرضی نہیں۔ انکی مثال بعینہ گھوڑے جیسی ہے۔ وہ اپنی طاقت نہیں جانتا۔ اور ایک چھوٹا سا بچہ بھی لگام سے اوسپر سواری کرسکتا ہے۔ اگر وہ اپنی قوت سے واقف ہوتا تو کوئی بچہ یا جوان کبھی اوسپر سوار نہ ہوسکے"۔

سلیم کی تخت نشینی کے وقت روسی سلطان کے باجگزار خوانین کریمیا سے سخت جانگداز لڑائیاں لڑرہے تھے مگر بابعالی نے ان میں کوئی مداخلت نہ کی۔ آخر وزیر مُقلی کی ذہانت طبع نے ایسی تجویز کی تکمیل کی کوشش کی۔ جو اگر کامیاب ہوجاتی تو دریائے ڈان اور والگا کے کناروں اور بحیرہ کاسپین کے سواحل پر عثمانیہ طاقت نہایت مضبوطی سے قائم ہوجاتی اور جنوب کیطرف روسی پیش قدمی ہمیشہ کے لئے رک جاتی۔ ایران پر فوجکشی کرتے وقت عثمانیہ افواج کو بالائی آرمینیا اور آذربائیجان کے سنگلاخ چٹانوں اور غیر آباد کوہساروں سے گذرتے ہوئے ہمیشہ سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ سلیم کی تخت نشینی سے کچھ عرصہ بعد ایران سے پھر کچھ تنازعے پیدا ہوگئے تھے جن سے اوسکے ساتھ جنگ ہوجانے کا قوی احتمال ہوگیا تھا محمد مُقلی نے متذکرہ بالا تکالیف سے بچنے کے لئے دریائے ڈان اور والگا کو نہر سے ملادینے کی تجویز کی تاکہ ترکی فوج اور جہاز بحیرہ اسود وغیرہ آذاف سے دریائے ڈان میں داخل ہوکر مجوزہ نہر کے راستے والگا پہنچ جائیں اور اُس دریا کے رستہ بحیرہ کاسپین میں اترکر تبریز اور ایران کے عین مرکز پر حملہ آور ہوں۔ یہ دونوں دریائے ذخار (ڈان اور والگا) یورپی روس میں واقع ہے۔ ڈان شمال مغرب سے اور والگا شمال مشرق سے نکلکر کئی سو میل تک ایک دوسرے کی طرف بہتے ہیں۔ حتی کہ ایک مقام پر اونکا درمیانی فاصلہ صرف تیس میل رہ جاتا ہے۔ وہاں سے وہ پھر ایک دوسرے سے ہٹنا شروع کرکے ڈان شہر آذاف کے قریب بحیرہ آذاف میں جاگرتا ہے۔ اور والگا بحیرہ کاسپین میں۔ کہا جاتا ہے کہ اسکندر اعظم کے قابل ترین جرنیل اور جانشین سیلیوکس نکاٹر نے بھی ان دونوں دریاؤں کو نہر کے ذریعہ ملانے کی تجویز کی تھی۔ اس تجویز کو کئی صدیوں کے بعد اب وزیر محمد نے تازہ کیا۔ اور گو ایران کے ساتھ لڑائی ہونے کا

اندیشہ جلدی ہی دور ہو گیا۔ مگر سلیمان اعظم کا تربیت یافتہ کہن سال مدبر اپنے ارادہ پر قایم رہا۔ وہ بخوبی جانتا تھا۔ کہ اگر یہ نہر تیار ہو گئی تو سلطنت عثمانیہ کیلئے بے اندازہ تجارتی اور پولیٹیکل فواید کا باعث ہوگی۔ آزاف پہلے ہی ترکوں کے قبضہ میں تھا۔ مگر ایسی اہم تجویز کی تکمیل کیلئے استراخان پر بھی قابض ہونا ضروری تھا چنانچہ تین ہزار ینگچری اور بیس ہزار سوار استراخان کے محاصرہ پر روانہ کئے گئے اور تیس ہزار تاتاریوں کی کمکی فوج کو اس فوج سے جا ملنے اور نہر کی تیاری میں مدد دینے کا حکم دیا گیا۔ انکے ساتھ ہی پانچہزار ینگچری اور تین ہزار سنگ باز نہر کے مغربی سرے سے کام شروع کرانے اور مزدوروں کی حفاظت کے لئے آزاف کو بھیجدیئے گئے۔ مگر ایوان مہیب کے جرنیلوں نے اس نازک موقعہ پر اپنے جابر آقا کا حق نمک نہایت قابلیت کے ساتھ ادا کیا۔ استراخان کی روسی قلعہ نشین فوج نے محاصرین پر دھاوا کر کے اونکو نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اور ادھر روسی شہزادہ سربلی نوفنے پندرہ ہزار سپاہیوں کی ایک دوسری روسی فوج آزاف کے قریب ینگچریوں اور مزدوروں پر اچانک حملہ آور ہو کر اونکو تتر بتر کر دیا۔ اور اس موقعہ پر اول مرتبہ روسیوں کو ترکوں سے مال غنیمت ہاتھ آئی۔ ایوان کی فوجوں نے تاتاری لشکر کو بھی جو ترکوں کی مدد کو آرہا تھا شکست فاش دیکر منتشر کر دیا۔ اور عثمانی ان شکستوں اور ہزیمتوں سے شکستہ دل ہو کر پیش نہاد خاطر مہم کو نہیں بلکہ ترکی رعب و اقتدار کو قطعی الوداع کہکر قسطنطنیہ کو واپس ہٹ آئے۔ لیکن ترکوں کی شکستہ دلی کا باعث فقط یہی ہزیمتیں ہی نہیں تھیں بلکہ اونکے تاتاری مسلمان بھائیوں نے بھی جنہوں نے بہت جلد اپنے اس اظہار اخوت اسلامی کا مزہ چکھ لیا۔ ترکوں کو جو شومئی بخت سے یا تن پرور اور آرام پسند ہو جانے کی وجہ سے محمد سُقلی کی تجویز سے پہلے ہی برداشتہ خاطر ہو رہے تھے۔ اور زیادہ دل برداشتہ بنانے میں کچھ کم حصہ نہ لیا اون بیوقوفوں کو خود غرضی نے پٹی پڑھادی کہ اگر ترکوں کا قدم اس علاقہ میں جمگیا تو تم کو آزادی حاصل نہ رہ جائیگی اور تم باجگزاری کی حد سے متنزل ہو کر کامل محکوم بنجاؤگے۔ جس طرح ہو ترکوں کا دل کھٹا کر دو چنانچہ ان کمبختوں نے سادہ لوح عثمانیوں کو اُس علاقہ کے موسمی خطرات عدیدہ سے ڈرانا شروع کر دیا کہ یہاں سردی ایسی سخت پڑتی ہے کہ تمہارا یہاں ایک دن بھی جینا محال ہے گرمایں راتیں یہاں صرف تین گھنٹوں کی ہوتی ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ عشاء کی نمازیں خواہ کیسی سویرے پڑھو مغرب کی نماز اور اوس میں کم از کم دو گھنٹوں کا وقفہ ضروری ہے۔ اور فجر کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنی فرض ہے۔ اب بتاؤ۔ کب سوگے اور کب نمازیں ادا کروگے۔ یا نیند چھوڑو یا نماز ترک کرو۔ ترک اونکے فریب میں آگئے۔ اور اونکو اتنا ہوش بھی نہ رہا۔ کہ ان مکاروں سے ہی پوچھیں کہ اگر یہ کیفیت ہے تو تم گرمایں کیا کیا کرتے ہو۔ لیکن اگر اونکو فتوحات جدیدہ کی اُمنگ نہ سہی ملک و قوم کی عزت و نیکنامی کا ہی پاس ہوتا تو پوچھنا کس کا وہ ایسی باتیں سننا ہی کب گوارا کرتے وہ سب کو خیرباد کہہ چکے تھے اور محض بہانہ ڈھونڈھ رہے تھے تاتاریوں کی یہ باتیں سنتے ہی گھروں کو واپس آنے کیلئے خوشی خوشی جہازوں پر سوار ہو گئے

لیکن ان بزدلوں کو جلد ثابت ہوگیا کہ موت سے کوئی مفر نہیں ہے۔ سمندر میں طوفان نے بیڑہ کو گھیر لیا۔ کئی جہاز تباہ ہو گئے۔ اور کُل فوج میں سے صرف سات ہزار قسطنطنیہ واپس پہنچے۔ افسوس وزیر محمد صقلی جیسا مستقل مزاج اور عافیت اندیش مدبر بھی فقط ایک دفعہ ہی کی ناکامی سے ایسے مفید اور ضروری کام کی سرانجام دہی سے باز آگیا اور پھر اوس نے اس طرف بھولے سے بھی توجہ نہ کی۔ حالانکہ دنیا میں ایسے بہت ہی کم خوش نصیب ہیں جو ایک ہی کوشش میں کامیاب ہو جائیں۔ ورنہ بالعموم ابتدائی ناکام کوششیں آخرکار فتح و کامیابی کے لئے زینوں کا کام دیا کرتی ہیں کہ اون سے تجربہ حاصل کر کے حصول مدعا کے لئے پوری تیاری کیجائے۔ مؤرخین نے کوئی وجہ نہیں لکھی کہ وزیر موصوف نے اس ارادہ کو پھر کیوں ترک کر دیا۔ مگر اوسکی مسلمہ لیاقت اور قومی جانثاری ہمیں یہ قیاس کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ اوس نے کسی اشد مجبوری ہی کی وجہ سے اپنے ارادہ کو ترک کیا ہو گا۔

روسی ابھی ایسے مضبوط نہ تھے کہ وہ ترکوں کی فوجکشی کا ترکی بہ ترکی جواب دیکر خود ان کے علاقوں پر حملہ آور ہو جاتے انہوں نے استراخان اور قازان کی تاتاری ریاستوں کو جنگ فتح کر لیا تھا۔ مگر کریمیا کے تاتاری اپنے شہنشاہ سلطان روم کی مدد کے بغیر بھی ابھی اونکا مقابلہ کرنیکے لئے کافی مضبوط تھے چنانچہ متذکرہ بالا ترکی مہم کو ابھی صرف دو برس ہی ہوئے تھے کہ خان کریمیا نے زار ماسکو کے علاقہ پر حملہ کر کے ۱۵۷۱ء میں ماسکو کو بزور شمشیر فتح کر لیا اور شہر کو جی بھر کر تاخت و تاراج کیا۔ اس واقعہ سے ایک برس پہلے ۱۵۷۰ء میں زار ایوان نے ایک سفیر مسمی نوسولٹیوف قسطنطنیہ بھیجکر استراخان پر ترکی فوجکشی کی شکایت اور آیندہ کے لئے دونوں سلطنتوں میں صُلح اور دوستی و اتحاد رہنے کی تجویز پیش کی تھی۔ نوسولٹیوف نے وزراء سے گفتگو کرتے وقت اس بات پر بڑا زور دیا کہ میرا آقا و ولی نعمت (زار) اپنے علاقہ کے مسلمانوں سے نہایت نرمی اور بے تعصبی کے ساتھ پیش آتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مذہب اسلام کا دشمن نہیں ہے۔ باب عالی روسی سفیر کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آیا۔ اور اس واقعہ کے بعد تقریباً ایک سو برس تک ترکوں اور روسیوں میں پھر کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ سلطان نے اپنا جلال دکھاتے اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ روس کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔ نوسولٹیوف سے حسب دستور اوسکے آقا کی صحت مزاج اور خیریت نہ پوچھی اور نہ اوسکو شرف باریابی بخشنے سے پہلے سلطانی محل میں کھانا تناول کرنے کی دعوت کی گئی۔ جیسے کہ عموماً سفراء کو کی جاتی تھی۔

ڈان اور والگا کی نہر کی تیاری کی تو کوشش بھی کی گئی۔ مگر نہر سویز[۵] کی تجویز کو یہ بات بھی نصیب نہ ہوئی۔ پہلے یہ تجویز صوبہ یمن کی بغاوت کی وجہ سے ملتوی ہو گئی۔ اور جب وہ بغاوت فرو ہو گئی تو سلیم نے قبرس پر چڑھائی

[۵] موجودہ نہر سویز فرانسیسی انجنیئر ایم ڈی لیسپ کی ہمت و کوشش سے ۱۸۶۹ء میں جاری ہوئی۔ خاکنائے سویز کی زمین ریگستانی ہے۔ اور بعض جگہ دلدلیں بھی ہیں نہر کے رستہ میں کئی جھیلیں بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ولادت مسیح سے پانسو برس پہلے

کردی۔ اور اس طرح یہ تجویز قطعاً کھٹائی میں پڑ گئی۔ بعض کا خیال ہے کہ ترک نہر بنانا پسند ہی نہیں کرتے تھے
انکو اندیشہ تھا کہ اسکے تیار ہو جانیسے کفاروں کے بیڑوں کے لئے حجاز کا راستہ کھل جائیگا۔ مگر یہ خیال غلط ہے
اسوقت ترکی بحری طاقت ایسی زبردست تھی کہ وہ کل عیسائی طاقتوں کے متفقہ بیڑوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں
سمجھتے تھے۔ خیر وجہ الٹو اکچھ ہو۔ اس نہر کی تیاری کے متعلق ناموری کا سہرا فرانسیسی انجینیر ایم ڈی لیسپ کیلئے مقدر
تھا اور اسکو ملگیا۔ اور گو وسطی امریکہ کی نہر پناما کی ناکامی اور اس کی تیاری کے متعلق زر خطیر کے تغلب سے
اس بوڑھے فرانسیسی کو آخری عمر میں بہت لذت اٹھانی پڑی۔ اور اوسکی سابقہ نیکنامی خاک میں ملگئی
مگر پھر بھی جبتک نہر سویز قایم رہیگی اوس کا نام لوح زمانہ پر ثبت رہیگا۔

عربوں کی جبلی آزاد پسندی کون نہیں جانتا۔ اون کو اسلامی طاقت کی محکومی بھی ناگوار ہے۔ جیسا
کہ یمن میں اب تک متواتر بغاوتیں ہوتے رہنے سے دگو جنگے برپا کرانے میں اب عیسائی ہمسائیوں کو بھی
بہت کچھ دخل ہے) صاف ظاہر ہو رہا ہے اس صوبہ میں سلیمان اعظم کے وقت بھی کامل امن قایم نہیں
ہو سکا تھا جب سلیم تخت پر بیٹھا تو قبیلہ بنی عمر کے سردار اولیان ا نے علانیہ علم بغاوت برپا کر دیا۔
اوسے ایرانیوں سے مدد کی بڑی امید تھی۔ جس کے پورا نہ ہونے پر وہ جلد مغلوب ہو گیا۔ لیکن ملک سے
شورش کی ابھی بیخکنی نہ ہو سکی۔ قبیلہ سادات کے سردار مساہر نے صنعا۔ طاس۔ عدن اور کئی دیگر مقامات
پر قبضہ کر کے خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کے القاب اختیار کر لئے۔ اوس کی سرکوبی کے لئے
سلیم کے بدطینت اتالیق لالہ مصطفےٰ کے زیر کمان ترکی فوج روانہ کی گئی۔ محمد صقلی نے اس شخص
کو سلطان کی نظروں سے گرانے کے لئے یمن کی فوج کا عسکر بنا کر بھیجا تھا۔ کہ شکست
کھانے پر وہ ذلیل ہو جائیگا۔ وزیر کی کارستانیوں۔ اور صنعان پاشا گورنر مصر کے رشک وحسد کی وجہ
سے مصطفےٰ مہم سے ناکام لوٹا۔ مگر یہ شکست اوسے سلطان کی نظروں سے نہ گرا سکی ۱۵۶۹ء میں عثمان پاشا
یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا اوس نے طاس اور قاہر یحیہ کو فتح کر لیا۔ دوسری طرف صنعان نے عدن وصنعا
کو فتح کر کے کل صوبہ پر پھر عثمانی تسلط قایم کر دیا۔ البتہ قلعہ کیوقبان نو مہینوں تک فتح نہ ہو سکا۔ مگر آخر کار
۱۵۷۰ء میں امام مساہر نے سر اطاعت خم کر کے بابعالی کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹:۔ بھی یہ نہر جبراً کھودی گئی تھی۔ جو آخر کار ریت سے بھر گئی۔ جسکو مسلمان فاتحان مصر نے
حضرت عمرؓ کے وقت صاف کر کے پھر نہر کو جاری کر دیا تھا۔ مگر اسکی تحقیق نہیں ہوئی۔ نپولین بوناپارٹ نے بھی نہر تیار
کرنی چاہی تھی۔ مگر اوسکے انجینیروں کو دھوکہ ہو گیا کہ بحیرہ روم کے پانی کی سطح بحیرۂ قلزم کی سطح سے بلند ہے۔ اور اس لئے نہر
جاری نہیں رہ سکتی۔ حالانکہ سویز کے دونوں ساحل سطح آب سے سات فیٹ بلند ہیں۔ مشرف۔ ۱؎ یہ ترکی نام ہو اصل [illegible]

یمن میں امن قائم ہونے کے بعد فتح قبرص کی تیاریاں کی گئیں۔ سلیم جس زمانہ میں صوبہ کتاہیا کا گورنر تھا اس نے اوسی وقت سے اس جزیرہ کو ریاست وینس سے فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں پرتگال کا ایک یہودی یوسف نسی نام جو پادریوں کے جور و ظلم سے ٹرکی بھاگ آیا تھا سلیم کا یار غار تھا اوس نے قبرص کی انگوری شراب کی تعریفیں کر کے شہزادہ کو اوس کی فتح پر راسخ العزم کر دیا۔ جس نے تخت پر بیٹھتے ہی جزیرہ کو فتح کر کے یوسف کو اوس کا بادشاہ بنانے کا وعدہ کیا۔ ریاست وینس اور ٹرکی میں اوس وقت صلح تھی۔ مگر سلیم نے شیخ الاسلام ابو سعود سے عہد نامہ صلح کے صریح برخلاف قبرص پر فوجکشی کی اجازت لے لی۔ مفتی نے فتوے میں لکھا کہ قبرص ایک وقت مسلمانوں کے قبضہ میں رہ چکا ہے۔ اور امیر المومنین ایسے ملک کو جو کسی وقت اسلامی علاقہ رہ چکا ہو۔ کفار سے دوبارا فتح کرنے کے لئے عہد شکنی کر سکتا ہے۔ مفتی صاحب کا یہ فتوے جہاں تک دوبارا فتح کرنے کا تعلق ہے خواہ کہاں تک درست ہو۔ مگر اسلامی شریعت معاہدہ شکنی میں ابتدا کرنے کی کسی صورت میں اجازت نہیں دیتی۔ وزیر اعظم صقلی اس مہم کے سخت برخلاف تھا۔ وہ سلطان پر زور ڈالتا تھا کہ ہسپانیہ کے مظلوم و ستم کشیدہ مسلمانوں کو جو کئی دفعہ بعجز و الحاح دستگیری کی استدعا کر چکے ہیں۔ ہسپانیوں کے جور و ظلم سے بچانے کے لئے اون ظالموں پر فوجکشی کی جائے۔ مگر یہودی بادہ نوش۔ لالہ مصطفےٰ اور صنعان پاشا کی صلاح و مشوروں اور خود سلیم کی ذاتی خواہش اور میلان کے سامنے اوس کی پر زور درخواستوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ لالہ مصطفےٰ کو ایک لاکھ فوج دیکر قبرص کو روانہ کر دیا گیا۔ اور پیالی پاشا نے ۱۳۶ جنگی اور ایک سو بار برداری کے جہازوں سے بحری محاصرہ کر لیا۔ ریاست وینس میں لڑائی کی سکت باقی نہیں تھی۔ اونکا بڑا کارخانہ حال ہی میں غالباً یوسف نسی کے کارندوں کی شرارت سے جل چکا تھا۔ یکم جولائی ۱۵۷۰ء کو ترکی بیڑہ قبرص کے قصبہ لماسول کے سامنے لنگر زن ہوا۔ وینشی گورنر نے ترکی فوج کے خشکی پر اترنے کی کوئی مزاحمت نہ کی۔ ترکوں نے بلا مزاحمت نقداری پر قابض ہو کر نکوسیا (صدر مقام قبرص) کا محاصرہ شروع کر دیا۔ شہر کی فصیل اور خندقیں بالکل نئی تھیں اور دس ہزار فوج بھی اوس میں موجود تھی۔ مگر گورنر کی نالائقی سے شہر مذکور ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد جس کے اثنا میں تین حملے کئے گئے ۹ ستمبر کو بزور شمشیر فتح ہو گیا۔ اور آٹھ گھنٹہ تک قتل عام ہوتا رہا۔ جس میں بیس ہزار جانیں ضائع ہوئیں اور دو ہزار اسیر کر کے جہازوں کو بھیجے گئے۔ مگر ایک اسیر عورت نے جہاز کو آگ لگا دی اور تقریباً سب کے سب آگ سے یا سمندر میں فنا ہو گئے۔ اس کے بعد دوسرے شہر بھی بسرعت تمام یکے بعد دیگرے فتح کر لئے گئے۔ ایک قصبہ فاماگوسٹا نے جان توڑ مقابلہ کیا جس کا محاصرہ

دوسرے سال پر ملتوی کر دیا گیا - اور سر عسکر نے موسم سرما اوس کی دیواروں کے نیچے بسر کیا - ۱۲ اپریل ۱۵۷۱ء کو محاصرہ کی کارروائی شروع ہوئی - شہر کے گرد وسیع خندق کھودی گئی - اور اوس کے پیچھے فصیل پر گولہ باری کرنے کے لئے دس باتریاں نصب کی گئیں - گورنر قلعہ مارک انٹونیو براگاڈینو نے جسکے پاس صرف سات ہزار سپاہی تھے اڑھائی مہینوں تک مقابلہ کیا - جب رسد اور سامان حرب ختم ہو گیا تو اوس نے صلح کی درخواست کی - ۴ اگست ۱۵۷۱ء کو اس شرط پر قلعہ سپرد کرنا منظور ہوا کہ محصورین کو پانچ توپوں اور پندرہ گھوڑوں کے سمیت جزیرہ سے چلا جانے دیا جائے - اور ترکی جہاز اون کو کریٹ پہنچا آئیں - اس شرط کی ایک جزو کی تکمیل ہو چکی تھی کہ نہایت بے ایمانی سے اوسکی خلاف ورزی کی گئی - ترکی کمانڈر نے براگاڈینو سے ایک وینشی امیر طلب کیا اُس نے انکار کر دیا - اسپر اوس کو بمعہ ہمراہیوں کے پابجولان مقید کر دیا گیا - جو عیسائی جہاز پر سوار ہو چکے تھے مال و متاع لوٹ کر اون کو بھی قتل یا اسیر کر لیا گیا - بارہ دنوں کے بعد براگاڈینو کو قید خانہ سے نکال کر جہاز کے تختہ سے سمندر میں لٹکا دیا گیا - اور اوسکو کئی دفعہ پانی میں غوطے دیئے گئے - بعد ازاں مورچوں پر اوس سے مٹی ڈھلائی گئی - پھر کاٹھ لگا دی گئی - اور آخر کار زندہ کی کھال کھینچکر گوشت جانوروں کو کھلا دیا گیا اور پوست میں گھاس بھر کر ہر ایک شہر و قصبہ میں تشہیر کرنے کے بعد اوس کے جسم کو بمعہ سر قسطنطنیہ بھیجدیا گیا - لالہ مصطفےٰ ایسے سیہ باطن شخص سے ان وحشیانہ حرکات کا سرزد ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں - مگر وہ عذر پیش کرتا ہے کہ صلح کے بعد جب براگاڈینو ملنے کو آیا تو اوس نے میری ذاتی تحقیر کی اور دوران محاصرہ میں ترکی اسیران جنگ کو اور اُس سے پہلے بیشمار مسلمان حاجیوں کو اوس نے قتل کرایا تھا - یہ الزام درست بھی ہوں تو پھر بھی مصطفےٰ عہد شکنی کا شرعاً و اخلاقاً مجاز نہیں تھا - اور کوئی مسلمان اوس کی اس بزدلانہ حرکت کو پسند نہیں کریگا - البتہ جرمن مورخ وان ہیمر یہ عذر لنگ پیش کرتا ہے کہ "اُس زمانہ میں کُل دنیا ہی کا یہی رنگ تھا - ہلیم عصر کون کا تھا؟ چارلس نہم اور ایوان ظالم کا! براگاڈینو کے قتل کے وقت سینٹ بارتھولومیو کے قتل عام کو (دیکھو صفحہ ۹۰) ایک برس بھی تو نہیں ہوا تھا اور وینشین گورنر کے قتل سے بعد ایک برس بھی نہیں گذرا تھا کہ قلعہ وٹم سٹین (واقعہ فن لینڈ) کے فتح ہونے پر روسیوں نے کل محصورین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اون کے کمانیر کو برچھی سے چھید کر زندہ آگ پر بھون ڈالا تھا - جب فرانس اور فن لینڈ میں یہ واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہوں تو ایک نوعمر شہزادہ کے عہد حکومت میں جو اپنے بھائی کا قاتل ہو اور جو شریعت محمدیہ کے صریح برخلاف علانیہ بادہ خوار ہو اور کوئی برائی ایسی نہ ہو جو اوس میں نہ پائی جاتی ہو - ترکی میں جن واقعات کے ظہور پذیر ہونیکی

توقع ہو سکتی ہے وہ معاف ظاہر ہیں۔" کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر الزامی جوابوں سے صفائی ہو سکتی ہو اور ایک قوم کے جرائم سے دوسرے قوم کے جرائم بھی قابل درگذر سمجھے جا سکتے ہوں تو ان ہیر کی پیش کردہ نظیروں پر میں ہسپانویوں کی شقاوت اور ناگفتنی مظالم و سیہ کاریوں کی ایک اور نظیر ایزاد کر سکتا ہوں جو انہوں نے زیر کمان ڈان فرڈیننڈ آف ٹولیڈو سنہ ۱۵۷۲ء میں عہدنامہ حوالگی قلعہ کی شرائط کے صریح برخلاف بمقام نارڈن (ہالنڈ کا بندرگاہ) کئے تھے۔ مگر قوموں کے گذشتہ مظالم کی باہمی نسبت و مقدار پر تفصیلی بحث کرنا فضول اور سخت کراہیت انگیز ہے۔ ایسے افعال نہ فقط بنی نوع انسان کی خاص خاص قوموں کے لئے موجب ننگ و عار ہیں۔ بلکہ وہ بالعموم خود انسانی فطرت کی پردہ دری کرتے ہیں۔"

فتح قبرس صریح خلاف ورزی معاہدہ اور ترکی بنادر و اسلحہ خانجات اور کارخانوں میں سر توڑ عظیم الشان تیاریاں ہونے سے نہ صرف وینس بلکہ بحیرہ روم کے تمام عیسوی سواحل پر ہلچل مچ گئی۔ پوپ پائیس پنجم عیسائی سلطنتوں کا بحری اتحاد جس کے سرکردہ رکن ہسپانوی۔ وینیسی۔ اور نائٹس مالٹا تھے قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس متفقہ بحری فوج کی امارت چارلس پنجم کے ولد الحرام بیٹے ڈان جان آف آسٹریا کے سپرد کی گئی۔ جو اپنے زمانہ کے ممتاز ترین سپہ سالاروں میں شمار ہوتا تھا۔ فرانس نے عملی طور پر کوئی حصہ نہ لیا۔ وہ صرف دعا کرنے پر رہا۔ ستمبر سنہ ۱۵۷۱ء کے ختم ہونے سے پہلے ۸۱ ہسپانوی۔ چھ مالٹی۔ اور تین جنگی جہاز ریاست سیوائے (اٹلی کی ریاست) کے ڈان جان کے زیر کمان۔ ۱۲ جہاز پوپ کے مارک کولونا کے زیر کمان اور ۱۰۸ معمولی اور چھ گرانڈیل جنگی جہاز ریاست وینس کے سباسٹیان وینیئرو کے ماتحت سسلی کے بندرگاہ میسینا میں جمع ہو گئے۔ متحدہ ریاستوں نے ان جہازوں کے لئے قابل ترین ملاح اور بحری سپاہی منتخب کئے تھے۔

قبرس میں لڑائی شروع ہوتے ہی صوبہ ڈلیشیا میں بھی لڑائی چھڑ گئی تھی۔ وینس والوں نے مقام سبوٹو (واقع البانیا) اچانک حملہ آور ہو کر فتح کر لیا۔ اور کپتان پاشا نے کریٹ۔ سیریگو۔ زانٹی۔ سیفالونیا۔ نوار نیو کو تاخت و تاراج کر کے ڈلسگنو اور انٹی واری (واقع مانٹی نیگرو برساحل بحیرہ اڈریاٹک) پر قبضہ کر لیا۔ لڑائی کے شروع میں ریاست وینس نے وزیر کی امداد سے، جو صلح کا خواہاں تھا صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کرنے کی کئی دفعہ کوشش کی۔ مگر کریٹ کی لوٹ مار کی خبر پہنچنے پر سلسلہ گفتگوئے مصالحت بند کر دیا گیا اور عیسائیان قبرس کا عوض لینے کے لئے متذکرہ بالا زبردست اتحاد قائم کیا گیا۔ اس اطلاع سے بالعالی نے کسی قدر مشوش ہو کر فرانسیسی سفیر کی معرفت جو پیرس کو

واپس گیا تھا فرانس کو باہمی صلح کرا دینے کے لئے لکھا۔ شاہ فرانس نے آقس کے بشپ فرنکس
ڈی نوئیز کو سفیر قسطنطنیہ مقرر کر کے بیچ بچاؤ کرا دینے پر مامور کیا۔ بشپ مذکور وینس کے رستہ
آیا اور جب وہ صلح کرانے کی سفارت میں کامیاب نہ ہوا تو یہ ایما نذار سفیر قسطنطنیہ آنے سے پہلے
کچھ عرصہ ریاست وینس کو جنگی تیاریوں میں مدد دینے میں مصروف رہا۔ عیسائی بیڑہ مسینا سے کارفو
وہاں سے سفالونیا اور اوس جزیرہ سے مجمع الجزائر کی طرف بڑھا۔ ترکی بیڑہ جس میں تین سو جہاز تھے
کپتان پاشا موذن زادہ علی کے زیر کمان خلیج کارنتھ یا لیپانٹو میں لنگر زن تھا۔ نامور اولوج علی الجیریا
کا بیلر بے۔ جعفر پاشا طرابلس کا بیلر بے حسن پاشا فرزند خیر الدین اور بحری سنجقوں کے پندرہ اور
بے کپتان پاشا کے ماتحت تھے۔ ہر ایک بحری سنجق کا بے امیر البحر کہلاتا تھا۔ اور اوسکو اپنا علم اپنے
جہاز پر بلند کرنے کا اختیار ہوتا تھا۔ بیڑہ کی بری فوج پرتو پاشا کے ماتحت تھی۔ اولوج علی اور پرتو پاشا
نے کپتان پاشا کی خدمت میں عرض کیا کہ جلدی کی وجہ سے بیڑہ بخوبی تیار نہیں ہو سکا۔ کامل تیاری
تک عام حملہ کو ملتوی رکھا جائے۔ مگر شجاعت و تہور موذن زادہ کی حزم و دور اندیشی پر غالب آ گئے
جس کا نتیجہ اوسکے بیڑہ کی کامل تباہی ہوا۔

۷ راکتوبر ۱۵۷۱ء کو دوپہر سے کچھ عرصہ پہلے عیسوی بیڑہ خلیج کے دہانہ پر نمودار ہوا۔ ترکی بیڑہ بھی
خلیج سے باہر آ گیا اور اوس کی صف آرائی اسطرح سے کیگئی۔ یسار کا دستہ اولوج علی کے ماتحت کیا
گیا۔ یمین پر محمد شاہ اقتہ گورنر نیگرو پانٹ مامور ہوا۔ اور کپتان پاشا بمعہ پرتو پاشا قلب میں رہا۔ دوسری
طرف جب عیسائی بھی صف آرائی کر چکے تو ڈان جان اپنا اور دو اور امیروں کے جہاز لیکر قلب سے
آگے بڑھا۔ کپتان پاشا نے عیسائیوں کے تینوں جہازوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے جہاز کو
بمعہ پرتو پاشا اور اپنے خزانچی کے دونوں جہازوں کے آگے بڑھایا۔ اور اعلان جنگ کرنے کے
لئے ترکی سپہ سالار کے جہاز سے گولہ چلایا گیا۔ جس کا جواب ڈان جان نے ایک گران وزن گولہ
سے دیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ گھمسان کی لڑائی عیسوی بیڑہ کے قلب میں ڈان جان کے جہاز کے
گرد ہوئی۔ کپتان پاشا نے عیسائی سپہ سالار کے جہاز پر حملہ کیا۔ اور ایک گھنٹہ تک دست بدست لڑائی
ہوتی رہی۔ اس کے بعد عثمانلی سپہ سالار ایک گولہ کی ضرب سے شہید ہو گیا۔ ہسپانوی حملہ کر کے جہاز میں کود
پڑے اور کپتان پاشا کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کر دیا۔ اوسے دیکھکر ترکوں کے حوصلے پست ہو گئے۔
اور میدان عیسائیوں کے ہاتھ رہا جنھوں نے ایک سو تیس ترکی جہاز گرفتار کر لئے اور ۹۴ جلا دیئے
عیسائیوں کو ۳۶۰ توپیں بھی غنیمت میں ملیں۔ اور ۱۵ ہزار عیسائی غلام ترکی قید سے چھڑائے گئے

ترکی بیڑہ میں سے صرف چالیس جہاز اولوج علی کی حسن تدبیر سے سلامت بچے۔ تیس ہزار ترک اس جانگداز معرکہ میں کام آئے۔

عیسائیوں کے صرف پندرہ جہاز اور آٹھ ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ اور معدودے چند ترکوں نے اسیر کئے۔ اس لڑائی میں عیسائیوں کے کئی نامور شہزادے اور سربرآوردہ لوگ قتل اور زخمی ہوئے ہسپانیہ کا مشہور مصنف سروینٹیز بھی جس کی کتاب ڈان کوئکسوٹ کی کل دنیا میں دھوم ہے اس معرکہ میں شریک تھا۔ اُسے بندوق کی گولی سے دو جگہ زخم لگے جن میں سے ایک نے اوس کے ہاتھ کو ہمیشہ کے لئے لنجا کر دیا۔ معرکہ لیپانٹو کا دن جیسا عیسائیوں کے لئے نہائیت مبارک تھا ویسا ہی ترکوں کے لئے نہایت نحس ثابت ہوا۔ اس لڑائی سے اب پہلی مرتبہ عیسائیوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر اون میں اتفاق ہو تو وہ ترکوں کو پامال کر سکتے ہیں۔ اور یہ وہم بالکل غلط تھا کہ سمندر میں ترکوں پر فتح پانا ناممکن ہے۔ دوسری طرف ترک اپنی سلطنت کے زوال کی ابتدا اسی لڑائی کی تاریخ سے جس میں اونکا تمام عالیشان بیڑہ جو سلیمان اعظم اور سلیم اوّل کی پچاس سالہ محنت سے تیار ہوا تھا ضائع ہوا شمار کرتے ہیں۔

یورپین مورخ بونلڈ لکھتا ہے۔ "جنگ لیپانٹو میں ترکوں کے صرف جہازوں اور آدمیوں کا ہی نقصان نہیں ہوا جس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ اون کا وہ اقتدار اور رعب اُٹھ گیا۔ جو فاتح اقوام کی اصلی طاقت ہوتا ہے اور یہ طاقت ایسی ہے کہ وہ صرف ایک دفعہ حاصل ہوتی ہے اور جب زائل ہو جائے تو پھر دوبارہ نہیں ملتی"۔ سلیم جیسے ست الوجود سلطان کو بھی اس شکست کا ایسا صدمہ پہنچا کہ اُس نے تین دن تک آب و دانہ نہ چکھا۔ مگر خوشی کا مقام ہے کہ عیسائیوں نے بھی اس عظیم الشان فتح سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ لڑائی کے بعد تین ہفتے مال غنیمت کی تقسیم میں جس کے دوران میں اون کے باہم جوتی پیزار ہو جانے میں بھی تھوڑی ہی سی کسر رہ گئی تھی صرف کرنے کے بعد عیسائی بیڑے اپنے اپنے بندرگاہوں کو واپس ہو گئے۔ جہاں رعایا نے بڑی دھوم دھام سے اون کی آؤ بھگت کی۔ اور اہل جہاز گھروں کو رخصت کر دیئے گئے۔ ادھر ترکوں کی عرق حمیت اس شکست سے ایسی مشتعل ہو گئی تھی کہ جب چند دنوں میں تشویش و پریشانی ختم ہو گئی تو وہ بحری کمی کو پورا کرنے کے لئے نئے جہازوں کی تیاری میں بڑی سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔

اولوج علی نے اون چالیس جہازوں کے علاوہ جو وہ لڑائی سے بچا لایا تھا جمع الجزائر کے مختلف بنادر سے تمام متفرق ترکی جہاز جمع کر لئے اور اس طرح دسمبر کے اخیر تک ۸۷ جنگی جہازوں کا بیڑہ

مکمل کر کے بڑے فخر اور طمطراق کے ساتھ قسطنطنیہ کے بندرگاہ میں داخل ہُوا۔ سلطان نے اس سرگرمی کے صلہ میں اوس کو کپتان پاشا کے عہدہ پر مامور کر کے اولوج کی جگہ کلیچ (یعنی شمشیر) کا خطاب عطا کیا۔ فاتح جربہ پیالی پاشا بھی ابھی زندہ تھا۔ ان دونوں اور وزیر سقلی کی شب و روز کی محنت و مستعدی سے جاڑے کے گذرنے سے پہلے ایک مکمل نیا بیڑہ تیار ہو کر سمندر میں ڈال دیا گیا۔ اوس شکست عظیم نے ترکوں کی کمزوری ظاہر کرنے کی بجائے ٹرکی کے وسائل و طاقت کی وسعت و عظیم الشانی کل دنیا پر الم نشرح کر دی۔ ریاست وینس کا سفیر باوجود جنگ ہونے کے قسطنطنیہ میں ہی رہا تھا۔ سفیر مذکور مسمی باربرو موسم سرما میں جب صُلح کے متعلق وزیر کے خیالات معلوم کرنے کے لئے اوس کے پاس گیا تو محمد سقلی نے کہا "تم گیا یہ تم دیکھنے آئے ہو کہ ہم کس حوصلہ و استقلال سے اس نقصان کو برداشت کرتے ہیں؟ تم کو خیال ہے کہ تمہارا نقصان ہم سے زیادہ ہُوا ہے۔ فتح قبرس سے ہم نے تمہارا بازو کاٹ دیا ہے۔ اور ہمارے بیڑہ کو تباہ کرنے میں تم نے صرف ہماری ڈاڑھی مونڈ دی ہے۔ مقطوع بازو پھر پیدا نہیں ہوگا۔ مگر تراشیدہ ریش پہلے سے زیادہ گھنی نکلے گی"۔ عیسائی تو فتح کی خوشیاں مناتے اور اوس کی یادگار میں گرجے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔ اور ترک ڈاک (جہاز بنانے کے حوض) اور بحری گودام تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ شاہی محلسرائے کے باغات میں سے وسیع قطعے کاٹ کر اون میں بھی بحری کارخانے بنا دیئے گئے۔ اس مستعدی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک ہی موسم سرما میں ١٥٠ نئے جنگی جہاز تیار ہو گئے۔ جن میں آٹھ نہائیت ہی گرانڈیل اور وسیع الجسامت تھے۔ اس قدر کثیر التعداد نئے جہازوں کو دیکھکر ایک مرتبہ اولوج علی نے متحیر ہو کر وزیر سے کہا کہ اتنے جہازوں کے لئے یکبارگی بادبانوں اور لنگروں کا بھی مہیا ہونا ناممکن ہے۔ محمد سقلی نے جواب دیا "معزز پاشا ہماری ہائی کی حشمت و دولت اور طاقت اس قدر بے اندازہ ہے کہ اگر تم چاہو تو وہ ان جہازوں کے لئے ریشمی رسے اور مخملی بادبان مہیا کر سکتا ہے"۔ الغرض اولوج علی جون ١٥٧٢ء میں سمندر پر عثمانی اقتدار کو پھر دوبارا قائم کرنے اور تسلیم کرانے کے لئے ٢٥٠ جہازوں کا بیڑہ لیکر قسطنطنیہ سے روانہ ہُوا۔ متحدہ عیسائی طاقتوں نے بھی لمبے چوڑے توقفوں کے بعد اپنے بیڑے جمع کر لئے جو شمار میں ترکی بیڑہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ مگر عیسائی کمانڈروں کی باہمی نزاع نے کل کھیل بگاڑ دیا۔ دونوں بیڑوں میں دو سرسری لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن عیسائی اولوج علی کو یونان کے مغربی سواحل سے باہر نہ نکال سکے اور نہ ہی عیسائی فوج ڈیوک آف پارما کے زیر کمان ترکی قصبہ مودون کا محاصرہ کر کے جسکو فتح کرنا عیسائیوں نے اپنا اہم مدعا قرار دیا تھا چنانچہ یہ ظاہر ہو گیا کہ گو عیسائی

طاقتیں متحد ہو کر ترکوں سے ایک آدھ لڑائی میں فتح پا سکتی ہیں۔ مگر ایک طویل معرکہ کارزار یعنی جنگ[۱۵] میں ترک ابھی اون سے زبردست ہیں۔ سنہ ۱۵۷۳ء میں ریاست وینس نے جس کے ساتھ صوبہ ڈلمیشیا میں بری جنگ بھی برابر ہو رہا تھا اور جس کی ہسپانیہ سے کچھ بگڑ بھی گئی تھی صُلح کی التجا کی۔ فرانسیسی سفیر ایماندار بشپ نے بھی جو شکست لیپانٹو کے بعد جلدی ہی وینس سے اسلامبول پہنچ گیا تھا۔ اور کئی پادریوں اور عام عیسائی رعایا کو جنہیں ترکی رعایا اور گورنمنٹ برافروختہ ہو کر قتل کرنیوالی تھی بچانے کا باعث ہوا تھا وینس کی شفاعت کی۔ اور آخرکار ۷ مارچ سنہ ۱۵۷۳ء کو فریقین میں اس شرط پر صُلح ہو گئی کہ نہ فقط قبرس ہی ترکوں کے پاس رہے بلکہ وینس تین لاکھ ڈیوکٹ بطور تاوان جنگ ادا کرے علاوہ بریں جو سالانہ خراج یہ ریاست دیا کرتی تھی۔ اوسکی مقدار بھی بڑھا دی گئی۔ یہ شرائط سُنکر یورپ حیران رہ گیا اور بے تحاشا ہر ایک عیسائی کے مُنہ سے یہ کلمات نکل گئے کہ اس حساب لیپانٹو کی لڑائی عیسائیوں نے نہیں جیتی تھی بلکہ ترکوں نے +

فتح ٹیونس

مہم قبرس کے وقت عثمانیوں نے ٹیونس کو پھر فتح کر کے اُس عرب فرمانروا کو جسے ہسپانویوں نے مدد دیکر دوبارہ تاج و تخت دلا دیا تھا نکال دیا اور کل ممالک پر تسلط کر لیا۔ صرف قلعہ غولطہ جو شہر ٹیونس کا قلعہ ہے ہسپانویوں کے قبضہ میں رہ گیا۔ ڈان جان آف آسٹریا ٹیونس کو مکرر فتح کرنے کے لئے ہسپانوی بیڑہ لیکر ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۵۷۳ء کو صقلیہ سے روانہ ہوا۔ اوس کی آمد پر ترکوں نے شہر ٹیونس خالی کر دیا۔ اور اُس نے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو کر عرب حاکم کو پھر تخت نشین کرا دیا۔ شہر کی حفاظت کے لئے جدید قلعے تیار کئے۔ اور عرب سلطان کی حفاظت کے لئے ہسپانوی فوج کا زبردست دستہ وہاں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ مگر یہ فتح عارضی تھی اوس کی واپسی سے اٹھارہ مہینے بعد اوس کا بدنام دشمن کلیج علی ٹیونس کو فتح کرنے کے لئے ۳۰۰ جنگی جہازوں کا بیڑہ لیکر مئی سنہ ۱۵۷۴ء میں قسطنطنیہ سے روانہ ہو گیا۔ شہر ٹیونس فی الفور فتح ہو گیا۔ البتہ قلعہ غولطہ نے ۲۲ دن تک مقابلہ کیا۔ مگر آخرکار بتاریخ ۱۳ اگست عام حملہ ہونے پر یہ بھی فتح ہو گیا۔ اور ہسپانوی فوج قتل یا اسیر کر لی گئی۔ دو قلعے ابھی اور باقی تھے ایک ٹیونس کے مقابل جزیرہ پر تھا اور دوسرا برج ٹیونس کہلاتا تھا۔ تھوڑی مدت کے جان توڑ

۱۵۔ جنگ اور لڑائی کے لئے انگریزی میں دو علیحدہ علیحدہ لفظ وار (محاربہ) اور بیٹل (مصاف) ہیں۔ عام طور پر جنگ اور لڑائی میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن اگر وار کے معنے جنگ قرار دیئے جائیں تو اوس سے ایک طویل سلسلہ کارزار مفہوم ہوگا جس میں کئی لڑائیاں ہوں۔ اور لڑائی صرف ایکیلے معرکہ کو کہا جائیگا۔ ۱۲ مؤلف

مقابلہ کے بعد یہ بھی فتح ہو گئے۔ اور الجیریا و ٹریپولی کی طرح ٹیونس بھی قطعی طور پر ممالک محروسہ عثمانیہ میں داخل ہو گیا۔ شمالی افریقہ کی ان بحری قزاقی ریاستوں پر گو سلطان کا اقتدار دن بدن کمزور ہوتا گیا۔ مگر رشتہ حاکمی و محکومی قطعی طور پر کبھی منقطع نہیں ہوا تھا۔ اور اگرچہ ہنوز الجیریا براہ راست فرانس کے ماتحت اور ٹیونس اوس کی حمایت میں ہے۔ اور سلطان کا اقتدار اور عملی حکومت صرف طرابلس اور فیضان تک محدود ہے۔ مگر باب عالی ان ممالک کے اصل مالک ہونے کے دعوے، اور استحقاق سے کبھی دست بردار نہیں ہوا۔ اور اٹلی کے قبضہ ساحل بحیرۂ قلزم اور انگلستان کے قبضہ مصر کی طرح الجیریا اور ٹیونس پر فرانسیسی قبضہ کو بھی غاصبانہ تصور کرتا ہے۔

اس زمانہ میں پولنڈ اور مالڈیویا میں اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ بغدان (حاکم مالڈیویا) اور شاہ سجسمنڈ کے باہمی تعلقات سے باب عالی رنجیدہ ہو گیا۔ اوینا نام ایک عیسائی نے جو مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا تھا۔ مالڈیویا کی حکومت ملنے کی استدعا کی جو منظور ہو گئی۔ اور اوس کی حمایت و امداد کے لئے ترکی فوج کا ایک دستہ اوس کے ساتھ کر دیا گیا۔ بغدان کو جب تک پولنڈ سے مدد ملتی رہی۔ وہ مقابلہ کرتا رہا۔ مگر ۷ر جولائی ۱۵۷۲ء کو سجسمنڈ کے مر جانے پر جب وہ بے مدد رہ گیا تو روس کو بھاگ گیا۔ زار نے سلطان کے خوف سے یا اوس کو خوش کرنے کے لئے پناہ گزین کو قتل کرا دیا۔ اور اوینا کل صوبہ کا اکیلا حکمران ہو گیا۔ لیکن تھوڑی مدت کے بعد اوس کے سر میں بھی خود سری کا خبط سما گیا۔ اور جب باب عالی نے اضافہ خراج کا مطالبہ کیا تو ۱۵۷۴ء میں علانیہ بغاوت کر دی اور سردار قزاقان (کاسک) کی اعانت سے ترکوں کو تین جگہ شکست دیکر مقامات اکرمان۔ بیلو گرود۔ بندر اور بریلیہ کو جہاں قتل عام کرا کر کل شہر کو لوٹ لیا فتح کر لیا۔ آخر ۹ر جون بمقام اوبلوش واقع بلگیریا عثمانیہ فوج سے قطعی مقابلہ ہوا۔ اور تین دن کی متواتر لڑائی کے بعد اوس نے امان کی درخواست کر کے جان بخشی کی شرط پر ہتھیار رکھ دیئے۔ مگر جب وہ ترکی سپہ سالار کے پاس پہنچا۔ تو آمر اللہ کر نے یکبارگی غضب آلود ہو کر تلوار سے اوس کا سر قلم کر دیا۔ اور جسم کے حصے مختلف دروازوں پر لٹکوا کر سر کو جیسی (مالڈیویا کا صدر مقام) کے محل شاہی کے دروازہ پر میخ سے گاڑ دیا۔ اس لڑائی کے بعد صوبہ مالڈیویا نے اطاعت قبول کر لی۔ اور باب عالی نے نیا حاکم (جس کا عیسائی ہونا لازمی تھا) مقرر کر دیا۔

سجسمنڈ کے لاولد مرنے سے پولنڈ کا تخت بے وارث ہو گیا تھا۔ مگر اس امر کی مدت سے توقع تھی اور فرانس و ٹرکی نے عرصے سے اس کا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ بشپ آف آکس کی سفارت

کے اہم مقاصد میں سے ایک امر یہ بھی تھا۔ ان دونوں طاقتوں کے رسوخ سے قوم پول نے شاہزادہ ہنری انجو کو بادشاہ منتخب کیا۔ اور اگر یہ شہزادہ نالائق نہ ہوتا اور تخت چھوڑ کر نہ چلا آتا تو یہ انتخاب دونوں سلطنتوں کے حق میں بہت مفید ثابت ہوتا۔

آسٹریا کے ساتھ صُلح کے بعد پھر بگاڑ نہ ہُوا۔ اور مزید آٹھ برسوں کے لئے صُلح کی تجدید کر دی گئی۔ ٹرینسلوینا بدستور مالڈیویا کی شرائط کے مطابق شرطوں پر باجگذار رہا۔ ۱۵۷۱ء میں جان زیپولی کے مرنے پر حاکم والیشیا نے نذرانے وغیرہ دیکر وزیر اعظم کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی کہ صوبہ ٹرینسلوینا کا حاکم بھی اوسی کو بنا دیا جائے۔ مگر سٹیفن باتھوری وارث زیپولی نے زیادہ رشوت دیکر اپنی وراثت کو قائم رکھ لیا۔

فتح ٹیونس کے بعد سلیم زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ ۱۵۷۴ء میں سلطنت پر کئی قدرتی بلائیں نازل ہوئیں کثرت بارش اور طغیانیوں نے آفت برپا کر دی۔ قسطنطنیہ کو زلزلہ اور آتش زدگی سے جس میں محلسرائے سلطانی کا بھی ایک حصّہ جل گیا۔ بہت نقصان پہنچا۔ ان حوادث نے سلیم کی وہمی طبیعت پر بڑا اثر پیدا کیا۔ اور اوس کو اپنے آخری وقت کے قریب پہنچ جانے کا یقین ہو گیا۔ اور اوس کا یہ خیال جلد پورا ہو گیا۔ اوس کی موت عین اوس کے حسب حال واقع ہوئی۔ آتشزدگی سے کچھ عرصہ بعد وہ ایک نو تعمیر شدہ حمام کا معائنہ کرنے گیا۔ وہاں اوسے کچھ سردی محسوس ہوئی۔ جسکو دور کرنے کے لئے قبرس کی انگوری شراب کی سالم بوتل منہ سے لگا کر یکبارگی پی گیا۔ شراب بہت تیز تھی۔ ابخرات دماغ کو چڑھ گئے۔ فرش سنگ مرمر کا تھا پاؤں کے لڑکھڑاتے ہی پیر پھسل گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ دماغ میں چوٹ آئی۔ اور اس صدمہ سے گیارہ دن کے بعد ۱۲۔ دسمبر ۱۵۷۴ء مطابق ۲۸۔ شعبان ۹۸۲ھ کو آٹھ سال کی سلطنت کے بعد مر گیا۔ کریسی لکھتا ہے کہ "ساری عمر میں صرف ایک دفعہ جبکہ لیپانٹو کی لڑائی میں عثمانیہ بیڑہ تباہ ہُوا تھا سچے عثمانیہ خون نے اوسکی رگوں میں جوش مارا۔ اسوقت اُس نے نہ فقط اپنے محلسرائے کے باغات کا حصّہ کثیر بحری کارخانوں کے لئے دیدیا۔ بلکہ ذاتی خزانہ کو بھی بحری تیاریوں پر وقف کر دیا۔ مگر جوہر حب الوطنی کی اس مختصر سی چمک کے سوا شہزادگی اور حکمرانی کے زمانہ میں اوس سے ایک کام بھی قابل تعریف سرزد نہ ہُوا۔ اور اوس کا کل صفحہ عمر قوائے بہیمیہ کی بیجا غلامی۔ کمینہ دغابازی اور سخت ناانصافی وظلم کے کارناموں سے تاریک ہے"۔ ترکی مؤرخ اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے:۔ "یہ بادشاہ بادہ نوش۔ نغمہ پرست۔ زن دوست۔ عیاش طبیعت تھا۔ مگر وزیر محمد سقلی کے حسن تدبر سے امور مملکت میں کوئی فتور نہ پڑا۔"

بعض مؤرخ سلیم کو اور اکثر سلیمان اعظم کو خاندان عثمانیہ کے سلاطین اعظم کے سلسلہ کا جس میں بایزید ثانی کے سوائے عثمان سے لے کر سلیمان تک برابر شاہان اولوالعزم پائے جاتے ہیں آخری سلطان تصور کرتے ہیں۔ بہر نوع اس میں کلام نہیں کہ سلیم کے بعد معدودے چند سلاطین مثلاً سلطان مراد چہارم۔ سلطان محمود ثانی۔ سلیم ثالث۔ اور ہمارے موجودہ خلیفۃ المسلمین مولانا سلطان المعظم عبدالحمید خاں ثانی الغازی کی ذات والا صفات اور وزرائے خاندان کوپرلی کے سوائے جن ہی کی طفیل سلطنت عثمانیہ قائم رہی ہے ایک طرح سے قابل فرمانروائیوں اور مدبروں کا وجود ناپید ہو گیا۔ عیسائیوں نے ٹرکی کے جلد تباہ و برباد ہو جانے کی بدشگونیاں سترھویں صدی کے آغاز ہی سے شروع کر دی تھیں۔ مگر خداوند کریم کے فضل و کرم سے یہ سلطنت باوجود طرح طرح کے عجیب و غریب حوادث اور مصائب شدیدہ کے جن کا کوئی اور سلطنت شاید پچاس برس بھی مقابلہ نہ کر سکتی۔ اب تک قائم اور فرمانروائے حال کے ظل حمایت میں پھر سابقہ عروج و اقبال کے حصول میں ساعی و کوشاں ہے۔ لیکن قیام سلطنت کا بہت بڑا باعث خود عثمانی قوم کی طبعی پاکیزگی اور اوصاف ممدوحہ ہیں ایک عیسائی مؤرخ کے الفاظ اوس کی نسبت حسب ذیل ہیں۔ "ترکی قوم کے ذاتی جوہر اور طبعی خوبی کے ثبوت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ بدترین پولیٹکل صورتوں کے پیش آنے پر بھی قوم مذکور کے حصہ کثیر میں ان ترکی فرمانروایوں کے اثر بد کے باوجود جو صرف خود ہی نالائق تھے بلکہ اوروں کو بھی نالائق بنانیکا موجب تھے اس قدر کثیر اوصاف اور خوبیاں باقی رہ گئی ہیں"

سلطنت عثمانیہ کے زوال کے اکثر بواعث پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اپنے اپنے موقعہ پر اون کی مفصل تشریح ہوتی جائیگی۔ اس لئے اس باب کو زیادہ طول دینے کی بجائے نیا باب شروع کیا جاتا ہے۔

باب چہارم

مراد ثالث کا عہد حکومت۔ سلطنت کا سریع انحطاط۔ یورپین و اسلامی طاقتوں سے تعلقات۔ سرحد ایران پر فتوحات مزید۔ ملکہ انگلستان کی درخواست امداد۔ اندرونی خرابی اور فوج کی خودسری میں ترقی۔ جنگ آسٹریا۔ سلطان محمد ثالث کا

عہد حکومت۔ جنگ سرسیس۔ احمد اوّل کا عہد حکومت۔ صلح ستواتورک۔ جنگِ ایران۔ بغاوتیں۔ مصطفی اوّل کی تخت نشینی اور عزل۔ عثمان ثانی کی تخت نشینی۔ فوج کی سرکشی اور سلطان کا قتل۔ مصطفےٰ کی مکرر تخت نشینی اور معزولی۔ سلطنت کی تباہ حالت:۔

بلاد مشرق میں یہ افسانہ عام مشہور ہے کہ جسوقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی روح نے جو جلیل القدر پیغمبر ہونے کے ساتھ ہی بادشاہ بھی ایسے بلند مرتبہ تھے کہ خود خداوند کریم اپنے پاک کلام میں اون کی دنیاوی عظمت و جلال کی شہادت دیتے ہیں جسد عنصری سے پرواز کیا تو آنحضرت شاہانہ پوشاک زیب تن کئے ہوئے تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کل لوازم شاہی اون کے اردگرد موجود تھے اور چونکہ حضرت اس وقت عصائے شاہی پر ٹھوڑی کو سہارا دیئے ہوئے اوسکو دونو ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے۔ اونکا جسد مبارک اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔ اور جن وانس و بہائم جو سب اون کے مسخر تھے حضرت کو دور سے حسب معمول شاہانہ بیٹھا دیکھ کر اپنے اپنے مفوضہ کام میں لگے رہے۔ حتی کہ بیت المقدس کی تعمیر ختم ہو گئی۔ اور اس اثنا میں دیمک نے عصا کو کھوکھلا کر دیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم زمین پر گر پڑا۔ اسوقت اصل کیفیت معلوم ہو گئی۔ جنات اور وحوش طیور چلتے بنے۔ اور کل عالم میں رنج و تشویش برپا ہو گئی۔

یہ روایت گو کیسی ہی بعید از قیاس ہو۔ مگر سلطنت عثمانیہ کی حالت پر خوب صادق آتی ہے۔ حضرت کے ہمنام سلطان کی سلطنت کو اوسکی وفات کے بعد جبتک وزارت کے عصا کا سہارا رہا۔ اوسکا ظاہری شان و شکوہ بدستور قائم رہا۔ مگر جب کمزور مزاج مراد کے حرمسرائے اور یار دوستوں کے رسوخ بڑھے وزیر محمد سقلی کا اقتدار کمزور اور تقریباً معدوم ہو گیا تو سلطنت عثمانیہ کا کھوکھلا پن دربار سے دار الخلافہ۔ دار الخلافہ سے صوبجات بعیدہ اور بالآخر کل دنیا میں آشکارا ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ سلیم کی وفات بھی سلطنت کے حق میں سخت مضر ہوئی ہے۔ کیونکہ گو وہ بذاتہ بالکل نالائق اور ناقابل تھا۔ مگر اُسمیں اتنی عقل اور ہوش موجود تھی کہ اُس نے کل کاروبار سلطنت اپنے مدبر وزیر کے سپرد کر رکھا تھا۔ مراد بہادر۔ رحمدل اور علم دوست تھا۔ اور ہر ایک کو اُس سے سلطنت کی ترقی کی امیدیں تھیں مگر تخت نشینی سے تھوڑا ہی عرصہ بعد اُس میں بیحد عیاشی اور حرص پیدا ہو گئی۔ جس سے وہ بالکل کمزور

[1] قرآن کریم میں بھی اس قصہ کا مجمل ذکر موجود ہے۔ خداوند تعالیٰ جلشانہ سیپارہ "ومن یقنت" سورۃ سبا کے دوسرے رکوع میں قصہ مذکور ہطرح بیان فرماتے ہیں:۔ ولسلیمان الریح .... فلما قضینا علیہ الموت ما دلہم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین ٭

طبیعت ہوگیا۔ وہ دن رات عورتوں اور بھانڈ بھگتیوں کی صحبت میں محلسرا میں پڑا رہتا۔ اور اگر کبھی سلطنت کے معاملات میں دخل دیتا تو وہ صرف درباریوں اور کنیزکوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ہوتا۔ سلیم کی وفات پر اوس کی عمر ۲۸ برس کی تھی۔ اور وہ صوبہ میگنیشیا کا گورنر تھا۔ جہاں سے وہ ۲۱ دسمبر ۱۵۷۴ء کی رات کو قسطنطنیہ پہنچا اور آتے ہی اپنے پانچ بھائیوں کو قتل کروادیا۔

دوسرے دن اعیان وارکین سلطنت آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوئے۔ اور جب وہ حرسرائے سے باہر آیا تو سب کمال شوق سے اس بات کے منتظر تھے کہ بادشاہ کے مُنہ سے پہلے کیا لفظ نکلتے ہیں۔ اوس نے آتے ہی خواجہ سرائے کو کہا "میں بھوکا ہوں کھانے کے لئے کچھ لاؤ"۔ حاضرین نے ان الفاظ کو شگون بد سمجھا۔ اور اُسی سال سخت قحط پڑ جانے سے اون کے خیال کو زیادہ تقویت ہوگئی۔

مراد نے تخت نشین ہوتے ہی جو احکام نافذ کئے اون میں سے ایک شراب کے استعمال کے برخلاف تھا۔ سلیم کے زمانہ میں اوس کی مثال بد سے بادہ نوشی اس شرمناک حد تک بڑھ گئی تھی کہ خود سرکاری ملازموں نے بھی شراب بیچنی شروع کردی تھی۔ اور سپاہیوں کی زبان سے یہ لفظ عام طور پر سنے جاتے تھے۔ کہ "آج شراب کہاں سے خریدیں مفتی سے یا قاضی سے"۔ ایک دن مراد بازار سے گذر رہا تھا۔ کہ اوس نے کئی ینگچریوں کو شراب کی دکان پر جمع دیکھا۔ ان بیحیاؤں نے نادم ہونیکی بجائے باآواز بلند سلطان کی صحت کے جام اونڈیلنے شروع کردیئے۔ مراد اس تمرد و بیباکی سے سخت حیران ہوگیا۔ اور محل سرا کو واپس آتے ہی شراب نوشی کی ممانعت کردی۔ اس بندش ہونے پر سپاہیوں اور ینگچریوں نے کچھ دن بعد بغاوت کردی۔ اور خود وزیر اعظم کو بےحرمت و ذلیل کیا۔ اس پر مراد نے مجبور ہو کر فوجیوں کو اس شرط پر شراب پینے کی اجازت دیدی کہ وہ بدمستی اور کثرت سے محترز رہیں +

۱۵۷۵ء میں سلطان کو معلوم ہؤا کہ شاہ فرانس چارلس نہم کا بھائی ہنری پولنڈ کا تخت چھوڑ کر فرانس واپس چلا گیا ہے۔ ہنری کی اس بزدلی سے پولنڈ کو فرانس و ٹرکی کے اتحاد میں شامل کرنیکا جو موقع حسن اتفاق سے بہم پہنچ گیا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر ہنری نامردی نہ دکھاتا اور پولنڈ اتحاد میں ملجاتا تو اس سے نہ صرف آسٹریا کی پیش قدمی رُک جاتی بلکہ روس کو بھی بڑھنے کا موقعہ نہ ملتا۔ مراد ہنری ثالث کی فراری سے ایسا برافروختہ ہؤا کہ اوس نے دربار فرانس کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع بھی نہ کی۔ امرائے پولنڈ نے مبارکباد دینے کے لئے دربار سلطانی میں اپنے سفراء روانہ کئے ہوئے تھے۔

مراد نے اونکو حاکم ٹرینسلونیا سٹیفن باتھوری کی سفارش کہلا بھیجی اور وہ ۱۵۷۵ء میں پولنڈ کا پادشاہ منتخب ہوگیا۔

نئے سلطان کے تخت نشین ہونے پر حسب معمول ہنگری میں پھر چھیڑ چھاڑ شروع ہوگئی۔ سرحد کے مختلف مقامات پر کئی دیہات جلا دیئے گئے۔ اکثر قلعوں پر چڑھائی کی گئی۔ اور مقام کروپا کے قریب ترکوں اور آسٹرویوں میں فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس میں آخرالذکر شکست یاب ہوئے۔ اون کے افسر کارزار میں ہلاک ہوگئے اور اون کے سر قسطنطنیہ بھیجے گئے۔ جہاں آسٹریا کے سفیر نے جلاد کو زر فدیہ دیکر اونہیں واپس لے لیا۔ قیصر میکسمیلن کے مرنے پر قیصر روڈلف ۱۵۷۶ء میں جرمنی و آسٹریا کے تخت پر بیٹھا۔ اوس نے صلح کی درخواست کی۔ اور آخرکار یکم جنوری ۱۵۷۷ء سے آٹھ برس کے لئے دونوں سلطنتوں میں میعادی صلح ہوگئی۔ جو مراد کے عہد حکومت کے آخری چند برسوں تک برابر قایم رہی۔

پولنڈ کے ساتھ ٹرکی کا رویہ ویسا ہی رہا جیسا کہ پہلے تھا۔ بظاہر دونوں میں صلح تھی اور فی الحقیقت جانبین میں معرکہ کارزار گرم رہا۔ باتھوری نے کئی دفعہ تاتاریوں کی یورش کی شکائیت کی۔ آخر ۳۰ جولائی ۱۵۷۷ء کو معاہدہ ہوگیا جس میں باتھوری کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ مگر تاتاری برابر یورشیں کرتے رہے۔ پولنڈ کے سفراء کو بنظر حقارت دیکھا جاتا رہا۔ اور جب باتھوری نے ذرا تیزی دکھائی تو اوسے فوجکشی کی دھمکی دی گئی۔ پولنڈ ٹرینسلونیا کی طرح باجگزار اور ماتحت صوبہ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ آسٹریا کے ساتھ جب پر عارضی صلح کا معاہدہ ہوا تھا اوس میں پولنڈ کو قایم بالذات سلطنت کا درجہ نہ دیا گیا۔ بلکہ اوسکو بابعالی کی زیر حفاظت وزیر حمایت ممالک میں شمار کیا گیا۔

ریاست وینس کو البتہ مراد کی منظور نظر سلطانہ بفا (صفیہ) کے طفیل جسکا بمع دیگر قابو یافتہ بیگمات حرم کے مفصل ذکر آگے درج کیا جائیگا ترکوں کی زیادتی کی شکائیت کرنیکا چنداں موقعہ نہ ملا۔ سلطانہ نے ریاست مذکور کو کیپی چولیشنز کی تجدید کرادی اور اوس کی تجارت کو زیادہ محفوظ کرا دیا۔ فرانس کے اتحاد کو قایم رکھا گیا۔ اور فرانسیسی سفیر بیرون ڈی جرمگنی کو دیوان میں بہت کچھ رسوخ حاصل ہوگیا۔ سلطان کی طرف سے دربار فرانس کو سفارت روانہ کی گئی۔ جسکا استقبال بڑی دھوم دھام سے کیا گیا۔ سلطان نے اپنے خط میں ہنری ثالث شاہ فرانس کو اپنی دوستی کا یقین دلا کر اوسے تحریر کیا کہ "سلطانی بحری فوج جسمیں اسّی جہاز تھے۔ ہر وقت اوسکی مدد کیلئے موجود ہے"۔ فرانس کی اسوقت کوئی بحری طاقت نہ تھی۔ حتی کہ شاہ فرانس کو اپنے سفرا دو وینس والوں کے جہاز پر قسطنطنیہ بھیجنے پڑے تھے۔ اسلئے فرانسیسی سفیر نے اپنے بادشاہ کیطرف سے ویسی ہی دوستانہ امداد کا وعدہ گول مول الفاظ میں مدد کی تشریح کرنیکے بغیر کیا۔ گو جرمگنی نے بیشمار فرانسیسیوں کو غلامی سے رہا کرالیا

بحری قزاقوں نے جو فرانسیسی مال و اسباب لوٹا تھا اوسکا معاوضہ وصول کیا۔ اور ٹیونس کے ساحل پر بھی مارسیلیز کے غوطہ زنوں کو صدف و مونگہ تلاش کرنیکے لئے آبادیاں قائم کرنے کی اجازت لے دی۔ باوجود سلطانہ والدہ اور مصاحبین کی مخالفت کے وہ والیشیا پر ایک یونانی حاکم اور نیز ایک یونانی بطریق مقرر کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اُسکے اپنے الفاظ میں کہ "جنے ملکی اور نیز جنگی عہدوں پر بھی اون ترکوں کو مامور کرایا جو شاہ فرانس کے طرفدار تھے" اس چالاک سفیر نے ارض مقدس کے متعلق مزید رعایتیں حاصل کرکے قسطنطنیہ کے مضافاتی قصبہ پیرا میں طبقہ کارڈیلیر کے پادریوں کو رہب خانہ بنانیکی اجازت لے دی اور مجمع الجزائر کے رومن کیتھولک بشپوں کو کثیر مراعات دلوادیں۔ اوس نے امتیازات کی تجدید کرا کر بابعالی سے عہد لے لیا کہ فرانسیسی سفیر کو کل عیسائی سلطنتوں بالخصوص ہسپانیہ کے سفراء پر فوقیت حاصل رہیگی۔ مراد ثالث نے تجدید شدہ مراعات کو علی بے اول ترجمان بابعالی کے ہاتھ فرانس بھیجکر شاہ فرانس کو سلطان کے بڑے بیٹے کی رسم ختنہ میں شریک ہونیکے لئے خاص ایلچی بھیجنے کے لئے مدعو کیا یہی وہ سفارت تھی جسکا فرانس میں بڑے تپاک سے استقبال ہوا۔ مگر دوستی و اتحاد کے تمام زبانی دعووں کے باوجود جرمگنی کی (جیسے کہ کسی غیر ملک کے سفیر کی بمشکل ہو سکتی ہے) نیت بخیر نہیں تھی۔ علاوہ بریں وہ دل میں اچھی طرح سے جانتا تھا کہ گو سلطنت عثمانیہ کا ظاہری جاہ و جلال اب بھی بے اندازہ ہے۔ مگر لائق فرمانرواء اور مدبرین کی عدم موجودگی اور خیانت و رعایت بیجا کے رواج پذیر ہوجانیسے اوسکی بنیادیں کمزور ہو گئی ہیں۔ بادشاہ سے لیکر ادنی غلام تک کو حرص و آز اور رشوت و خیانت پر تلا ہوا دیکھکر اوس شخص نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ سلطنت اب انحطاط کے آخری درجہ پر پہنچ گئی ہے۔

سفیر مذکور بابعالی کی اس کارروائی پر بھی سخت اعتراض کرتا ہے کہ وہ آئندہ کا نفع نقصان سوچے سمجھے بغیر ہر ایک اجنبی سلطنت کی درخواست اتحاد کو فی الفور منظور کر لیتا ہے۔ جرمگنی کی رنجش بالکل بے موجب بھی نہیں۔ فرانس کے امتیازات کی تجدید ہوئے دو برس بھی نہیں گذرنے پائے تھے کہ ملکہ ایلزبتھ ملکہ انگلستان نے جسکے جہاز اسوقت تک صرف فرانسیسی علم کی زیر حمایت ترکی سمندروں میں آمد و رفت کرتے تھے۔ سلطان سے انگریزی قوم کو انگریزی جھنڈے ہی کے نیچے تجارت و جہاز رانی کی اجازت ملنے کی درخواست کی۔ اس کام پر ملکہ موصوفہ نے ایک انگریز تاجر ہیربون یا ہیربرن کو مامور کیا۔ اور سلطان نے فرانس اور وینس کے سفراء کی سخت مخالفت کے باوجود اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور منظوری کی وجہ یہ بتائی کہ "بابعالی کے دروازے اون تمام لوگوں کے لئے جو حفاظت و حمایت کی طلب میں اوس کے پاس آئیں۔ ہر وقت کھلے ہوئے ہیں۔" انگلستان اور ٹرکی کے ابتدائی تعلقات کا کسی قدر مفصل ذکر مناسب موقعہ پر ملتوی رکھکر یہاں یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ بابعالی کا یہ ارادہ عام معلوم ہونے پر ہر ایک عیسوی

قوم کے گماشتوں کی طرف سے درخواستیں گذرنی شروع ہو گئیں۔ اور چونکہ وزراء۔ افسران محلسراء اور خاتونان حرم سرا اور مصاحبین کو ان لوگوں سے زر خطیر رشوت میں ملتا تھا۔ وہ ان درخواستوں کی سفارش و شفاعت میں ہر وقت سرگرم رہتے تھے۔ امرا اور درباریوں کی رشوت ستانی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ اندر باہر سب جگہ ہر ایک چیز کے لئے رشوت مقرر تھی اور اس بارہ میں خود سلطان نے بھی دوسروں کے لئے بُری نظیر قایم کردی۔ مراد چونکہ بھانڈوں مسخروں اور خوشامدیوں کو جنسے وہ ہر وقت گھرا رہتا تھا ہمیشہ انعام و اکرام دیتے رہنے سے نقد روپیہ کا محتاج رہتا تھا۔ اوسے بھی آخر مجبوراً اون رشوتوں کا حصہ بٹانے کی جو اوس کے درباری عہدوں کی فروخت سے لیتے تھے ذلت گوارا کرنی پڑی۔ اس کی چاٹ اوسے اوسکے ایک ناہنجار صاحب شمسی پاشا نے ڈالی جو بڑا منظور اور اون سلجوقی شہزادوں کی نسل میں سے تھا جنکی حکومت عثمانیہ خاندان نے نیست و نابود کی تھی۔ ترکی مورّخ علی جس نے بعد میں شمسی پاشا کی سوانح عمری بھی لکھی بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں سلطان کے اس منظور نظر کے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا جبکہ شمسی سلطان کی خدمت سے بہت خوش واپس آیا۔ اور اپنے ایک خادم کو جس کا نام ... مخاطب کرکے کہا۔ "آخر میں نے عثمانیہ خاندان سے اپنے خاندان کا بدلہ لے لیا ہے۔ کیونکہ جیسے عثمانیہ خاندان ہماری بربادی کا باعث ہوا تھا ویسے ہی میں نے بھی اون کی بربادی کا رستہ تیار کردیا ہے۔" کہن لی نو کرنے نہایت متانت سے دریافت کیا۔ "کس طرح؟" شمسی نے جواب دیا۔ "سلطان کو سلطانی عنایات کی فروخت میں شریک ہونے پر مائل کرنیسے۔ میں نے ۴۰ ہزار ڈیوکٹ کا لقمہ اوس کے سامنے پیش کیا۔ تم جانتے ہو یہ رقم تھوڑی نہیں۔ وہ جال میں پھنس گیا۔ پس آج سے وہ خود بد روشی اور رشوت ستانی کی مثال قایم کریگا۔ اور یہ برائی گھن کی طرح سے سلطنت کی بیخ و بُن اکھاڑ دیگی" رشوت کی گرم بازاری ایسی الم نشرح ہو گئی تھی کہ سوٹزرلینڈ تک کے تاجروں نے ایک اطالین یہودی کی معرفت مراعات ملنے کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کردی۔ اور [illegible] میں ہسپانیہ نے بھی آخر کار صلح ہو جانیکے لئے اپنا سفیر قسطنطنیہ کو روانہ کیا اور پانچ برس کے نامہ و پیام کے بعد دونوں سلطنتوں میں صلح کا عہدنامہ ہو گیا۔ اگرچہ وہ بہت نامکمل تھا اور اوس کی اکثر خلاف ورزی ہوتی رہتی تھی۔

سلطانی خزانہ اور وزراء و مصاحبین کی جیبوں کو پُر کرنیکے لئے ممالک غیر کے سفراء اور تجار کے تحفہ و تحائف اور رشوتوں کا ذریعہ ہی موجود نہ تھا۔ بلکہ آمدنی کا ایک اور بھی بہت بڑا ذریعہ (یعنی بحری قزاقی) موجود تھا جس کو کوئی معاہدہ نہ روک سکا۔ الجزائر ٹیونس اور طرابلس کے قزاق بلا تمیز دوست و دشمن سب کو لوٹتے تھے اور بابعالی اون سے بہت سا مال غنیمت اگلوا لیتا تھا۔ ان تینوں ملکوں کے تین علیحدہ علیحدہ

صوبے بنا دیئے گئے ۔ مگر دیگر ممالک محروسہ کیطرح اون میں بھی ضیامت وتیمار یا اجارہ مالگزاری کا انتظام
کرنے کی جگہ محاصل ومخارج پاشاؤں کے سپرد کر کے سالانہ خراج مقرر کر دیئے گئے ۔ ۱۵۷۸ء میں طرابلس
کے پاشا کو فیض (مراکو) کے شریف کو جس نے ایک دعویدار سلطنت کے برخلاف بابعالی سے امداد کی دخواست
کی تھی ۔ مدد دینے کا حکم دیا گیا ۔ اودھر مدعی سلطنت نے پرتگیزوں سے مدد مانگی جنہوں نے اسی ہزار فوج
ساحل مراکو پر اتار دی ۔ اور مقام قصر الکبیر کے قریب ترکوں اور پرتگالیوں میں جنگ عظیم ہوئی ۔ پرتگالیوں
کو سخت شکست ملی ۔ بیس ہزار پرتگالی کہیت رہے اور اون کا پادشاہ مسمی سبسٹیان بھی معہ مور (عرب فاتحین
ودیسیوں کی مخلوط النسل قوم) مدعی سلطنت کے میدان جنگ میں ہلاک ہوا ۔ اور اس مصیبت عظیم کی تاریخ
سے پرتگال کا انحطاط وزوال شروع ہوا ۔ اس نمایاں فتح سے ترکوں کو بلاد مغرب میں پورا اقتدار حاصل ہوگیا
اور شریف مراکو نے تحائف بیش بہا سلطان کی خدمت میں روانہ کئے ۔ مگر افسوس یہ اقتدار ترکوں کی غفلت
اور لاپرواہی سے دن بدن کمزور ہو کر آخر بالکل معدوم ہوگیا ۔ اور ترکوں کو یہ خبر نہ رہگئی کہ مراکو بھی کوئی اسلامی
سلطنت موجود ہے اور نہ مراکو والوں کو ٹرکی سے کوئی دلچسپی رہگئی ۔ اسی بیگانگت اور عدم اتحاد کی طفیل
یورپ کی عیسائی اقوام کو یکے بعد دیگرے اکثر اسلامی ممالک کو ہضم کر لینے کا موقعہ مل گیا اور مزید افسوس
اس امر کا ہے کہ اس عام نحوست اور ادبار کے زمانہ میں بھی جو فی الحقیقت کئی صدیوں سے اسلامی دنیا پر مستولی
ہو رہا ہے ۔ اگر اب ایک محب دین وحامی ملت وشریعت اور قیام واستحکام اخوت واتحاد اسلامی کے خواہشمند
اعنی مولانا السلطان الاعظم خلیفۃ المسلمین سلطان عبد الحمید خاں ثانی الغازی کو اس طرف توجہ بھی ہوئی ہے
تو دوسرے اسلامی فرمانروا لبیک یا امیر المؤمنین کہنے کی بجائے خود امیر وخلیفہ ہونیکے زعم باطل میں سرشار
اور دور ہوئے جاتے ہیں ۔ اسی مراکو کی نسبت جسکو خاندان عثمانیہ نے عیسائیوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا
ہم سے ایک سیاح نے ذکر کیا کہ چھ برس ہوئے فرمانروائے حال کے باپ کے زمانہ میں جب مراکو کے بندگاہ
ٹانجیر میں ایک جرمن سوداگر کے قتل ہو جانے پر جرمنی نے سخت ترین مطالبات مراکو سے کر کے اونکو
ایک طرح سے مراکو کو نگل لینے کا بہانہ بنانا چاہا تھا تو سلطان المعظم مولانا وسیدنا عبد الحمید خاں ایدہ اللہ
نے فرمانروائے مراکو کو کہلا بھیجا کہ اگر کہو تو میں بیچ بچاؤ کر کے تمہاری باہم صفائی کرا دیتا ہوں ۔ اور آیندہ کیلئے
ضرورت وقت اس امر کی متقاضی ہے کہ مراکو سلطنت عثمانیہ سے متفق ومتحد ہو کر نہ صرف پایہ عرش
خلافت بلکہ خود اسلامی شان وشوکت کے استحکام کا باعث ہو ۔ اس مشفقانہ پیام کا جواب اوس غلمند
نے جسکو خود صاحب خلافت ہونیکا خبط تھا یہ دیا کہ میرا منصب سلطان روم سے کم نہیں ہے ۔ اور مجھے
اوسکی حمایت وطرفداری کی کوئی احتیاج نہیں ۔ ایسا کریہہ جواب سنکر اگر کوئی تنک مزاج سلطان ہوتا

تو وہ فوراً جرمنی کو اور زیادہ برانگیختہ کرتا اور یہ یقینی امر ہے کہ گو یورپ کی دوسری طاقتیں بالخصوص ہسپانیہ - فرانس (بوجہ رقابت دیرینہ) اور انگلستان (بوجہ رقابت جدیدہ) بہت کچھ فراحم ہوتے - مگر چونکہ شمالی افریقہ میں جرمنی کو عام تقسیم میں کوئی علاقہ نہیں دیا گیا تھا وہ آسٹریا و روس و اٹلی[ع] کی امداد سے مراکو کو بالکل ہضم نہ سہی تو اوسکو اپنی زیر حفاظت کر لینے میں ضرور کامیاب ہو جاتا - مگر عبد الحمید اگر ایسا مشتعل مزاج اور زود رنج ہوتا تو آج اوسے اسلامی دنیا میں یہ عزت و منزلت حاصل نہ ہوتی کہ ایک ایک مسلم بچہ بھی اوسکے نام پر فدا ہو رہا ہے - اوسے اس جواب سے رنج پہنچا اور سخت رنج پہنچا - مگر اسلئے نہیں کہ اوسکی ذاتی تحقیر کی گئی بلکہ محض مسلمانوں کی قابل یاس حالت پر - لیکن وہ نہ فقط عیسائیوں بلکہ اپنے دینی بھائیوں سے بھی ایسے صدمے اور رنج اٹھانے کا خوگر ہو رہا تھا - اوس نے شاہ مراکو کی ناعاقبت اندیشی اور گستاخی کی طرف کوئی توجہ نہ کر کے اپنے منصب خلافت عظمیٰ کے فرائض کو پورا کیا - اور قیصر جرمنی سے جو حضور ممدوح کا ذاتی دوست اور رفیق صمیم ہے - تنگ طلبی سے درگذر کر دینے اور نہ صرف جرمنی بلکہ دیگر دول یورپ کے دندان آز سے بھی مراکو کو محفوظ رکھنے اور رکھوانے کی پر زور سفارش کی - اور قیصر موصوف نے خواہ پاس رفاقت خواہ اپنی ملکی اغراض کو جو آجکل بہت کچھ ٹرکی کے ساتھ اتحاد و اتفاق رہنے سے وابستہ ہیں مد نظر رکھکر اپنے دوست کے ارشاد کی پوری تعمیل کر دی - اس اظہار رنج و افسوس کے بعد میں ساتھ ہی جیسا کہ اوپر بھی کسی جگہ لکھ آیا ہوں ہوں ناظرین کو یہ خوشخبری سنانے کا موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا کہ اپنے صادق العزم و النیت مردان باکمال کی محنت و کوشش کو بیکار رکھنا خداوند کریم کی سنت نہیں ہے - اور نہ الہ العالمین نے ہمارے محبوب عبد الحمید کی مساعی جمیلہ کو ناکام ہونے دیا ہے - جس کا مشاہدہ اور تجربہ کل زمانہ مس رواں کے جنگ روم و یونان کے موقعہ پر کر چکا اور اب اوس کے بعد بھی کر رہا ہے - اور اس مقلب القلوب کی نظر عنایت سے آج اوسی خود سر شاہ مراکو کا بیٹا جسکا ذکر اوپر آ چکا ہے بمعہ اپنی کل رعایا کے خلیفہ اعظم کی رفاقت و حمایت کو اپنے لئے باعث فخر و ناز سمجھ رہا ہے - اور میں کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اسوقت

لہ یہ سلطنت بوجہ ہمسایگت مراکو کی دعویدار ہے اور اس لحاظ سے اوسکو مراکو کی جنوبی سرحد اور فرانس کے مقبوضات مغربی افریقہ کے درمیانی علاقہ اور ساحل کا افریقہ کی عام تقسیم میں جو دول یورپ نے ۱۸۸۴-۸۵ء میں کی تھی مالک تسلیم کیا گیا ہے -

سہ اس سلطنت کو انگلستان نے مسئلہ مصر میں حامی رہنے کی رشوت میں بحیرہ قلزم کے نصف مغربی ساحل دار الخلافہ حبش و دراینکے علاوہ طرابلس الغرب بھی دلوا دینے کا وعدہ کر رکھا تھا - مگر ۱۸۹۶ء میں اٹلی کو حبش سے سخت زک ملنے پر

ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند - سب ہوسیں دل میں ہی رہ گئیں +

کوئی مسلم دل جس کا دماغ حوادث وحالات زمانہ سے کچھ بھی آگاہی رکھتا ہوگا - بلا تمیز شاہ وگدا - اور رند وپارسا ایسا نہ ہوگا جو حضور ممدوح کی محبّت بلکہ عشق سے لبریز نہ ہو رہا ہے - میں اس کلیہ سے اون خوشامدیوں کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتا جو اسکے برخلاف مضامین لکھتے اور تقریریں کرتے دکھائی دیتے ہیں - اگر اون کے سینے چاک کروگے تو اونکے دل بھی اس نشہ محبّت میں سرشار پاوگے - وہ اس طبعی کشش وجذبہ کو لاکھ کرنے کی کوشش کریں - منشاء ایزدی اونکی کوششوں سے کبھی نہیں بدل سکتا - یہ بحث اس قدر طویل ہے کہ کئی صفحوں پر بھی ختم نہیں ہوسکتی - اسلئے میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں -

سُلطان مراد کو خارجیہ تعلقات میں یہ تمام کامیابیاں محض وزیر محمد سقلی کی حسن تدبیر سے نصیب ہوئیں اس بدنصیب وزیر کی طاقت جیساکہ اوپر لکھا جاچکا ہے سلطان کے مصاحبین کی سازش سے دن بدن کمزور ہوتی گئی تھی - مگر پھر بھی وہ تادم مرگ وزیر اعظم بدستور رہا - اور اوسکی غیر طبعی موت نے ان تمام کامیابیوں پر پانی پھیر دیا - اور اون سے فائدہ اٹھانے والا کوئی باقی نہ رہا - سلطان کے منظوران نظر نے جو اوس کی کمزوری سے طاقتور ہو رہے تھے وزیر کے اقتدار کو کم کرنیکے لئے سلطان کو معاملات سلطنت اپنے ہاتھ میں لینے کا مشورہ دیا - اور سب سے پہلے سقلی کے دوستوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا گیا - فریدوں پاشا سکرٹری آف سٹیٹ جو سقلی کا نہائیت ہی ممنون احسان تھا موقوف کردیا گیا - سقلی کا ایک اور پروردہ یونانی کنٹاکوزین تھا جسکو اوس نے ینہدرانکیالوس ونہ کی نام آہی او لو صوبہ مشرقی رومیلیا کے ساحل بحیر اسود پر برغاس کے شمال میں واقع ہے) کی تجارت نمک کا اجارہ دے رکھا تھا - اس یونانی نے اس میں کلام نہیں کہ وزیر کی عنایتوں کو بہت بُری طرح سے برتا - یونانی اوس کے نام سے کانپتے تھے اور ترکوں نے اوسکا نام شیطان اوغلی (فرزند شیطان) رکھا ہُوا تھا - جب تک سقلی بااقتدار رہا یہ شخص لوٹ مار کا کچھ حصہ وزیر کو دیکر ہر ایک خطرہ سے محفوظ رہا - وزراء آفیمد اور پیالی بھی اوس کے معاون تھے - مگر جب پیالی مرگیا تو سقلی کے دشمنوں میں سے ایک کی الزام دہی پر اوّل وہ موقوف کردیا گیا - اور پھر گرفتار ہو کر اوسی عالیشان محل کے پھاٹک پر جو اوس نے اپنے لئے انکیالوس میں تیار کرایا تھا پھانسی دیدیا گیا - بتدریج دوستوں سے گذر کر سقلی کے اعزاء واقرباء کی نوبت پہنچ گئی - اوس کا لائق بھتیجا جو سلطان سلیمان کی وفات کے وقت سے آفن کا گورنر چلا آتا تھا قتل کرادیا گیا اور ایک سال بعد ۱۵۷۸ء بمطابق ۱۵۷۹ء میں خود سقلی بھی اپنے محل میں قاتل کے ہاتھ سے شہید ہُوا - قاتل گرفتار ہوگیا - اور قتل کی وجہ معلوم کرنے کیلئے اُسے جسمانی عقوبت بھی دیگئی - لیکن اُس نے راز ظاہر نہ کیا - اور آخر یہی رائے قائم کرنی پڑی کہ کسی ذاتی رنجش کے مکافات میں اوس نے یہ حرکت کی ہے -

مگر وزیر محمد سقلی کے ساتھ ہی اون تمام جرنیلوں اور بحری کمانڈروں کا خاتمہ نہ ہوگیا تھا جو سلیمان اعظم کی

زیر نظر تربیت پاتے ہوئے تھے۔ اونمیں سے ابھی بہت سے زندہ تھے اور اس لئے مرلو کے زمانہ میں ممالک متصلہ میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں عموماً ترکوں کو فتوحات نصیب ہوئیں۔ اور کئی نئے ملک ممالک محروسہ میں داخل ہوئے سب سے پہلے اہم جنگ ایران کے ساتھ ہوئی۔ معمر شاہ طہماسپ جسکو بیوی نے زہر دیا ۱۵۷۶ء میں فوت ہو گیا۔ چرکسیوں اور گرجیوں (مالکان گوسفند سیاہ و سفید) میں جو اوس کی زندگی ہی میں بر سر جنگ ہے تھے لطے اقتدار کیلئے تنازعہ شروع ہو گیا۔ گرجی (جارجی) خوانین نے حیدر پسر پنجم طہماسپ کو تخت پر بٹھلایا مگر چند گھنٹوں ہی کی حکومت کے بعد چرکسی (سرکشین) جماعت نے اوس کو قتل کر دیا۔ اور اوس کا بھائی اسمٰعیل جو سخت خونخوار اور دیوانہ مزاج تھا تخت نشین ہؤا۔ لیکن اس کے جور و ستم کا دورہ بھی اٹھارہ مہینوں کے بعد ختم ہو گیا اور وہ اپنی ہمشیرہ کے ایما سے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ منظور نظر وزراء صنعان اور مصطفٰے نے سلطان کو ترغیب دی کہ فتح ایران کے لئے جو خانہ جنگیوں سے تباہ ہو رہا ہے یہ نہایت عمدہ موقعہ ہے۔ مہم تیار کی گئی۔ مصطفٰے سپہ سالار بنایا گیا۔ اور باضابطہ اعلان جنگ کے بغیر ہی فریقین میں کارزار شروع ہو گئی مصطفٰے نے بتاریخ ۱۰ر اگست ۱۵۷۸ء مقام شلدر (واقع جارجیا) کے قریب ایرانی فوج پر نمایاں فتح پائی اور جارجیا[۱] کے کئی خوانین و سرداروں نے ترکی اطاعت قبول کر لی جن کے علاقے باقاعدہ طور پر ممالک محروسہ میں داخل کر لئے گئے اور اونکو سلطان کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں کا سنجق بے بنا دیا گیا۔ اس کے بعد تفلیس (دار الخلافہ جارجیا) فتح کیا گیا۔ اور وہاں کے گرجے مساجد بنا دیئے گئے۔ جارجیا نے ترکوں کے برخلاف ایرانیوں سے اتحاد کر لیا تھا۔ اس لئے پہلے اِس پر فوج کشی کر کے اوسے فتح کیا گیا +

۹ر ستمبر کو دریائے کنساق کے کنارہ پر دوسری لڑائی ہوئی جسمیں تین ہزار ایرانی ہلاک ہوئے کنساق کا پُل توڑ دیا گیا تھا جس سے بیشمار مفرورین دریا میں غرق ہو گئے۔ قصبہ شقی نے خود بخود فاتحین کیلئے شہر کے دروازے کھولدیئے۔ اور تقریباً کل جارجیا مفتوح ہو گیا۔ جو چار گورنمنٹوں میں تقسیم اور ہر ایک صوبہ پر ایک ایک بیلربیلے مامور کیا گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر ترکی فوج موسم سرما ارض روم میں بسر کرنیکے لئے واپس آگئی مگر موسم زمستان کے عین وسط میں لڑائی پھر شروع ہو گئی۔ چار ایرانی لشکر مقاتلہ و مقابلہ کیلئے آگے بڑھے۔

[۱] جارجیا اسوقت یورپین روس کے علاقہ کوہ قاف کا ایک صوبہ ہے۔ اسکا رقبہ ۱۳ ہزار میل مربع اور آبادی ۱۵ لاکھ کے قریب ہے۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر عیسائی مذہب ہیں۔ اور ۱۷۳۹ء تک جبکہ اس ملک کو ایران نے فتح کیا۔ یہ خود مختار عیسائی ریاست رہا۔ ۱۸۰۱ء میں روس نے فتح کر کے اسے ملحق کر لیا۔ یہاں کی عورتیں حسن و نزاکت میں کل جہان کی عورتوں سے ممتاز ہیں۔ وہ انگلیوں۔ ناخنوں۔ و ہتھیلیوں کو حنا سے رنگنے کی بہت مشتاق ہوتی ہیں + مؤلف

جن میں سے دو جارجیا کی طرف اور دوسرے کی صوبجات بغداد و ارض روم پر حملہ آور ہوئے۔ شروان[۱] کے ترکی بیلر بیے عثمان پاشا نے پہلے تو کماتیہ کے ایرانی گورنر پر کامل فتح پائی۔ مگر ایرانیوں کا لشکر جرار چند دنوں سو قعہ پر پہنچ گیا اور عثمان پاشا شروان میں محصور ہو گیا جہاں سے وہ مجبوراً دربند کو پیچھے ہٹ گیا۔ جارجیا کے معزول والیٔ ریاست سیمون اوارش نے ایرانیوں کی امداد سے تفلیس کا بھی محاصرہ کر لیا۔ مگر ترک محافظین نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور کمک کے پہنچنے تک برابر ثابت قدم رہے۔ کمک کے پہنچنے پر محاصرین نے محاصرہ اٹھا لیا اور اب ترکوں نے مدافعانہ کارروائی چھوڑ کر جارحانہ پیشقدمی شروع کر دی۔ اور ان تمام قلعوں کو جو پچھلی مہم میں فتح نہیں کئے گئے تھے مفتوح کر لیا۔ اور قارص کے اردگرد خاص سلطانی حکم سے ایسے مضبوط قلعے تیار کئے گئے جو ۱۸۷۷ء تک ترکی کی سرحد پر سد سکندری کا کام دیتے رہے۔

اس مہم کے بعد ایران میں پھر اندرونی فساد شروع ہو گئے۔ اور ادھر ترکی فوج میں سپہ سالار ہونے کا رد و بدل کیا گیا جس سے کچھ عرصہ کے لئے آتش حرب مدہم پڑ گئی۔ سقلی کی وفات پر مصطفےٰ اور سنان دو زبردست رقیبوں کو برابر برابر امید تھی کہ میں وزیر اعظم ہونگا۔ مگر سلطان نے احمد پاشا کو اس عہدہ جلیلہ پر سرفراز کر دیا۔ سنان نے نئے وزیر کو اپنے قابو میں کر کے ایرانی مہم کی فوج کی سپہ سالاری سے مصطفےٰ کی واپسی اور اپنی ماموری کا حکم صادر کرا دیا۔ اور جب چند مہینوں کے بعد کمزور دل احمد برطرف کر دیا گیا تو سنان وزیر اعظم ہو گیا۔ مصطفےٰ کو اس سے ایسا صدمہ پہنچا کہ وہ رنج و اندوہ سے یا سلیمانی عہد حکومت کے گورنر خسرو پاشا کی طرح خودکشی کرنے سے فوت ہو گیا۔ لیکن سنان نے میدان جنگ میں کوئی مستعدی نہ دکھلائی اور سلطان کو شبہ ہو گیا کہ شاہ ایران نے اوسے رشوت دیکر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اسپر وہ موقوف ہو کر جلا وطن کیا گیا۔ اور ہنگرین نو مسلم سیاوش پاشا وزیر اعظم اور فرہاد پاشا گورنر رومیلیا مہم ایران کی فوج کا عسکر بنایا گیا۔ مگر ۱۵۸۲ء و ۱۵۸۳ء کے جنگوں سے کوئی عمدہ نتیجہ نہ نکلا۔ فرہاد کو اپنی ہی فوج کی خودسری مسلسل بغاوتوں اور عام تاخت و تاراج کے انتظام سے جس نے خارجی ڈاکوؤں کے ساتھ ملکر عام قزاقی شروع کر دی تھی فرصت نہ ملی۔

البتہ عثمان پاشا نے داغستان[۲] میں جہاں اوس نے شروع ہی سے ایرانیوں کے خوب دانت کھٹے کئے تھے۔ عثمانیہ فوجی عزت کو مردانہ وار برقرار رکھا۔ محمد غوری خاں کریمیا نے شروع میں عثمان پاشا کی مدد کی

[۱] شروان اس وقت روسی علاقہ کوہ قاف کا ایک ضلع ہے ۱۲ مؤلف [۲] داغستان روسی علاقہ کوہ قاف کا صوبہ ہے اور جارجیا کے شمال اور بحیرہ کاسپین کے غرب میں واقع ہے ۱۲ مؤلف

مگر ۱۵۸۰ء میں عثمان کے منع کرنیکے باوجود وہ اپنی فوج لیکر واپس چلا گیا۔ خان کریمیا کے علاوہ علاقہ آزاف
کے گورنر نے بھی ۱۵۷۸ء میں عثمان پاشا کو کوہ قاف کی دشوار گذار گھاٹیوں میں سے ایسی سرعت کیساتھ کمک
پہنچائی تھی کہ سلطان نے خوش ہوکر اوسکو بحیرہ کاسپین کے کپتان پاشا کا خطاب عطا کیا۔ ان کمکوں کے
علاوہ عثمان پاشا کو جسے ترک ازدمر (صاحب اعصاب فولادی) پکارتے ہیں اور کوئی مدد نہ پہنچی مگر اس بہادر نے
اپنی پہلی ہی فوج سے ۹ مئی ۱۵۸۳ء کو دریائے ساسامور کے کناروں پر ایرانی لشکر پر حملہ کر دیا۔ رات اور
دن لڑائی برابر جاری رہی تاریکی میں مشعلوں کی روشنی سے ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ مگر فیصلہ کوئی نہ ہوا۔ دو دن
کے بعد ایرانیوں نے ترکی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اسپر ترک کمال دلاوری کے ساتھ غنیم پر حملہ آور ہوکر اوسکی
صفوں کو چیرتے ہوئے باہر نکل گئے۔ اونکو کامل فتح نصیب ہوئی۔ ایرانی لشکر تباہ ہو گیا۔ داغستان کا علاقہ بخوبی
مطیع ہو گیا۔ فتح کے بعد عثمان نے کماتیہ کے مورچوں کو مضبوط کیا مختلف قلعوں میں ترکی فوج کے دستے
مامور کئے اور کل علاقہ پر ایک عثمانی گورنر مقرر کرکے محمد غوری خاں کریمیا کو اوسکی غداری کی سزا دینے کیلئے
۱۵۸۳ء میں عین موسم سرما کے وسط میں داغستان سے روانہ ہو پڑا اور کاکیشیا کی خطرناک گھاٹیوں۔ سرکشیا کی
دشوار گذار چوٹیوں۔ اور کوبان کے منجمد میدانوں پر سے لشکر جرار لیکر بجلی کی طرح آزاف اور وہاں سے کریمیا
پہنچ گیا۔ محمد غوری جو بغاوت کی تیاریاں کر رہا تھا کل سٹی بٹی بھول گیا۔ اوس نے بہادر جرنیل کا مقابلہ کیا
مگر شکست یاب ہو کر گرفتار ہو گیا۔ اور عثمان نے اوس کا قتل کرکے اوسکے بھائی اسلام غوری کو ۱۵۸۴ء میں
کریمیا کے تخت پر بٹھلا دیا۔ عثمان باغی خاں کا سر اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا۔ جہاں سلطان نے اوسکی نہایت
تپاک سے آؤ بھگت کی۔ اور بھرے دربار میں اپنے سر سے شاہی دستار اتار کر عثمان کے سر پر رکھدی اور
تلوار کو اپنی کمر سے کھولکر بہادر عثمان کی کمر سے باندھ دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد عثمان کو وزیر کا رتبہ عطا کیا گیا۔
اور مہم آذربائیجان کی فوج کی سپہ سالاری اوسکو تفویض کی گئی۔ عثمان کے میدان جنگ میں پہنچتے ہی ترکی فوج میں
ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ اور دو خفیف مزاحمتوں کے بعد عساکر عثمانیہ فاتحانہ حیثیت سے ایرانی دارالخلافہ تبریز
میں داخل ہوئے۔ اور بقول بعض یورپین مورخین شہر کو تین شب و روز تک فوج کے حوالہ کر دیا گیا۔ اس کے
بعد تبریز کے گرد مورچے اور قلعے تعمیر کرکے اوسے محفوظ کیا گیا۔ مگر عثمان کے بیمار پڑ جانے سے عثمانیہ فتوحات کا
سیلاب رک گیا۔ اور ایرانی شاہزادہ حمزہ نے ایک ترکی دستہ فوج کو جو اطالین نومسلم سکالا کے ماتحت تھی
مقام شمسی غازان کے قریب شکست فاش دیکر بیس ہزار ترکوں کو قتل و زخمی کیا۔ اسپر عثمان نے جو خود کمان
کرنیکے قابل نہیں رہ گیا تھا مجبوراً پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اور ایرانیوں نے مکرر حملہ کرکے ترکی فوج کو دوبارہ
سخت زک پہنچائی۔ جس سے چند دن ہی بعد ناسور عثمان ازدمر داعی اجل کو لبیک کہ گیا۔ اوسکے بعد سکالا کا فرزند

جسے ترک زغالہ زادہ پکارتے تھے۔ فوج کو بحفاظت تمام واپس لے آیا۔ اور راستہ میں دشمن کو کئی دفعہ ہزیمت بھی دی۔ فوج کے چلے آنے کے بعد ایرانیوں نے تبریز کا محاصرہ شروع کر دیا۔ اور ترکی فوج محافظ نے دس ماہ تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اس اثناء میں محصورین پر ۴۸ حملے کئے گئے۔ اور فریقین میں ۴۸ لڑائیاں ہوئیں۔ آخرکار فرہاد پاشا جو سر عسکر مقرر کیا گیا تھا کمک لیکر آپہونچا۔ اور تبریز و تفلیس کو جسکا محاصرہ بھی ایرانیوں نے کر لیا تھا۔ دشمنوں سے نجات دلوائی۔ فرہاد نے ایرانی لشکر کے ترکمانوں کو بھی اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ اور تھوڑا عرصہ بعد شاہزادہ حمزہ کسی قاتل کے ہاتھ سے فوت ہو گیا۔ اس وقت ایران میں پھر اندرونی ابتری برپا ہو گئی۔ اور شاہ اسمعیل خدابندہ کی درخواست پر جنگ عارضی طور پر ملتوی ہو گیا۔ مگر شرائط صلح قرار پانے سے پیشتر لڑائی شروع ہو گئی۔ اور فرہاد پاشا نے گرد زکے میدان میں ایرانیوں کو تین دن کی مسلسل لڑائی میں ۱۵۸۵ء میں سخت ہزیمت دی۔ اور اسی وقت زغالہ زادہ نے جو بغداد کا گورنر اور سر عسکر مقرر کر دیا گیا تھا قلعہ دمغول اور کئی دیگر مضبوط مقامات کو فتح کر کے ایرانی صوبجات لورستان و ہمدان کے گورنروں کو شکست فاش دی ۱۵۸۸ء میں فرہاد نے شروان کے گورنر جعفر کے ساتھ ملکر قراباغ کے صوبہ پر حملہ کر کے اس کے صدر مقام گنجہ کو فتح کر لیا۔ اور اس شہر کو خوب مضبوط کر دیا شاہ اسمعیل خدابندہ کو ۱۵۸۷ء میں اس کا فرزند شاہ عباس اعظم معزول کر کے خود تخت نشین ہو گیا تھا۔ اس ہزیمت کے بعد جب ایران کی مشرقی سرحد پر ازبکوں نے بھی حملہ کرنا شروع کر دیا۔ تو نئے شاہ نے سلطان سے صلح کی التجا کی اور ۲۱ مارچ ۱۵۹۰ء کو فریقین میں عہدنامہ ہو گیا جسکے رو سے صوبجات جارجیا۔ شروان لورستان۔ شہر تبریز۔ معہ صوبہ آذربائیجان اور شہر شہرزول عثمانیہ ممالک محروسہ میں داخل کئے گئے۔ معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی ایزاد کیگئی کہ ایرانی خلفائے ثلاثہ کو تبرا نہ بھیجا کرینگے۔ مگر یہ شرط بادی النظری میں صریح ناممکن التعمیل معلوم ہو رہی ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ وہ غالباً ترکی کو ہر وقت مداخلت کرتے رہنے کا بہانہ دینے یا محض سلطان کے مذہبی جوش کو پورا کرنے کیلئے درج کیگئی ہوگی۔

مراد کے زمانہ میں خواہ کوئی وزیر یا سپہ سالار کیسا قابل ہو اسے کوئی واقعی اختیار حاصل نہیں ہوتا تھا کل اقتدار مصاحبین اور حرمسرائے کے ہاتھ میں تھا سلطان اپنی والدہ نور بانو اپنی خواہروں اور اپنی سب سے پہلی محبوبہ سلطانہ بفو اور دو دیگر عیسائی کنیزکوں اور حفیند از محل سرا کی ہتمہ کے قبضہ میں تھا سلطانہ بفو وینس کے امیر خاندان بفو کی لڑکی تھی جسکو اوائل عمر میں ایک ترکی بحری قزاق پکڑ لایا تھا اس ماہ جبین عیسائی خاتون نے مراد کو ایسا شیشہ میں اتار لیا تھا کہ وہ عرصہ دراز تک اسی کے حسن و جمال کا شیدائی رہا اور حرمسرائے کی دوسری نازنینوں کی طرف مطلقاً متوجہ نہ ہوا۔ اس خاتون کا سلطانہ صفیہ تھا سلطان کی والدہ نے صفیہ کے اقتدار و رسوخ سے جو آئے دن بدن مراد پر زیادہ حاصل ہوتا جاتا تھا مخوف ہو کر اپنے بیٹے کے سامنے ایسی ایسی حور وش پری

جمال کنیزیں پیش کیں کہ آخر کار کبھی صفیہ اس کے دل کی مالک رہ گئی۔ اور مراد یکبارگی عیاشی میں ایسا پھنس گیا
کہ کہاں تو صفیہ کے سوا وہ کسی اور کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اور کہاں اس کے حرم میں پانسو کنیزیں جمع ہو گئیں
اور حرمسرائے کیلئے خوبصورت لڑکیوں کی اس قدر مانگ بڑھ گئی۔ کہ قسطنطنیہ کی منڈی غلامانہ میں جمیل لونڈیوں
کی قیمت کئی حصہ چڑھ گئی۔ ان کنیزکوں میں ایک ہنگرین لڑکی تھی جسکو مراد پر بہت کچھ قابو ہو گیا۔ مگر اسکی پہلی
معشوقہ صفیہ کا اقتدار بھی گو وہ اب مراد کے دل کی تنہا مالک نہیں رہ گئی تھی کچھ کم نہیں تھا۔ اور مراد کے زمانہ میں
جسقدر بری و بحری لڑائیاں ہوئیں۔ وہ زیادہ تر اسی کے منشا کے مطابق ہوئیں۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے
ریاست وینس اسی کے طفیل ترکی حملوں سے محفوظ رہی۔ گو اس کے بحری قزاق کئی دفعہ لوٹ مار کرنے اور معاہدوں
کی صریح خلاف ورزیوں سے ترکوں کو سخت اشتعال دلاتے رہے۔ جسقدر اسکو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے نہیں۔
بلکہ دوسروں کے حسن و جمال منتخب اور پسند کر کے سلطان کے روبرو پیش کرنے کا سلیقہ رکھنے کے باعث
سلطان کی طبیعت پر بہت دخل حاصل ہو گیا تھا۔ یہ محلسرائے کی قابلہ و مہتممہ تھی۔ الغرض سلطنت کے کل
معاملات خارجیہ و داخلیہ کا تصفیہ محلسرائے کی چار دیواری میں بیٹھ کر ہوا کرتا تھا۔ انکے بعد خواجہ سرا اتالیق (خوجہ)
سلطانی اور مفتی کو سلطانی دربار میں زیادہ دخل تھا۔ آخر الذکر دونوں نے اس کو ایسا متعصب بنا دیا کہ ایکدفعہ
مراد نے قسطنطنیہ کے کل گرجوں کو مسجد بنانے کی صلاح کر لی۔ مگر سفرائے دول اجنبیہ نے وزرا اور معتبروں کو رشوتیں
دے دلا کر اس تجویز کو ملتوی کرا دیا۔ مگر پھر بھی غلطہ کے تین گرجے بند کر دیئے گئے۔ فرانسیسی سفیر نے اعتراض کیا۔
جسکی کچھ پرواہ نہ کیگئی۔ اور سفیر اور صنعان پاشا وزیر اعظم میں ان بن ہو گئی۔ اسی زمانہ میں ہنری شاہ فرانس کو
فلپ ثانی شاہ ہسپانیہ کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کا قوی احتمال ہو گیا۔ اور اس نے سابقہ وعدے یاد دلا کر فلپ کے
برخلاف سلطانی بیڑا کی امداد طلب کی بلکہ فرانس کتھرائن نے سلطانہ صفیہ کو اسبارہ میں تاکیدی خط لکھا۔ مگر
آخر الذکر نے وینس کے سفیر کو دکھلا دیا۔ اور اس نے شاہ کی درخواست کو منظور نہ ہونے دیا۔ اس سے کچھ
عرصہ بعد جرمنی نے درخواست کی کہ والیشیا پر ایسا عیسائی حاکم مقرر کیا جائے۔ جو فرانس کے زیر حفاظت اور اسکا
ہواخواہ ہو۔ بابعالی نے انکار کر دیا۔ اس پر سفیر مذکور نے ایک خفیہ عرضداشت۔ سلطان کی خدمت میں ارسال کر کے اپنی قوم
کی شکایات ظاہر کیں۔ سلطان نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر شاہ فرانس ہماری حکومت پر خواہ نخواہ نکتہ چینی
کریگا۔ تو ہم کل مراعات کو جو عطا کیگئی ہیں۔ واپس لے لینگے۔ غلطہ کے تین بند شدہ گرجوں میں سے دو آخر کار
کھولدیئے گئے۔ ۱۵۸۵ء میں جرمنی کی جگہ میبوری ڈی لنکوسم فرانسیسی سفیر مقرر ہوا۔ مگر وہ بھی اپنی خود سری کی وجہ
سے بابعالی کو خوش نہ رکھ سکا۔ ۱۵۸۶ء میں زار روس فیوڈر وانووک نے تحایف پیش بہا دیکر اپنے سفیر
سلطان کی خدمت میں روانہ کئے۔ اسی سال اسٹیفن باتھوری کے مرجانے پر امرائے پولنڈ نے بابعالی کی ایما پر سویڈن

شاہزادہ بجسنڈ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ فرانسیسی سفیر کی خرد ماغی سے جسقدر نقصان فرانس کے اقتدار کو پہنچا۔ ویسا ہی انگلستان کا رسوخ ٹرکی میں بڑھگیا۔ ان دونوں ملکوں میں سلطان مراد ثالث کے زمانہ سے پہلے کبھی براہ راست کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں ہوا تھا۔ ۱۵۷۹ء میں تین انگریز تاجر ولیم ہیربون۔ ایڈورڈ ایلیس اور رچرڈ سٹیپل انگلستان سے قسطنطنیہ وارد ہوئے۔ اور درخواست کر کے باب عالی سے انگریزی تجارت اور انگریز تجار مقیمہ ٹرکی کیلئے وہی مراعات حاصل کرلیں جو دیگر اجنبی اقوام کو حاصل تھیں یہ مراعات صرف تجارت کے متعلق تھیں۔ ان کو عیسائیوں یا ملکی معاملات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۵۸۳ء میں ملکہ ایلزبتھ نے فلپ ثانی جسکا جانی دشمن ہو رہا تھا ہیربون کو باضابطہ قسطنطنیہ میں اپنا سفیر مقرر کیا اور سلطان سے فلپ پوپ کے برخلاف انگلستان سے متحد ہو جانے کی التجا و آرزو کی۔ ملکہ موصوفہ جسکی دانائی اور تدبیر ملکداری مسلمہ ہے۔ بت پرستی سے مسلمانوں کے بیحد متنفر ہونیکے عام معلوم امر واقع سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے اپنے القاب سرکاری مراسلتوں میں جو دربار انگلستان سے عثمانیہ دربار کو بھیجی جاتیں۔ ہمیشہ اس طرح لکھتی "ان بت پرستوں کے برخلاف جو جھوٹ موٹ پیروان مسیح بننے کے مدعی ہیں سچے دین کی نہایت شجاع اور صادق العزم حامیہ" جب ہسپانیہ بیڑا اعظیم والمشہور بہ گریٹ آرمیڈا سے انگلستان پر حملہ آور ہونیکی تیاریاں کر رہا تھا۔ تو ملکہ ایلزبتھ کے سفیر نے نومبر ۱۵۸۷ء میں سلطان کو عریضہ بھیجکر التجا کی۔ کہ "اگر ممدوح اپنی عظیم الشان سلطنت کی کل ہیبت و ہیبت افزا بحری طاقت نہیں بھیجنا چاہتے تو کم از کم ساٹھ اسی جنگی جہاز تو ضرور اس بت پرست شاہ ہسپانیہ کی سرکوبی کیلئے روانہ فرمادیں جو پوپ اور تمام دیگر بت پرست فرمانرواؤں کی مدد پر بھروسہ کر کے ملکہ انگلستان کو تباہ کرنیکا ارادہ کر رہا ہے۔ اور پھر اس سے فارغ ہو کر اپنی کل طاقت کو سلطان کی بربادی پر لگا کر کل دنیا کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ اگر عثمانیہ فرمانروا اور ایلزبتھ ہسپانیہ کے برخلاف بسرعت تمام بحری اتحاد و اتفاق کرینگے۔ تو مغرور ہسپانوی اور کاذب پوپ معہ اپنے ہمراہیوں کے فی الفور فی النار و السقر ہو جائینگے۔ خداوند کریم اپنے بندوں کا خود محافظ ہوگا۔ اور ٹرکی و انگلستان کے ہاتھوں سے صفحہ زمین کے بت پرستوں کو معدوم کرا دیگا"۔ ملکہ ایلزبتھ کے خطوط جرمن مورخ نے اپنی تاریخ روم کی ۳۹ ویں جلد میں بجنسہ نقل کئے ہیں۔ یہ لاطینی زبان میں ہیں۔ پہلا خط ایلزبتھ کیطرف سے وزیر محمد

سلہ اللہ اکبر زمانہ کی نیرنگیاں بھی عجیب و غریب ہیں جس ملک کی ملکہ ذیجاہ نین سو نو برس ہوئے۔ ٹرکی کے وزیر اعظم کو مخاطب کرنے میں اپنا فخر سمجھتی تھی ۱۹۲۰ء کے نومبر میں اسی ملک کی ایک دوسری جلیل القدر ملکہ کا وزیر اعظم ٹرکی کے فرمانروا کو بخوف و خطر ہو کر دھمکیاں دیتا ہے۔ اور وہ فرمانروا اس وزیر اعظم کو براہ راست تاریں بھیجکر اس کی خفگی کو دور کرانیکی کوشش کرتا ہے۔ مگر چند ہی مہینوں میں نقشہ پھر بدل جاتا ہے۔ ہفتوں میں صدیوں کی نکبت و ذلت کافور ہو جاتی ہے۔ انگلستان کی خریدوں مرتبت ملکہ کا ہم پلہ فرمانروا و دیں فرمانروائے ٹرکی سے بذات خاص ذاتی رفاقت و محبت کا واسطہ ڈالکر ایک عیسائی ریاست (یونان) پر رحم کرنیکی درخواست

سنقلی کے نام ہے۔ جو ۱۵۔ نومبر ۱۵۸۲ء کو مقام ونڈسر سے لکھا گیا تھا۔ موصوفہ کا دوسرا خط جو انگریزی سفیر نے سلطان کی خدمت میں پیش کیا مورخہ ۹۔ نومبر ۱۵۸۲ء ہے۔ ان کے علاوہ دو اور خط ہیں۔ ایک ۱۵۸۲ء کا لکھا ہوا ہے۔ جسمیں الجیریا سے چند انگریزوں کو چھڑوانے کی درخواست ہے۔ اور دوسرا مورخہ ۳۰۔ نومبر ۱۵۸۸ء ہے۔ جسمیں ہسپانیہ کے بیڑہ پر انگریزوں کے فتح پانے کی خبر دیکر سلطان سے ہسپانیہ پر حملہ کرنے کی مکرر درخواست کی گئی ہے۔ ہنری ثالث شاہ فرانس نے بھی اسی غرض کیلئے اپریل ۱۵۸۸ء میں خاص سفیر قسطنطنیہ بھیجکر سلطان کو کہلا بھیجا تھا۔ کہ اگر فلپ نے انگلستان کو فتح کرلیا۔ تو وہ جلد ٹرکی کو بھی مغلوب کریگا۔ ترکوں نے دونوں عیسائی فرمانرواؤں کی درخواست پر امداد کا وعدہ تو کردیا۔ مگر غالباً جنگ ایران کی وجہ سے ان کا ایفا نہ کرسکے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ انگریزوں نے سعدالدین ترکی مؤرخ کو جسے مراد پر جو علم پرور ہونے کا خاندانی خاصہ رکھتا۔ بہت کچھ رسوخ حاصل تھا۔ زر خطیر دیا تھا کہ وہ سلطان کو انگلستان کی امداد پر مائل کرے۔ بعض عثمانیا مرا بت پرست رومن کیتھلکوں اور اور پراٹسٹنٹ مذہب انگریزوں کے مذہبی اختلاف سے بہت متاثر ہوئے۔ سنان پاشا کی نسبت روایت ہے کہ اس نے آسٹروی سفیر بیزن کو کہا تھا۔ کہ وہ انگریزوں کو خالص مسلمان بنانے کیلئے سوائے اس کے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ انگلی اٹھاکر کلمۂ شہادت پڑھ لیں۔ کریسی صاحب کا خیال ہے کہ سعدالدین کی کوشش ناکامیاب رہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو فی الواقع سلطان پر ویسا رسوخ حاصل نہیں تھا جیسا کہ خیال کیا گیا تھا۔

اگر ہماری کنواری ملکہ ایلزبتھ، سلطانہ صفیہ یا مہتمم حفیظہ کو تحائف بیش بہا دیکر اپنا طرفدار بنا لیتی۔ تو غالباً نتیجہ حسب منشا نکلتا۔ اور ترکی بیڑہ کا آبنائے انگلش چینل میں انگریزی امیر البحر ڈریک وغیرہ کے ساتھ ملکر ہسپانوی بیڑہ کا مقابلہ کرنا گریٹ آرمیڈا کے معرکۂ عظیم کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہوجاتا۔ مگر میں ترکوں کے ارادہ نہ کرسکنے کی وجہ اوپر بتا آیا ہوں۔ دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ جب ہیربون انگلستان کو واپس گیا۔ تو سلطان نے اس کے ہاتھ ملکہ کو خط بھیجکر ان تمام انگریزوں کو جنہیں بحری قزاق اسیر کرلیں رہائی دلوا دینے کا وعدہ کیا۔ اور انگریزی گورنمنٹ سے بھی ترکی رعایا کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہونیکی امید ظاہر کی۔ ہیربون کے بعد ایڈورڈ بریٹن انگریزی سفیر ہوا۔ اس نے بابعالی سے درخواست کی۔ کہ انگریزی جہازوں کو بحیرہ ہند میں ہسپانوی تجارتی جہازوں کو لوٹنے کی اجازت دیجاوے۔ اور ٹرکی اس پرتگالی کو جو تخت ہسپانیہ کا مدعی ہے امداد دیوے۔ بابعالی نے درخواست کو صاف تو نامنظور نہ کیا۔ مگر اس کی تعمیل سے گریز کیا گیا۔ صاف انکار کرنا اس لئے مناسب سمجھا گیا۔ کہ انگریز شکستہ دل ہوکر ہسپانیہ کے ساتھ جنگ کرنے رہنے سے دست بردار نہ ہوجائیں۔ فرانسیسی

کرتا ہے۔ ممالک اجنبیہ کے وزراء اعظم اپنی اپنی قدر و منزلت سے واقف ہوکر دبک جاتے ہیں۔ اور اگست ۱۵۹۶ء میں شاہان عالم ضعیف سے معاملات پر سلیمان اعظم کے خلف الرشید کو مبارکباد دینے میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں ذالک فضل اللہ یعطیہ من یشاء۔ واللہ یعز من یشاء ویذل من یشاء والعاقبۃ للمتقین۔ ۱۲۔ مولف

سفیر لنکوسم فلپ کے ساتھ مل گیا تھا۔ اسلئے ہنری چہارم نے ۱۵۸۹ء میں تخت نشین ہوتے ہی انگریزی برٹن ہی کو اپنا سفیر بھی مقرر کر دیا۔ اور جب شاہ موصوف مستقل طور پر حکمران ہو گیا۔ تو اُس نے بریوی کو سفیر مقرر کر کے لنکوسم کو موقوف کر دیا۔ برٹن نے فلپ کے برخلاف ہنری چہارم کو مدد دینے کی بھی سلطان سے درخواست کی تھی مگر چونکہ فلپ نے پیش بندی کر کے سلطان سے عہد نامہ صلح کر لیا ہوا تھا۔ باب عالی نے صاف انکار کر دیا۔

سلطانی دربار کی خرابیوں نے آخر اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا۔ فوجی انتظام اور خود فوجوں میں ابتری کا قدم داخل ہو گیا۔ جسکی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ ناقابل آدمی جرنیل اور افسر بننے شروع ہو گئے تھے۔ بلکہ فوجی جاگیروں کے انتظام میں خرابی پڑ جانے اور ضبا منوں تیماروں کی فروخت غیروں کے پاس شروع ہو جانے سے عام ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ قانون نے تو ان جاگیروں کو صرف فوجی خدمت کرنیوالوں کیلئے مختص کر رکھا تھا۔ مگر اب کہ ہر کہ و مہ حتیٰ کہ یہودی او یہودنوں تک نے بھی ان کو خرید کر پھر نفع پر بیچنا یا خود ان کا محاصل لینا شروع کر دیا۔ آخر فوجی نظام اسقدر ابتر ہو گیا کہ ۱۵۸۹ء میں ینگچریوں نے مجلس سلطانی پر جہاں سلطان کا اجلاس ہو رہا تھا حملہ آور ہو کر دفتر دار اور محمد پاشا گورنر رومیلیا المشہور بہ شاہین کے سر طلب کئے۔ سپاہیوں کا غصہ ناواجب نہ تھا۔ پاشا مذکور نے فوج کو کم مالیت کے سکوں میں تنخواہ دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ دفتر دار بے قصور تھا۔ مگر مراد کو محمد پاشا کے ساتھ ہی اسکا سر بھی اپنے فوجی آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے انکے پاس بھجوانا پڑا اور جب ایکدفعہ گورنمنٹ فوجی باڈی میں آ گئی تو پھر ہمیشہ کیلئے قاعدہ مقرر ہو گیا اس واقعہ کے بعد چار سو برسوں کے اندر ینگچریوں نے دو دفعہ بغاوت کی اور ہر دفعہ سلطان کو مجبور اپہلا وزیر بدلکر دوسرا مقرر کرنا پڑا۔ ۱۵۹۱ء میں ان خود سروں نے سلطان کو مالڈیویا کے باجگزار صوبہ کا حاکم اس سائل کو بنانے پر مجبور کیا جس نے رشوت دیکر انکو اپنا طرفدار بنا لیا تھا۔ ۱۵۹۳ء میں سپاہیوں نے بغاوت کر کے دفتر دار اور پہلے خزانہ کے قتل کا مطالبہ کیا۔ وہ آل رسول میں سے تھا اور سلطان کو اس کا قتل کرانا سخت ناگوار تھا۔ چنانچہ جب ینگچریوں نے دفتر دار کی حمایت کر کے سپاہیوں کی بغاوت کو فرو کر دیا۔ تو گو اس سے آئندہ کیلئے دونوں فوجوں میں خانہ جنگی کا سامان تیار ہو گیا مگر سلطان نے سر دست دفتر دار کا بچ جانا بہت غنیمت سمجھا۔

دار الخلافہ میں تو یہ خرابیاں پڑ رہی تھیں۔ اور صوبے گورنروں کے ظلم و ستم اور حرص و طمع سے تباہ ہو رہے تھے۔ جسکا لازمی نتیجہ رعایا کی عام ناراضی اور علانیہ بغاوت ہوا کرتا ہے۔ ایشیائی ضلع کیفہ میں ایک شخص نے اپنا نام اسمٰعیل فرزند شاہ طہماسپ ظاہر کر کے فساد برپا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ارض روم کے گورنر نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

مصر کے ملیشیا نے بھی اس زمانہ میں بغاوت کر دی۔ بودا کی فوج نے جسکی چھ ماہ کی تنخواہ بقایا تھی پاشا کو قتل کر دیا اس کی سزا میں ۵۰ مجرم پھانسی دیئے گئے سب سے آخر تبریز کی فوج بگڑی۔ کیونکہ اسے بھی کم مالیت کے سکے میں

تنخواہ دینے کی تجویز کیگئی تھی جعفر پاشا گورنر نے سرغنہ باغیوں کو بلا کر بظاہر ان سے صلح کر لی۔ اور اسکی خوشی میں ایک عظیم الشان ضیافت کر کے انکو مدعو کیا۔ اور اسی موقعہ پر ۱۴۰ سو باغیوں کو قتل کرا دیا۔ جبل لبنان کے ڈروز بھی گورنروں کے ظلم سے تنگ آکر برسر جنگ ہو گئے۔ اور ۱۵۹۲ء کی خوفناک بلا نے جو دار الخلافہ میں پھیل گئی تھی مصیبت کے پیالہ کو لبریز کر دیا۔ ینگچریوں کی سرکشی حد برداشت سے بڑھ گئی۔ اور انسے مخلصی پانے کے لئے جنگ برپا کرنے کا عزم کر لیا گیا۔ اور صنعان پاشا نے جو پھر وزیر اعظم ہو گیا تھا ہنگری میں لڑائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسپر مخالفانہ کارروائی فی الفور شروع ہو گئی۔ حسن پاشا گورنر بوسینا نے مقام سسک (واقع کروشیا) فتح کر لیا اور آسٹرین سپہ سالار ناداسدی کو گرفتار کر لیا۔ مگر سال آئیندہ میں پاشا مذکور کو اسی مقام پر آسٹریوں نے ہزیمت فاش دیکر بھگا دیا۔ اور وہ ہمراہیوں کے سمیت دریا میں ڈوبکر مر گیا۔ اس لڑائی کے بعد باضابطہ اعلان جنگ کیا گیا اور آسٹروی سفیر قید میں ڈالدیا گیا۔ ۱۵۹۴ء میں کچھ مقام ترکوں نے آسٹریا سے اور کچھ مقام آسٹریا نے ترکوں سے چھین لئے۔ اور متخاصمین کی فتوحات ابھی تک تقریباً مساوی تھیں کہ ٹرنسلوینیا، مالڈیویا اور والیشیا تینوں صوبوں نے متفق ہو کر یکبارگی بغاوت کر دی۔ اور جسقدر ترک ان صوبوں میں منتشر تھے انکو قتل کر دیا۔ ینگچریوں کے شر اٹھانے کیلئے مراد کو اُن کے آغا کو جو کبھی سلطان کے بغیر میدان کو نہیں جاتا تھا۔ ان کے پاس بھیجدیا۔ اور حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا مقدس علم بھی شام سے جہاں وہ مصر سے لا کر رکھا گیا تھا۔ ہنگری روانہ کرنے کیلئے منگوا بھیجا۔ مگر فوج کی خودسری اور پست ہمتی کسی ترکیب سے دور نہ ہو سکی۔ تھوڑا ہی عرصہ بعد سلطان کی علالت کی خبر پہنچنے سے فوج کی رہی سہی ہمت ٹوٹ گئی۔ مراد عیاشی سے پہلے ہی نحیف و کمزور ہو رہا تھا۔ ان تفکرات نے اسکو اور مضمحل کر دیا۔ اور مرنے سے چندروز پہلے جب ایک مصاحب نے اسکو ایک خواب جو اسنے دیکھا تھا بتایا تو مراد نے اس سے نتیجہ نکال لیا کہ اب میں مرجاؤنگا۔ وہ اسی وہم میں بیمار ہو گیا۔ اور مرنے سے ایک دن پہلے اس پر تکلف محل میں جو صنعان پاشا نے حال ہی میں باسفرس کے کنارہ تعمیر کرایا تھا چلا گیا۔ وہاں دریچہ میں بیٹھکر وہ جہازوں کی آمد و رفت کو دیکھ رہا تھا۔ اور قوال حسب معمول گا رہا تھے۔ کہ اتنے میں دو جہاز مصر سے باسفرس میں داخل ہوئے اور انہوں نے شاہی سلامی اتارنے کیلئے توپیں سر کیں۔ جن کی آواز سے دریچوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ یا بقول بعض گنبد دار چھت کی روغنی کھپریلیں گر پڑیں۔ یہ فال بد اپنا کام کر گیا۔ مراد فوراً پکار اٹھا "پہلے کل بیڑہ کے توپخانوں کی گرج سے کبھی ایک شیشہ بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ اور اب ان حقیر سی کشتیوں کی توپوں سے وہ چکنا چور ہو گئے ہیں۔ مجھے اس سے اپنی زندگی کے محل کی بربادی کا پتہ مل گیا ہے" اس کے بعد وہ زار زار روتا رہا خدام اسے محل سلطانی کو واپس لے گئے۔ اور اسی رات (۱۶-جنوری ۱۵۹۵ء) اس جہان سے کوچ کر گیا۔ ترکی مؤرخ لکھتا ہے۔ مراد متوسط القامت کم ریش۔ زرد رنگ۔ خورد چشم۔ شہوت پرست

تھا۔ اور اس کے شبستان (حرم سرائے شاہی) میں پانسو کنیزیں تھیں +

انحطاط سلطنت ترک گو طبعاً بحری زندگی کے شائق نہ تھے۔ اور نہ ہی تجارت کے مشتاق تھے چنانچہ تھوڑی بہت تجارت سلطنت عثمانیہ میں ہوتی تھی وہ زیادہ تر عیسائی اور یہودیوں کے ہاتھ میں تھی جیسی کہ اب بھی ہے۔ تاہم زمانہ عروج میں جیسا کہ صفحات بالا کے پڑھنے والے سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا۔ انکی بحری طاقت کل دنیا کی دیگر دولتوں سے زبردست اور فائق تھی۔ سولھویں صدی عیسوی کے شروع میں زمانہ سلیم اول عثمانیہ بحری بیڑہ میں چار سو جہاز مختلف قسم کے تھے جن پر تیس ہزار ملاح مامور تھے۔ سلیم ثانی کے عہد میں بھی اگرچہ ترکی بیڑا ابھی بہت مضبوط تھا مگر اسمیں کمزوری کی علامتیں کسی قدر نمایاں ہو گئی تھیں اور جنگ لیپانٹو میں اسے ایسا صدمہ پہنچا جس سے وہ پھر پوری طرح نہ سنبھل سکا۔ اس شکست کے بعد جس سرعت اور مستعدی سے جہاز تیار کر لئے گئے اُس سے بیشک یورپ متحیر رہ گیا مگر ویسی ہی آسانی اور سرعت کے ساتھ مقتول و شہید ملاحین و افسروں کی جگہ نئے تجربہ کار ملاح اور افسر بہم نہیں پہنچائے جا سکتے تھے۔ علاوہ بریں غفلت اور بد انتظامی کی وجہ سے سولھویں صدی کے اختتام پر ترکی بیڑا بسرعت کمزور ہونا شروع ہو گیا۔ ۱۶۲۶ء میں سر طامس رو[۱] انگریزی سفیر نے جو ۱۶۱۵ء میں انگلستان کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر چار برس تک شاہجہان کے دربار میں رہا تھا۔ اور بعد ازاں دربار قسطنطنیہ میں اسی حیثیت میں مقرر کیا گیا تھا ترکی بیڑہ کے متعلق تحریر کیا کہ عثمانیہ جہاز ایسے بوسیدہ اور نکمے ہو رہے ہیں کہ کل بیڑہ میں سے بمشکل پچاس سمندر میں چلنے کے قابل ہیں اور انکا بھی سامان درست نہیں نہ ان کیلئے ملاح کافی ہیں۔ یہ خرابی کئی دفعہ دنیا کی دیگر عظیم الشان طاقتوں کے بیڑوں میں بھی پائی گئی ہے۔ حتی کہ خود ہماری موجودہ جلالت مآب قیصرہ ہند کے عہد سعادت مہد میں جو انگریزی قوم کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا ہے۔ انگلستان کی بحری طاقت کے بیڑہ میں جسکی عظمت و وسعت کا کل دارومدار بحری طاقت پر ہے۔ متعدد دفعہ یہی نقص پایا گیا ہے کہ غفلت و لاپروائی کی وجہ سے تقریباً تمام جہاز بوسیدہ ہو گئے ہوئے تھے۔ اور اگر خدانخواستہ اُن اوقات میں کسی دوسری سلطنت سے لڑائی ہو جاتی تو نتیجہ اچھا نہ نکلتا۔ مگر چونکہ قوم مذکورہ کے اقبال ابھی اوج پر ہیں۔ چند برسوں کی غفلت کے بعد چند ابنائے وطن کو یہ خرابی معلوم ہو جاتی رہی اور انکی توجہ دلانے سے کل بیڑہ خوب درست

---

[۱] مشہور انگریزی مدبر ۱۵۸۱ء میں بمقام اسکس (واقع انگلستان) پیدا ہوا۔ اس نے اپنی سفارت ہند کے حالات نہایت دلچسپ پیرایہ میں تحریر کئے ہیں۔ بہ دوران اقامت قسطنطنیہ اس نے یونانی اور دیگر ایشیائی زبانوں کے کئی نادر قلمی نسخے جمع کئے۔ اور وہاں سے روانہ ہوتے وقت سرل بطریق قسطنطنیہ کیطرف سے چارلس اول شاہ انگلستان کی خدمت میں انجیل کا ایک قدیم قلمی نسخہ جو اسکندریہ میں لکھا گیا تھا تحفتاً لے گیا۔ ۱۶۴۴ء میں فوت ہوا۔ مؤلف - ۱۲ +

کی سرگرمی سے پھر درست کر لیا جاتا رہا۔ ترک شومیٔ بخت سے ایسے مدہوش ہوئے کہ نہ انکو اپنی کمزوری معلوم ہوئی اور نہ وہ اُس کی اصلاح پر متوجہ ہوئے۔ یا اگر کبھی ہوش بھی آیا تو اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہر وقت نرغۂ اعدا میں ایسے گرفتار رہے کہ باوجود نیت و ارادہ اصلاح کے لئے فرصت پا سکے نہ دولت۔ جیسا کہ ہمارے موجودہ امیر المومنین جلالت مآب عبد الحمید خان ثانی کے عہد کے حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ باوجود ہر وہ کوشش اگر وہ سلطنت کے کسی شعبہ میں ابتک کما ینبغی ترقی نہیں کر سکے تو وہ صیغۂ بحری ہے جسکی درستی کے لئے اب اسوقت خداوند کریم کے فضل و کرم سے جنگ روم و یونان کے بعد حضور ممدوح کو فرصت مطلوبہ بہم پہونچ گئی ہے۔ اور چند مہینوں کے عرصہ میں ہی جہانتک حفاظت ملک و بنادر بالخصوص دارڈنیلز باسفرس اور آستانہ علیہ (قسطنطنیہ) کی حفاظت کا تعلق ہے بحری طاقت کافی درست کر لیگئی ہے۔ اور اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو تھوڑے سے مزید عرصہ میں جارحانہ اغراض کے لئے بھی عثمانیہ بیڑہ پھر اپنی سابقہ سطوت کو حاصل کریگا الا ماشاء اللہ۔ میں اسبارہ میں کتاب واقعات روم میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ اس لئے موجودہ حالت کی توضیح کو نہیں چھوڑ کر پھر سولہویں صدی کے اختتام کے حالات کیطرف رجوع کرتا ہوں۔ اسوقت ترکی بیڑہ اگرچہ بہت انحطاط پذیر ہو گیا تھا۔ مگر صوبجات الجیریا ٹیونس اور طرابلس کے بیڑے جنکا کام زیادہ تر بحری تاخت و تاراج ہوا کرتا تھا بدستور مضبوط اور زبردست تھے۔ حتی کہ سترہویں صدی کے شروع میں ان صوبوں کے پاشاؤں کے پاس چالیس گرانڈیل جہازوں کا جنکے بادبان مربع ہوتے تھے بیڑہ موجود تھا جس سے وہ بحیرہ روم کی تجارت کو لوٹتے رہتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ انہوں نے اپنے بیڑہ کے ایک حصہ سے ہسپانیہ کے جنوب مشرقی ساحل کے مشہور بندرگاہ ملاگا[1] کا بحری محاصرہ کر لیا۔ اور دوسرے حصہ سے دریاء ٹیگس اور دریاء گواڈل کیور (وادی الکبیر) کے دہانوں کے درمیانی ساحل پر گشت کرتے رہے۔

ترکوں کے بڑے بڑے بحری سٹیشن اُس زمانہ میں قسطنطنیہ اور گیلی پولی کے سوا نیکومیدیا اسمد انیگرو پانٹ (یونان کے مشرق میں ایک جزیرہ جو اب یونان کے ماتحت ہے) اور اوونا (واقع البانیا) تھے یونانی ترکی بیڑہ کے بہترین ملاح ہوتے تھے۔ چپو چلانے کا کام عیسائی قیدی کیا کرتے تھے۔ اور بحری فوج کیلئے سلطنت میں سے جبریہ فوجی خدمت کے قاعدہ سے رنگروٹ بھی بھرتی کئے جاتے تھے جنگ لیپانٹو سے پہلے ترکی گیلی یا جہازوں پر فی گیلی تین سے لیکر سات تک توپیں ہوتی تھیں جنمیں سے دو گراں وزن ہوتی تھیں انکے بعد توپوں کی تعداد دگنی کر دیگئی۔ مگر وینشی جہازات کی توپوں سے پھر کم رہیں۔ ترک صف جنگ باندھکر

[1] ملاگا ہسپانیہ کے جنوب مشرقی صوبہ اور اس کے صدر مقام کا بھی نام ہے شہر کے قریب عربوں کا تعمیر کردہ ایک مضبوط قلعہ بنام جبل الفارہ ہے جو اب تک موجود ہے شہر کے بندرگاہ میں ۵۰۰ جہاز سما سکتے ہیں اسے فونیشیا والوں نے تین ہزار برس ہوئے آباد کیا تھا سنہ ۷۱۴ء میں عربوں نے فتح کیا اور سنہ ۱۴۸۷ء تک انکے قبضہ میں رہا سنہ ۱۸۱۰ء میں فرانسیسی اس پر قابض ہو گئے مگر دو برس بعد ہسپانیوں نے پھر چھین لیا آبادی سوا لاکھ کے قریب ہے۔ مولف

جنگی نقل و حرکت میں ایسے ماہر نہ تھے۔ اُن کا عام طریق عمل یہ تھا کہ گولہ باری کو محفوظ رکھکر غنیم کے جہازوں کے قریب پہنچ جاتے تھے۔ اور پھر یکبارگی توپیں سر کر کے دشمن کے جہازوں میں کود پڑتے تھے۔ کپتان پاشا صرف بحری سپہ سالار ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ بحری کارخانے اور اسلحہ خانے بھی اُسی کے واحد اقتدار میں ہوتے تھے۔ خیرالدین باربروسا کی عزت افزائی کے لئے کپتان پاشا بحری علاقہ کا بیلربے اور گھوڑے کی دو دموں کا جھنڈا رکھنے والا پاشا بنا دیا گیا۔ بیلربے لفظی معنے کل بیُوں کے سردار کے ہیں۔ خشکی کے علاقوں کے دو بیلربے تھے ایک ایشیائی مقبوضات کا اور دوسرا یورپین صوبوں کا۔ کپتان پاشا بحری علاقہ کا جو بہا بخشوں پر منقسم تھا بیلربے بنا دیا گیا۔ اور سلیم ثانی کے عہد میں ۱۵۶۶ء میں جزیرہ ساؤ یاکیوس کے فتح ہونے پر کپتان پاشا کو تین دموں کے جھنڈے کے پاشا کا اعزاز اور وزیر کا رتبہ عطا کر دیا گیا۔

سولہویں صدی میلادیہ کے انجام پر عثمانیہ بیڑہ ہی نہیں بلکہ کل سلطنت کے لئے بالعموم تنزل کی آمد کے آثار محسوس ہونے شروع ہو گئے تھے۔ سلیم ثانی کے عہد کے محاربوں نے خزانہ کو اس قدر خالی کر دیا تھا کہ اس نے مابقی زر و دولت ذاتی خزانہ میں بھجوا دی۔ قبل ازیں خزانہ قدیم بائی زنطاین قلعہ موسومہ "ہفت بروج" میں رکھا جاتا تھا۔ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں ہر ایک برج علیحدہ علیحدہ اقسام کے لئے مخصوص تھا ایک میں فقط طلائی۔ دوسرے میں صرف چاندی کے سکے ہوتے تھے۔ تیسرے میں نقرئی و طلائی ظروف اور جواہرات۔ چوتھے میں قیمتی اور نادر قدیم اشیاء جمع تھیں پانچویں میں پرانے سکے اور دیگر اشیاء جو زیادہ تر سلیم اوّل نے ایران اور مصر کی مہموں میں جمع تھیں۔ چھٹا ایک قسم کا اسلحہ خانہ تھا۔ ساتواں سرکاری کاغذات کا دفتر اور کتب خانہ تھا۔ سلیم ثانی کے بعد "ہفت بروج" بطور قید خانہ جس میں معزز و ممتاز اشخاص نظر بند کئے جاتے اور نیز بطور اسلحہ خانہ مستعمل ہونا شروع ہو گیا۔ مراد ثالث نے جس کی حرص و طمع کا کوئی پایان نہ تھا۔ خزانہ کے لئے ایک نہایت ہی مضبوط تہ خانہ جس میں تہرے قفل تھے تیار کرایا۔ اور رات کو خود اس کے دروازہ پر سوتا تھا۔ یہ تہ خانہ سال میں صرف چار دفعہ اور خزانہ جمع کرنے کے لئے کھولا جاتا تھا۔ جس کی سالانہ مقدار کا اندازہ ایک کروڑ بیس لاکھ ڈیوکٹ کیا گیا ہے۔ مگر مسٹر بیڈ صاحب بیس لاکھ کو زیادہ قرین قیاس تصور کرتے ہیں۔ یہی مؤرخ تحریر کرتا ہے کہ "سلطنت عظمٰی کے عیسائی ایک صدی سے ترکی جور و ظلم سے نہایت مفلوک الحال پست ہمت اور شکستہ بال ہو گئے ہوئے تھے۔ اور اکثر دیہاتی پاشاؤں کی خودسری سے تنگ آ کر شہروں میں جمع ہو گئے تھے حتیٰ کہ سولہویں صدی کے اخیر پر صرف دارالخلافہ میں ایک لاکھ یونانی عیسائی دہقانی شمار

کئے گئے تھے۔" اُس زمانہ میں انتظام سلطنت کے بگڑ جانے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر مینیز صاحب کے اس بیان کو بمشکل تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس خرابی سے صرف عیسائی مورد ظلم و ستم ہوتے تھے۔ ترکی قوانین اور خود ترکی قوم کی بے تعصبی اور ذمی رعایا کی دستگیری و حفاظت کی مفصل کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صاحب موصوف کو لکھتے وقت شائد یہ فراموش ہو گیا ہو گا کہ ظالم و راشی و خود سر حاکم اپنے ذاتی منفعت کے سوا اور کسی کا لحاظ نہیں ہوتا اور اُس کے ظلم کا آرہ عیسائی، مسلمان۔ یہودی۔ دہریہ سب کے سر پر یکساں چلتا ہے۔ علاوہ بریں صاحب ممدوح اپنے بیان کی خود ہی آگے چلکر تردید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ اُن عیسائیوں میں سے اکثر تجارت یا سرکاری آمدنیوں مختلف مدوں کے ٹھیکے لینے سے بیشمار دولت کما لیتے تھے۔ چنانچہ اُن میں سے ایک شخص مسمی میکائیل کنٹا کوزین (جس ذکر پہلے بھی آچکا ہے) اپنی بے انتہا دولت اور سازشوں کی وجہ سے جنکے طفیل اُس کا نام شیطان) اوغلی (بچہ شیطان) پڑ گیا تھا۔ نہایت ہی ممتاز اور سربرآوردہ تھا۔ گو بعض کا خیال ہے کہ وہ یونانی الاصل نہیں تھا۔ بلکہ پیدائیشاً انگریز اور ایک انگریزی سفیر کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ کئی صوبوں کی قسمت اکیلے اس شخص کے ہاتھ میں تھی۔ وہ اپنے خرچ پر بیس۲۰ تیس جنگی جہاز تیار کر سکتا تھا۔ اور اُس کا محل جو اُس نے ایکنولی میں تعمیر کرایا تھا شان و شوکت میں خود سلطانی محل کے ہم پلہ تھا۔ اُسے یہ اقتدار و منزلت وزیر محمد سقلی کی عنایت و مہربانی سے حاصل ہوئی مگر یہ زبردست وزیر بھی آخر کار اُس کو مراد ثالث کے غضب سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ اور مارچ ۱۵۷۸ء میں وہ اپنے محل کے پھاٹک کے سامنے پھانسی دیدیا گیا۔ یونانی عیسائیوں کے علاوہ یہودیوں کو بھی سلطنت عثمانیہ میں پوری قدر منزلت حاصل رہی ہے ابتدائے زمانہ سے لیکر اب تک سلطانی اطبا یہودی لوگ ہی رہے ہیں۔ اور تجارت کے اکثر شعبے اُنہی کے ہاتھ میں ہیں سلاطین کے درباروں میں گوئے اور سازندے بھی یہی لوگ تھے۔

سلطان محمد ثالث کا عہد حکومت

مراد ثالث کے ۱۰۳ بچے پیدا ہوئے تھے جنمیں سے بیس لڑکے اور ۲۷ لڑکیاں اُس کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔ اور ابھی کئی کنیزکیں حاملہ تھیں سب سے بڑا بیٹا محمد اُس وقت صوبہ میگنیشیا (واقع ایشیائے کوچک) کا گورنر تھا۔ اسکی والدہ سلطانہ صفیہ نے مراد کی وفات کا راز پوشیدہ رکھکر بیٹے کو بلا بھیجا۔ سلطان کی وفات کو پوشیدہ رکھنے کی پھر کبھی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ محمد آخری شہزادہ تھا جسکو تخت نشیں ہونے سے پہلے گورنری کرنے کا موقعہ ملا۔ آئندہ کے لئے یہ دستور بند ہو گیا۔ اور شہزادوں کے لئے محلسرائے سے باہر نکلنے کی ممانعت ہو گئی محلسرائے

کے جس حصہ میں یہ سکونت پذیر ہوتے تھے وہ قفس کہلاتا تھا جس سے وہ تخت نشینی کے لئے یا آغوش لحد میں ہونے کے باہر نکلتے اس قاعدے کے نفاذ کی وجہ ظاہری یہ خوف تھا کہ وہ بغاوتوں کے سرغنہ ہو سکیں۔ مگر اس نا عاقبت اندیش اور کوتاہ نظر احتیاط سے شاہی خاندان کے نوجوانوں پر بیرونی دُنیا سے بالکل بیخبر محض عورتوں اور خوشامدی اتالیقوں کی صحبت میں رہنے سے لازمی طور پر جیسا کچھ بُرا اثر پڑا وہ بھی محتاج بیان نہیں محمد ثالث نے بارہویں دن دارالخلافہ پہنچتے ہی اپنے انیس بھائیوں کو محمد ثانی کے قابیلانہ صفت قانون کی قربانگاہ پر چڑھا دیا جو باپ کی قبر کے نزدیک دفن کئے گئے اور کل حاملہ کنیزوں کو جو تعداد میں دس تھیں دریا میں غرق کر دیا۔

محمد ثالث ۲۳ برس کی عمر میں تخت نشیں ہوا۔ تخت نشینی سے آٹھویں دن علما کو خوش کرنیکے لئے شاہانہ جلوس کے ساتھ مسجد ایا صوفیا میں نماز جمعہ ادا کرنے گیا۔ مراد نے دو برس سے جامع مسجد میں اسی خوف سے نماز جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا تھا کہ کہیں فوج راستہ میں بیحرمت نہ کرے ینگچری فوج میں حسب دستور اس کو نئے سلطان سے خوشنود کرنے کے لئے چھ لاکھ ۶۰ ہزار ڈیوکٹ کی خطیر رقم تقسیم کی گئی اور ہنگری کو کمک بھیجنے کے لئے جہاں میدان کارزار ترکوں پر بہت تنگ ہو رہا تھا بڑے زور شور سے تیاریاں شروع کر دی گئیں مگر ان تیاریوں کے دوران میں سپاہیوں (سواران خاص) کی دو رجمٹیں اسبات پر بگڑ گئیں کہ شاہی انعام سے ہم کو تھوڑا حصہ ملا ہے انہوں نے فرہاد پاشا وزیر اعظم کے مکان کا احاطہ کر کے مزید انعام کے لئے تنگ طلبی شروع کر دی فرہاد نے جواب دیا۔ "میدان جنگ کو جاؤ وہاں تمہیں تمہارا حق ادا کر دیا جائیگا"

اسپر سپاہیوں نے زیادہ برافروختہ ہو کر دھمکیاں دینی شروع کر دیں فرہاد نے اس تمرد پر ناراض ہو کر کہا۔ "کیا تم نہیں جانتے جو اپنے افسروں اور سرداروں کا حکم نہیں مانتے وہ کافر اور انکی عورتیں بانجھ ہوئی ہیں" یہ اس طنز سے سخت غضب آلود ہو کر باغی مفتی کے پاس چلے گئے اور وزیر کے الفاظ اُس کے سامنے دوہرا کر اُس کے قتل کا فتوی مانگا۔ مفتی نے رفع شر کے لئے آشتی آمیز جوابدیا۔ "میرے دوستو وزیر اعظم کو جو وہ چاہتا ہے کہنے دو۔ وہ تمہیں کافر اور تمہاری عورتوں کو بانجھ نہیں بنا سکتا۔" باغی اس جواب سے آزردہ خاطر ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس شکائت لیگئے کہ مفتی صرف روپیہ لیکر فتوی دیتا ہے انصاف کا اُسے کوئی خیال نہیں تم ہماری مدد کرو۔ دوسرے سپاہی باغیوں کی فرضی شکائت کو درست مانکر انکے ساتھ شریک ہو گئے اور برسر فساد ہو کر فرہاد کے سر کا تقاضا کیا۔ کئی اعلی عہدہ دار مفسدوں کو راہ راست پر لانیکی کوشش

میں زخمی ہوئے آخر سپاہیوں کی رقیب فوج ینگچری کی امداد سے فتنہ فرو کر دیا گیا اور امن ہو جانے پر سپاہیوں کو مزید انعام دینا دقرین مصلحت تصور کیا گیا ؞

سلطانہ صفیہ کا اقتدار امور سلطنت میں اب خاوند کے زمانہ سے بھی زیادہ ہو گیا۔ بقول کریسی صاحب "محمد ۳ کو بعض اوقات اُسمیں مستعدی اور تیزی دکھانیکی قابلیت موجود تھی کمزور طبیعت کا شہزادہ تھا۔ ایکدوسرا یورپین مورخ لکھتا ہو کہ گو تخت نشینی کے موقعہ پر نئے سلطان نے جو مشہور شاعر فدوی اور مورخ سعد الدین کا شاگرد تھا نہایت وحشیانہ ظلم سے کام لیا۔ تاہم وہ ایک بیدار مغز شاہزادہ اور علم ہنر کا حامی و معاون تھا۔ وہ خود بھی شعر کہتا تھا اور عدلی تخلص رکھتا تھا۔ اُس نے اپنے طریق عمل سے ثابت کر دیا کہ اُس کے ارادے درست اور نیت نیک تھی تخت پر بیٹھتے ہی اُس کے اولیں کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ اُس کے باپ نے سلطنت کے مختلف سرکاری فنڈوں میں سے جو رقوم قرض لی تھیں وہ ادا کر دیں۔ وہ احکام شریعت کا بڑا پابند تھا اور دوسروں سے بھی اُن کی بجاآوری کے لئے اصرار کرتا تھا ؞

محمد کی تخت نشینی کے وقت جیسا کہ مراد کے عہد کے آخری برسوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے ولیشیا کے حاکم میکائیل نے بغاوت کر کے کئی قلعہ فتح کر لئے تھے اور ہنگری میں آسٹریوں کے ساتھ بھی لڑائی جاری تھی ترکوں کو دونوں ممالک میں شکست پر شکست مل رہی تھی سلطان کے بہترین مدبرین کو آخر محسوس ہو گیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ خود سلطان اپنے آباؤ اجداد کی طرح میدان جنگ میں جا کر فوج کی کمان لے اور اپنی موجودگی سے لڑائی کے پانسہ کو بدلنے کی سعی کرے سلطانہ صفیہ اس تجویز کے مخالف تھی۔ اُسے اندیشہ تھا کہ قسطنطنیہ سے باہر جا کر کہیں محمد ۳ اُسکے اقتدار سے باہر نہ ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے عرصہ دراز تک اپنے بیٹے کو حرم سرا کے عیش و عشرت اور نازنینوں کی صحبت میں سرمست رکھا ادھر اہالی آسٹریا نے ڈیوک آف میکسیملن اور ہنگرین امیر کونٹ قالفی کے زیر کمان صوبجات ڈینوب کے باغی باجگذار عیسائی حاکموں سے مدد پا کر عثمانیہ فوج کو پے درپے شکستیں دین اور قصبات گران وسگراد اور ییاک چھین لئے سنان پاشا وزیر اعظم ۱۵۹۵ء میں میکائیل کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا تھا اُس نے جاتے ہی بخارسٹ پر قبضہ کر لیا۔ مگر میکائیل نے جلدی ہی اُس کو وہاں سے نکال کر ناقابل گذر دلدلوں کی طرف دھکیل دیا جن میں بیشمار ترک ضائع ہوئے بعد ازاں متقیہ ترغوذ کو فتح کر کے محصور ترکی فوج زندہ آگ میں بھون ڈالا یا کھال کھنچوا دی۔ سنان پاشا باقی فوج لیکر واپس ہٹ آیا۔ مگر جبکہ وہ گرگودہ کے قریب دریائے ڈینوب سے عبور کر رہی تھی میکائیل نے اچانک حملہ آور ہو کر پھر

نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ایریلہ۔ وارناکلیق۔ اسمعیلیہ سلسٹریا۔ رسچگ۔ غاربٹ ایکرمان نیکوپلس اور ویڈن کو فتح کرکے سلطانی باجگذاری سے بالکل آزاد ہو گیا اور اپنے زعم میں ترکوں سے بالکل بےخطر ہو کر اندرونی اصلاحات اور ترقی زراعت وفلاحت میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ٹرنیسلونیا سے تخم اور سامان خوراک منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا اور اہالی والیشیا دیہات وقصبات کے منہدم شدہ مکانات کی ازسرنو تعمیر کاشتکاری اور بنجر شکنی میں مشغول ہو گئے مگر ترک ایسے زرخیز صوبہ کو ایسی آسانی سے کب ہاتھ سے جانے دے سکتے تھے قسطنطنیہ کو غلہ۔ بھیڑ۔ بکری۔ مکھن۔ پنیر۔ شہد الغرض تقریباً تمام کھانے پینے کی چیزیں وہیں سے آتی تھیں سلطان ان متواتر ہزیمتوں کی وحشت خبریں سنکر آخر خواب غفلت سے بیدار ہوا اور مفتی کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ یہ شخص ترکی کی خوش قسمتی سے نہائت دانا اور پورا محب وطن تھا۔ وہ جاتی دفعہ اس زمانہ کے شاعر بدل علی حلبی کی ایک نظم لیتا گیا۔ اس میں علی نے سلطنت کی مصائب اور محاربہ ہنگری کی تباہیوں کا پرزور الفاظ میں ذکر کیا ہوا تھا۔ مفتی نے زبانی کہنے کی بجائے یہ نظم سلطان کے ہاتھ میں دیدی۔ وہ اسے پڑھکر نہائت متاثر ہوا اور حکم دیا کہ تین دن تک کل مسلمان خداوند کریم سے استغفار اور عفو تقصیر کے لئے خاص نفل پڑھیں یہ نماز شیخ محی الدین آتیمدان میں اسلحہ خانہ کے عقب میں پڑھاتے رہے اور خود سلطان مع تمام اعیان سلطنت اس میں شریک ہو کر بارگاہ احکم الحاکمین میں سر عجز ونیاز خم کرتا رہا۔ اس سے آٹھ دن بعد سخت زلزلہ آیا دارالخلافہ کے اکثر مکان ہل گئے اور ایشیا کوچک میں بیشمار دیہات اور قصبے تباہ ہو گئے۔ اس سے عثمانیوں کی تشویش اور پریشانی انتہائی درجہ کو پہنچ گئی۔ تمام لوگوں نے تقاضا کرنا شروع کر دیا کہ سلطان بذات خاص کافروں کے مقابلہ پر میدان جنگ کو جائے ینگچریوں نے سلطان کی ہمراہی کے بغیر سرحد پر جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ سلطان کے اتالیق اعلی مورخ سعدالدین مفتی اور وزیر اعظم نے سلطان کو باصرار سمجھایا کہ فتح کی امید بلکہ خود سلطنت کا قیام اس پر موقوف ہے کہ سلطان بذات خود فوج کی کمان لے۔ ان لوگوں کی فہمائش بیرونی دباؤ کے ساتھ ملکر آخر والدہ سلطان کے اثر پر غالب آگئی اور سلطان نے فوج کے ساتھ جانیکا عزم بالجزم کر لیا۔ اس فیصلہ سے سلطانہ نہائت برافروختہ اور غضب آلود ہو گئی۔ اور اس دختر وینس نے ان تمام دیرینہ وآبائی تعلقات کو جو کسی وقت اسے عیسوی مذہب سے وابستہ کئے ہوئے تھے فراموش کر کے تجویز پیش کی کہ قسطنطنیہ کے تمام گبروں (عیسائیوں) کو قتل کر دیا جائے مورخین کا خیال ہے کہ یہ تجویز اس نے اس امید سے پیش کی تھی کہ ممکن ہے اس طوفان بے تمیزی میں لوگوں کا خیال سلطان کو سرحد پر بھیجنے سے ہٹ جائے یا وہ وزراء جو اس بات کے حامی ہیں تہ وبالا دیں قتل ہو جائیں اور سلطان